itsurdu.blogspot.com

قسط:1

وقت اپنے ساتھ تبدیلیاں لے کر آتا ہے۔ گزرتے ہوئے ماہ وسال کے ساتھ بہت سی چیزیں بدل جاتی ہیں۔ شہروں کے نام بدل جاتے ہیں۔ مدراس، چنائے بن جاتا ہے۔ بمبئی، ممبئی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ''بھانو ریکھا گنیشان'' نامی ایک سانولی، دبلی اور بے کشش سی لڑکی ایک نہایت پر کشش، گلیمرس، خوش ادا، خوش گفتار اور خوش لباس حسینہ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس کا نام مختصر ہو کر صرف ''ریکھا'' رہ جاتا ہے۔ شاید اس لئے کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے مقدر کی ریکھائیں بدل جاتی ہیں۔

آج ہم ریکھا نامی اس مشہور زمانہ عورت کی داستانِ حیات کے اوراق پلٹتے ہیں جس کے روز وشب کے جھوٹے سچے قصوں اور عشق کی کہانیوں نے کم وبیش چار دہائیوں، یعنی تقریباً 40 سال تک لوگوں کو اپنے سحر میں جکڑے رکھا۔ ہم کل کے مدراس اور آج کے چنائے، کل کے بمبئی اور آج کے ممبئی کا بھی ذکر کریں گے کیونکہ ریکھا کی زندگی کی کہانی کے زیادہ تر ابواب ان ہی دو شہروں میں بکھرے پڑے ہیں۔ اس ورق ورق داستان کو ربط میں لانے کے لئے ہمیں برسوں پیچھے جانا ہوگا۔

تقسیم ہند سے پہلے ہی دہلی کے اونچے اور دولت مند طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے اپنے طویل و عریض اور شاندار گھر بنانے کے لئے مضافاتی علاقوں کا رخ کرنا شروع کر دیا تھا۔ انہی میں سے ایک علاقہ چھتر پور بھی تھا، جہاں اسی نام کا ایک مندر بھی موجود تھا۔ 1980ء کی دہائی کے اواخر میں اگر آپ قطب مینار کے سامنے سے گزر کر گاڑھے پور ضلع کی حدود میں داخل ہوتے تو ایک، بل کھاتی کچی سڑک دور تک جاتی دکھائی دیتی، جس کے دونوں طرف پھلوں کے باغات اور سر سبز کھیت دکھائی دیتے۔ اس سڑک کے اختتام پر قدرے بلندی پر آپ کو ایک بورڈ لگا نظر آتا جس پر صرف ایک جلی لفظ ''بسیرا'' لکھا نظر آتا۔ یہ بورڈ ایک طویل و عریض، فارم ہاؤس جیسی حویلی کی نشاندہی کرتا تھا جو اس کے عقب میں پھیلی ہوئی تھی اور ایک پگڈنڈی اس کے احاطے تک جاتی تھی۔

جب اس حویلی کا گیٹ آپ کے لئے کھلتا تو آپ گویا خوابوں کی دنیا میں پہنچ جاتے۔ آپ کے سامنے پتھروں اور شیشے سے بنی ہوئی ایک حویلی عجیب انداز میں تراشی گئی ایک پہاڑی پر پھیلی ہوتی جس کا کوئی حصہ بلندی پر نظر آتا اور کوئی نشیب میں۔ اس کے گرد خوبصورت سبزہ زار پھیلا ہوا تھا، جس میں رنگا رنگ پھولوں سے لدے بے شمار پودوں کی کیاریاں نظر آتیں۔ اس زمانے اور وقت کے اعتبار سے یہ واقعی آپ کو خوابوں کا گھر دکھائی دیتا۔

یہ مکیش اگروال نامی ایک شخص کا گھر تھا!

مکیش اگروال متوسط طبقے کی ایک بنیا فیملی میں پیدا ہوا تھا۔ تیرہ سال کی عمر میں اس نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔ کئی سال تک وہ مختلف کام اور کاروبار کرتا رہا۔ پھر 1970ء کی دہائی کے اواخر میں، 24 سال کی عمر میں اس نے ''ہاٹ لائن'' کے نام سے ایک کمپنی قائم کرلی جو کچن میں استعمال ہونے والی چیزیں تیار کرتی تھی۔ اس کام میں قدرت نے مکیش اگروال کا ہاتھ تھام لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی کمپنی کی مصنوعات انڈیا جیسے طویل و عریض اور گنجان آباد ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک مقبول ہو گئیں اور وہ دولت میں کھیلنے لگا۔

نیرج کمار نامی ایک صاحب کسی زمانے میں پولیس آفیسر تھے۔ پھر وہ دہلی کے کمشنر بھی رہے۔ ان کی ملاقات مکیش اگروال سے اس زمانے میں ہوئی جب اس کی کمپنی ''ہاٹ لائن'' کی کامیابی کے چرچے ہونے لگے تھے۔ ان کے درمیان خاصی دوستی بھی رہی۔ نیرج کمار کہتے ہیں ''مکیش اگروال کو کاروبار کے میدان میں کامیابی اس وقت ملی جب مقابلہ زیادہ سخت نہیں تھا اور بڑے بڑے خاندانی امیر زادوں کی بھیڑ سامنے نہیں آئی تھی۔''

مکیش اگروال کا خاندانی پس منظر چونکہ عام سا تھا، شاید اس لئے جب اس کے پاس دولت آئی تو اسے بڑے بڑے لوگوں سے تعلقات بنانے، مشہور اور بار سوخ لوگوں کو اپنے حلقۂ احباب میں شامل کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ چنانچہ وہ اس قسم کے لوگوں کے لئے اپنے گھر پر اور شاندار ہوٹلوں میں عظیم الشان ضیافتوں اور رنگا رنگ پارٹیوں کا اہتمام کرنے لگا۔ کوئی بھی مشہور فلمی شخصیت دہلی آئی ہوتی تو اس کے اعزاز میں شاندار پارٹی دینا مکیش اگروال اپنا فرض سمجھتا۔

نیرج کمار اس کی عادات واطوار کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ''مکیش ایک بہت اچھا، نرم دل اور مہربان شخص تھا لیکن اس کا ایک خاص کمپلیکس بھی تھا۔ اس کی نفسیات میں کچھ خرابیاں، کچھ ٹیڑھا پن ضرور تھا۔ اسے اپنے آپ کو نمایاں کرنے، لوگوں کو متاثر کرنے اور یہ احساس دلانے کا بہت شوق تھا کہ اس نے اپنے معمولی خاندانی پس منظر کے باوجود، اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اسے خود کو غیر نمایاں کر کے رہنا گوارا نہیں تھا، بلکہ اس کی کوشش ہوتی تھی کہ لوگ اسے ایک غیر معمولی انسان کے طور پر یاد رکھیں۔''

نیرج کمار مزید بتاتے ہیں۔ ''لوگوں کو متاثر کرنے کے لئے وہ سنکیوں جیسی حرکتیں کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔ مثلاً جب اس نے مہرا ؤلی کے علاقے میں پہلا فارم ہاؤس خریدا تو اعلیٰ نسل کا ایک شاندار گھوڑا بھی خریدا جو نہایت جسیم تھا۔ جب اس کے ہاں کسی مہمان کو آنا ہوتا تو وہ گھوڑے پر بیٹھ کر، گیٹ پر اس کا استقبال کرتا۔ شاید اس کے طور طریقے اور حکمت عملی کامیاب بھی تھی۔ بہت جلد اس نے بولی وڈ کے تمام بڑے بڑے لوگوں سے شناسائی پیدا کرلی تھی۔ بہت سے اداکاروں اور اداکاراؤں سے اس کی دوستی تھی۔ فیروز خان اور سنجے خان بھی اسے جانتے تھے... بلکہ شاید یہ گھوڑے والا آئیڈیا اس کے ذہن میں فیروز خان کو دیکھ کر ہی آیا تھا، کیونکہ فیروز خان نے بھی ایک شاندار گھوڑا پالا ہوا تھا، لیکن وہ مہمانوں کے استقبال کے لئے اس پر بیٹھ کر گیٹ تک نہیں آتے تھے۔''

فلم انڈسٹری کے لوگوں سے شناسائی پیدا کرنے اور دوستیاں استوار کرنے کا مکیش اگروال کو کچھ زیادہ ہی شوق تھا۔ عین ممکن ہے کہ خود بھی کسی حیثیت سے فلم انڈسٹری کا حصہ بننے کی خواہش اس کے ذہن کے کسی حصے میں موجود رہی ہو۔

سر دست ہم مکیش اگروال کا ذکر یہیں چھوڑ کر اس وقت کی نہایت مقبول، گلیمرس اور پر کشش اداکارہ ریکھا کی طرف آتے ہیں۔ وہی ریکھا جو کسی زمانے میں ایک سانولی، دبلی اور بے کشش لڑکی تھی مگر اب اس کے گلیمر اور کشش کی وجہ سے اسے بولی وڈ کی ''سیکس سمبل'' قرار دیا جاتا تھا۔ ریکھا اس زمانے میں اپنی پسندیدہ فیشن ڈیزائنر اور دوست بینا رامانی سے ملنے کبھی کبھار دہلی آتی رہتی تھی۔ بینا رامانی فیشن ڈیزائنر ہونے کے ساتھ ساتھ اونچے سماجی حلقوں کی بھی جانی پہچانی شخصیت تھی۔ کبھی وہ ممبئی جاتی تو ریکھا سے ضرور ملاقات کرتی۔ ایسی ہی ایک ملاقات کے دوران باتوں باتوں میں ریکھا نے بینا سے کہا کہ اگر اسے کوئی معقول آدمی مل جائے تو وہ شادی کر کے، گھر بسا کر بیٹھنا چاہتی ہے۔ اس وقت تو بینا نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور بات گویا یہیں ختم ہو گئی۔

1990ء کے اوائل میں ایک روز ریکھا کے گھر پر ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف بینا رامانی تھی جو دہلی سے بات کر رہی تھی۔ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد بینا نے کہا ''یہاں، دہلی کا ایک معروف بزنس مین مکیش اگروال دیوانگی کی حد تک تمہارا پرستار ہے۔ وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔ کیا میں اسے تمہارا فون نمبر دے دوں؟ بہت اچھا آدمی ہے۔''

ریکھا نے ایک لمحے سوچا، پھر کہا۔ ''تم میرا نمبر اسے مت دو، بلکہ اس کا نمبر مجھے دے دو۔''

اس وقت شاید ریکھا نے سوچا بھی نہ ہو کہ صرف ایک ٹیلی فون کال اس کی زندگی کا رخ بدل دے گی۔ ہر چیز کو الٹ پلٹ کر رکھ دے گی۔ ریکھا فلمی اداکارہ تھی لیکن اس کی اپنی حقیقی زندگی کی کہانی بھی کسی فلمی کہانی سے کم نہیں تھی۔ دوسری طرف مکیش اگروال کی زندگی کی کہانی بھی کچھ فلمی قسم کی ہی تھی۔ ریکھا کی طرح اسے بھی ابھی تک زندگی کا کوئی ساتھی نہیں ملا تھا۔ دونوں کو ہی معلوم نہیں تھا کہ زندگی کے راستے پر کبھی وہ ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے۔

ریکھا نے اس موضوع پر بات کرتے ہوئے بتایا ''بینا رامانی نے غائبانہ طور پر اسے مجھ سے متعارف کرایا تھا۔ میں نے شروع میں اس کی ذات میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں کی تھی لیکن بینا کے اصرار پر اسے فون کر لیا۔''

ریکھا اور مکیش کے درمیان پہلی بار فون پر ہونے والی گفتگو رسمی تھی لیکن مکیش اس سے بات کر کے ریشہ خطمی ہوا جا رہا تھا۔ ریکھا کی آواز خاص قسم کی سمجھی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ریکھا کی شخصیت کے علاوہ اس کی آواز میں بھی مردوں کے لئے ایک خاص کشش ہے۔ مکیش کے لئے شاید یہ احساس ہی بے پناہ خوشی کا باعث تھا کہ کروڑوں لوگ جس عورت کے پرستار اور دیوانے تھے، وہ خود اسے فون کر کے اس سے بات کر رہی تھی۔ وہ اس وقت نہ جانے کتنی اونچی ہواؤں میں پرواز کر رہا تھا۔

اس کے بعد مزید چند مرتبہ ان کے درمیان فون پر بات چیت ہوئی۔ بینا کے علاوہ ریکھا کی ایک اور قریبی دوست سریندر کور، جو دہلی میں ہی رہتی تھی اور ایئر ہوسٹس تھی، وہ بھی ریکھا پر زور دے رہی تھی کہ وہ مکیش سے مراسم بڑھائے۔ دونوں ہی ریکھا کو سمجھاتی رہتی تھیں ''آدمی بہت اچھا ہے۔ دولت مند بھی ہے اور تمہارا زبردست قدردان ہے۔ تمہارے لئے بہت اچھا شوہر اور زندگی کا بہترین ساتھی ثابت ہوگا، اسے ہاتھ سے مت جانے دو۔''

ریکھا کی پہلی فون کال کے تقریباً ایک ماہ بعد ممبئی میں ان دونوں کی پہلی ملاقات ہوئی۔ شوبز کی تھکا دینے اور اکتا دینے والی سرگرمیوں، وہاں کے تیز وطرار لوگوں کے رویئے، ان کی تصنع بھری باتوں اور ہنگامہ پرور معمولات سے ریکھا کے اعصاب بوجھل ہو چکے تھے۔ ایسے میں مکیش سے مل کر اسے ایک خوشگوار تبدیلی کا احساس ہوا۔ وہ گویا ریکھا کے قدموں میں بچھا جا رہا تھا۔ اس کی باتوں میں خلوص تھا۔ گو کہ وہ ریکھا کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے جا رہا تھا اور اپنی تعریفیں سننا زیادہ تر عورتوں کی طرح ریکھا کو بھی پسند تھا لیکن اس نے محسوس کیا کہ مکیش یہ باتیں سچے دل سے کر رہا تھا، دوسرے مردوں کی طرح محض لفاظی نہیں کر رہا تھا اور نہ ہی لچھے دار گفتگو کر رہا تھا۔ اس کے الفاظ اور انداز میں سادگی تھی۔ وہ گویا ریکھا کو خوش اور متاثر کرنے کے لئے مرا جا رہا تھا۔ اس نے بہت اصرار کیا کہ ریکھا دہلی آئے۔ ریکھا نے جلد ہی اس کی یہ خواہش پوری کر دی۔ سبزے اور پھولوں سے گھرا ہوا اس کا طویل و عریض اور پر سکون فارم ہاؤس ریکھا کے لئے گویا ایک نئی دنیا تھی اور وہ وہاں موجود تمام لوگوں کی توجہ کا مرکز تھی۔ اسے ایک ملکہ کا سا پروٹوکول مل رہا تھا اور اس وقت شاید وہ خود کو ایک ملکہ ہی محسوس کر رہی تھی۔ یہ سب کچھ ریکھا کی ممبئی کی زندگی سے بالکل مختلف تھا۔ یہ ملاقات مکیش اور ریکھا کو ایک دوسرے کے قریب لے آئی۔ ریکھا نے محسوس کیا کہ یہ شخص زندگی بھر اس کا ساتھ نباہ سکتا تھا۔ اس کے بارے میں اسی احساس نے ریکھا کو سب سے زیادہ متاثر کیا۔

بینا رامانی نے بعد میں ایک انٹرویو میں کہا کہ ریکھا اور مکیش کے درمیان کئی ملاقاتیں ہوئیں، تاہم ریکھا نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ شادی سے پہلے وہ صرف دو مرتبہ مکیش سے ملی تھی۔ ایک مرتبہ وہ مکیش کے فارم ہاؤس میں اس کی مہمان رہی تھی اور ان کی دوسری ملاقات بینا کے گھر پر ہوئی تھی۔ پھر وہ مکیش کی فیملی سے ملی تھی۔ وہ سب لوگ اسے بہت اچھے اور سادہ سے لگے تھے۔ خاص طور پر مکیش کے بڑے بھائی کی بیوی ''مٹھو بھابھی جی'' نے تو گویا ریکھا کا دل ہی جیت لیا۔

مٹھو بھابھی نے ریکھا سے اپنی ملاقات کا احوال فون پر مکیش کو بتاتے ہوئے خوشی سے سرشار لہجے میں کہا۔ ''ہمارے گھر میں ایک پری آئی ہوئی ہے۔''

ریکھا کو ایسی ہی اپنائیت، قبولیت اور عزت افزائی کی تلاش تھی۔

ممبئی میں اداکارہ دیپتی نول سے مکیش کی پہلے ہی دوستی تھی۔ 1981ء میں دہلی میں ان کی پہلی ملاقات دونوں کے ایک مشترکہ دوست کے گھر پر ہوئی تھی، جس کے بعد ان کا آئندہ بھی رابطہ رہا اور دوستانہ مراسم استوار ہو گئے۔ ایک انٹرویو میں دیپتی نول نے بتایا۔ ''ریکھا سے پہلی ملاقات کے بعد ہی مکیش تو گویا اس کا دیوانہ ہو گیا۔ وہ اس کے بارے میں نہایت والہانہ انداز میں باتیں کرتا تھا اور یہ باتیں کرتے ہوئے وہ گویا تھکتا ہی نہیں تھا۔''

(جاری ہے)

KHUBSOORAT
Do
Biwi Ho To Aisi

اس نے اچانک ہی
شادی کی پیشکش کر دی
ریکھا کی داستانِ حیات
itsurdu.blogspot.com

قسط:2

ریکھا اور مکیش اگروال، دونوں نے ہی ایک دُوسرے کے ماضی میں جھانکنے کی قطعی کوشش نہیں کی اور نہ ہی مستقبل کے بارے میں زیادہ غور و فکر کیا۔ انہیں گویا صرف ان لمحوں سے دلچسپی تھی جو گزر رہے تھے یا پھر صرف اس محبت سے غرض تھی جو وہ ایک دُوسرے کے لیے اپنے دل میں محسوس کرنے لگے تھے۔ ابھی ان کی شناسائی کو ڈیڑھ ماہ بھی نہیں گزرا تھا کہ مکیش، سریندر کور کے ساتھ ریکھا کے گھر آیا۔ وہ کافی مضطرب دِکھائی دے رہا تھا۔ ڈرائنگ رُوم میں بیٹھنے اور چند منٹ اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد اچانک ہی اس نے ریکھا کو بتایا کہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

اس روز تو ریکھا نے کوئی واضح جواب نہیں دیا لیکن اس سے اگلی بار مکیش ممبئی آیا تو اس دوران سریندر کور بہت اصرار کرکے ریکھا کو شادی کے لیے ہاں کرنے پر آمادہ کرچکی تھی۔ ریکھا کے منہ سے ہاں سن کر گویا مکیش کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ وہ بچوں کی طرح خوشی سے اُچھلنے لگا اور بولا۔ ”بس... ہمیں ابھی اور اسی وقت شادی کرلینی چاہیے۔“

وہ نہ صرف بچوں کی طرح خوش ہو رہا تھا بلکہ شادی گویا اس کے لیے بچوں کا کھیل ہی تھی۔ فوری شادی کے لیے اس کا اصرار جاری رہا۔ مکیش اور ریکھا، دونوں میں سے کسی کی بھی فیملی ممبئی میں نہیں تھی، اس کے باوجود آخرکار ریکھا اس بات پر رضامند ہوگئی کہ شادی اسی روز ہو جائے۔ ایسا لگتا تھا جیسے مکیش اگروال کو خطرہ تھا کہ اگر شادی اس روز نہ ہوئی تو پھر کبھی نہیں ہو سکے گی۔

ریکھا کے ہاں کرنے تک شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے۔ آخرکار شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ریکھا نے اپنے پسندیدہ ڈیزائنر کانجی ورم کی ڈیزائن کردہ سرخ ساڑھی زیب تن کی جس پر زری کا کام تھا۔ اس نے خوبصورت اور قیمتی زیورات بھی پہنے۔ اس شادی میں دولہا، دُلہن کے علاوہ صرف سریندر کور شریک تھی، جسے براتی بھی سمجھا جا سکتا تھا اور دُلہن کی طرف سے مہمان بھی، کیونکہ وہ دونوں ہی کے لیے ترجمانی کے فرائض انجام دے رہی تھی۔

تیار ہونے کے بعد وہ تینوں جوہو کے علاقے میں کسی مندر کی تلاش میں نکلے۔ ایک مندر انہیں مل تو گیا لیکن اس میں کوئی پجاری یا پروہت نہیں تھا۔ اس سے کچھ آگے ایک مشہور مندر تھا، مگر اس میں زیادہ ہی ہجوم تھا۔ تاہم اس کے سامنے ہی انہیں ایک اور چھوٹا سا مندر مل گیا، جس کا نام ”مکتیش دیوالیہ“ تھا۔ انہیں پتا چلا کہ اس میں چھوٹے درجے کا ایک پروہت ہوتا تھا جو مندر کے پچھلی طرف بنے ہوئے ایک کمرے میں رہتا تھا لیکن اس وقت وہ سونے کے لیے اس کمرے میں جا چکا تھا۔

مکیش اگروال نے جا کر اسے جگایا اور بتایا کہ وہ اسی وقت شادی کرنا چاہتا ہے۔ پروہت کا نام سنجے بود اس تھا۔ اس نے آنکھیں ملتے ہوئے، مکیش کو دیکھا، پھر اس کی نظر ریکھا پر پڑی جو دُلہن بنی کھڑی تھی۔ ریکھا کو پہچان کر پروہت کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے شاید کبھی کسی فلم میں ریکھا کو دُلہن بنے دیکھا ہو لیکن اس نے یقیناً کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا کہ ایک روز وہ ریکھا کو دُلہن بنے، اپنے سامنے کھڑی دیکھے گا اور وہ سچ مچ شادی کرنے کے لیے کسی کے ساتھ آئی ہوگی مگر دولہا کے ساتھ نہ بینڈ باجے والے ہوں گے، نہ براتی اور نہ ہی کہیں شہنائیاں گونجتی سنائی دے رہی ہوں گی۔

پروہت کچھ چکرا سا گیا تھا مگر بہرحال وہ ان کے ساتھ مندر میں آگیا۔ حالانکہ شام کی پوجا پاٹ کے بعد اس مندر کو کھولنے کی اجازت نہیں تھی مگر اس رات چھوٹے پروہت نے سارے ضابطے بالائے طاق رکھ دیئے اور ریکھا کو مکیش اگروال کے ساتھ بیاہ دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی اس حرکت پر اسے بعد میں اس مندر سے نکال دیا گیا لیکن مکیش اور ریکھا بہرحال اپنے رسوم و رواج کے مطابق میاں بیوی بن چکے تھے۔ رات کے ساڑھے دس بجے تک 37 سالہ مکیش اور 35 سالہ ریکھا کی شادی کی تمام رسوم انجام پا چکی تھیں۔

یوں تو شادی کا تقریباً ہر لڑکی کو ہی ارمان ہوتا ہے لیکن ریکھا تو نہ جانے کب سے یہ خواب دیکھتی آرہی تھی۔ اس کے خواب کے پیچھے صرف یہ لاشعوری تمنّا چھپی ہوئی نہیں تھی کہ اس کا کوئی جیون ساتھی ہونا چاہیے۔ اس خواہش کا اپنا ایک پس منظر بھی تھا۔ یوں کہیے کہ اس خواہش کے پیچھے بھی ایک خواہش تھی۔ ریکھا اب محض ریکھا نہیں رہی تھی۔ وہ اب ”ریکھا اگروال“ ہوگئی تھی۔ یعنی اس کے نام کے ساتھ ایک خاندانی نام جڑ گیا تھا۔ یہ اس کی پرانی خواہش تھی کہ اس کے نام کے ساتھ ایک اچھا خاندانی نام وابستہ ہو۔ اس سے پہلے اس کا کوئی خاندانی نام نہیں تھا۔ کیونکہ وہ بِن بیاہے والدین کی اولاد تھی! ہوش سنبھالنے کے بعد بارہا اسے اس بناء پر طنز اور حقارت کا نشانہ بننا پڑا تھا کہ وہ اپنے ماں باپ کی ناجائز اولاد تھی۔ اس لیے اس کے نام کے ساتھ کبھی کوئی خاندانی نام نہیں لگ سکا تھا لیکن اب وہ سہاگن بھی ہوگئی تھی اور اسے ایک خاندانی نام بھی مل گیا تھا۔

مکیش چونکہ شوبز اور گلیمر کی دُنیا سے بہت ہی متاثر تھا، اس لیے شادی کی رسوم مکمل ہوتے ہی اس نے ریکھا سے فرمائش کی کہ وہ دونوں، اس کے کچھ فلم اسٹار دوستوں سے ملنے چلیں۔ وہ خاص طور پر اکبر اور سنجے خان سے ملنے کے لیے جانا چاہتا تھا لیکن ریکھا نے اس کی فرمائش رَدّ کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ اگر انہیں فلمی دُنیا کی کسی شخصیت سے ملنے جانا ہی ہے تو پھر ہیما مالنی کے پاس جانا چاہیے۔ ریکھا اور ہیما مالنی کی دوستی اُس وقت تک کم و بیش دس سال پرانی تھی۔ مکیش نے ریکھا کی تجویز مان لی۔

دونوں ہیما مالنی کے ہاں پہنچے تو دھرمیندر بھی گھر پر موجود تھے۔ ہیما نے مکیش کو دیکھتے ہی نیچی آواز اور تشویش زدہ انداز میں تامل زبان میں ریکھا سے کہا ”مجھے یہ مت بتانا کہ تم نے اس شخص سے شادی کرلی ہے۔“

”ہاں... شادی تو کرلی ہے۔“ ریکھا نے تامل زبان میں ہی جواب دیا۔

”کیا یہ بہت امیر ہے؟“ ہیما کا دُوسرا سوال تھا۔ ریکھا نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔

دُوسرے روز اداکارہ دیپتی نول کو ریکھا نے فون کرکے پُرجوش لہجے میں بتایا، ”میں تمہاری بھابی بن گئی ہوں۔“ بات دیپتی نول کی سمجھ میں نہ آئی تو ریکھا نے وضاحت کی، ”بھئی میں نے مکیش اگروال سے شادی کرلی ہے۔ تمہارے لیے تو وہ بھائیوں کی طرح ہے نا... اس لحاظ سے میں تمہاری بھابی ہوئی۔“

دیپتی نول نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور دھیمی آواز میں صرف مبارکباد دینے پر اکتفا کیا۔ اس کے چوبیس گھنٹے بعد مکیش اور ریکھا ہنی مون منانے کے لیے لندن پہنچ چکے تھے۔ وہاں ان کے چند دن اچھے گزرے، تاہم ہر وقت ساتھ رہنے کے بعد ایک ہفتے میں ہی ریکھا کو اندازہ ہوگیا کہ اس کے اور مکیش کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ ان کے ذہن ایک دُوسرے سے ذرا بھی نہیں ملتے تھے۔ ریکھا نے یہ بھی دیکھا کہ مکیش دن میں بہت سی دوائیں کھاتا تھا۔ تاہم ریکھا نے دل ہی دل میں اپنے آپ کو سمجھایا کہ اب تو شادی ہو چکی تھی، اب یہ زندگی بھر کا ساتھ تھا، اسے اپنی ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانا تھا۔ ریکھا جس کام کا عہد کرلیتی تھی، اس میں ہر حال میں کامیابی حاصل کرتی تھی۔ اسے یہ گوارا نہیں تھا کہ لوگوں کو کہنے کا موقع ملے کہ ریکھا کی شادی ناکام ہوگئی۔

انہیں لندن میں ایک ہفتے سے زیادہ دن ہوگئے تھے جب ریکھا نے محسوس کیا کہ کوئی چیز مکیش اگروال کو اندر ہی اندر پریشان کر رہی تھی۔ وہ ذہنی طور پر مضطرب اور بے چین تھا۔ آخر ایک روز اس نے ریکھا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے خود ہی کہہ دیا، ”میری زندگی میں بھی ایک ”اے بی“ موجود ہے۔“

سب جانتے تھے کہ ریکھا کی زندگی میں ”اے بی“ امیتابھ بچن تھے جن سے ریکھا کے عشق کے نہ جانے کیسے کیسے فسانے مشہور تھے۔ گو کہ اب یہ باب بند ہو چکا تھا لیکن ان افسانوں کی بازگشت اب بھی کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں سنائی دے جاتی تھی، مگر مکیش کی زندگی میں جو ”اے بی“ موجود تھی، وہ ابھی ماضی کا حصہ نہیں بنی تھی۔ جلد ہی ریکھا کو پتا چلا کہ ”اے بی“ سے مکیش کی مراد آکاش بجاج تھی جو ماہر نفسیات تھی۔ مکیش گزشتہ دس سال سے نفسیات کی اس ڈاکٹر کے زیر علاج تھا۔

مکیش ڈپریشن کا پرانا مریض تھا۔ ڈپریشن اس کا خاندانی مرض تھا۔ اس کی ایک بہن اور خاندان کے کچھ دُوسرے افراد بھی ڈپریشن میں مبتلا رہے تھے۔ مکیش سب سے زیادہ شدت سے ڈپریشن کا شکار رہا تھا۔ آکاش بجاج کے علاج سے اس کا ڈپریشن کافی کم ہوا تھا لیکن اس دوران ڈاکٹر اور مریض کا رشتہ عشق میں تبدیل ہوگیا تھا۔ مکیش کے ڈپریشن نے شدت بھی اسی وقت اختیار کی تھی جب دس سال قبل اس کا ایک عشق ناکام ہوا تھا۔ 1980ء کی دہائی کے آغاز میں وہ ”کٹی مالکن“ نامی ایک چھوٹی موٹی اداکارہ کے عشق میں گرفتار تھا۔

ان کا عشق زوروں پر تھا اور دونوں کا ارادہ شادی کا تھا لیکن پھر اچانک نہ جانے کیا ہوا کہ کٹی نے ممبئی جا کر بولی وڈ میں قسمت آزمائی کرنے اور بڑی اداکارہ بننے کے لیے جدوجہد کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ مکیش سے اس نے قطع تعلق کرلیا اور ممبئی جانے کے بعد اسے اپنے بارے میں کوئی خیر خبر نہ دی کہ وہ کہاں ہے، کس حال میں ہے۔ مکیش اگروال شدید ڈپریشن کا شکار ہو کر علاج کے لیے آکاش بجاج کے پاس پہنچ گیا۔ علاج سے اس کے ڈپریشن میں کمی ہوئی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے آکاش بجاج کی ذات میں اپنے ناکام عشق کا متبادل بھی ڈھونڈ لیا۔ کٹی مالکن تو اس کی زندگی سے نکل گئی تھی لیکن آکاش بجاج نے وہ خالی جگہ پُر کردی۔

کٹی سے عشق میں ناکامی کے بعد مکیش اگروال نے خودکشی کی کوشش بھی کی تھی لیکن اسے بچا لیا گیا تھا اور پھر آکاش بجاج نے اسے سنبھال لیا تھا۔ وہ نفسیاتی معالج ہونے کے ساتھ ساتھ گویا اس کی نرس بھی بن گئی تھی۔ وہ ایک مطلقہ خاتون تھی اور اس کی دو بیٹیاں تھیں۔ شناسائی ہونے کے بعد مکیش نے اس کے گھر بھی جانا شروع کردیا تھا جہاں وہ اس کی نوعمر بیٹیوں منیشا اور انجلا کے ساتھ بیڈمنٹن کھیلتا۔ جلد ہی وہ تقریباً اکٹھے رہنے لگے۔ مکیش ان کے تمام اخراجات بھی اُٹھاتا تھا اور خیال رکھتا تھا کہ وہ پورے عیش و آرام سے رہیں۔ اپنے انداز و اطوار اور رہن سہن سے وہ ایک خوش خرم اور آسودہ حال فیملی دکھائی دیتے تھے۔

تقریباً نو سال سے مکیش کے آکاش سے تعلقات چلے آرہے تھے اور ان تعلقات میں بڑی شدت تھی۔ مکیش تو آکاش سے شادی کے لیے بھی تیار تھا لیکن آکاش نے ہی انکار کردیا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ پہلے سے موجود دو، تقریباً نوجوان بیٹیوں کی ذمّے داری اس کے سر ڈالنا نہیں چاہتی۔ تاہم اسے یہ اُمید بھی نہیں تھی کہ مکیش اسے ایک لفظ بتائے بغیر اچانک ہی شادی کرلے گا... اور وہ بھی ریکھا سے...! آکاش کو بلاشبہ یہ خبر سن کر حیرت کا شدید جھٹکا لگا، تاہم اسے کسی قسم کا صدمہ نہیں ہوا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ اس شادی کی خبر سن کر نہ جانے کیوں اسے مکیش کے بارے میں ایک بے عنوان سی تشویش ہوئی۔ حالانکہ وہ خود کئی بار مکیش کو مشورہ دے چکی تھی کہ وہ اب شادی کرکے اپنا گھر آباد کرلے۔

اُدھر ریکھا اور مکیش ممبئی واپس آئے تو مکیش نے سانتا کروز سنٹار ہوٹل میں، اپنی شادی کی خوشی میں ایک پارٹی کا اہتمام کیا۔ ان دنوں اس پر ایک بار پھر ڈپریشن کی کیفیت طاری تھی۔ مکیش کے دیرینہ دوست نیرج کمار کسی وجہ سے اس پارٹی میں نہیں جا سکے تھے۔ وہ بتاتے ہیں ”عین پارٹی کے دوران مجھے مکیش کا فون آیا۔ اس کی آواز سنتے ہی مجھے اندازہ ہوگیا کہ اس پر ڈپریشن کا دورہ پڑا ہوا ہے۔ وہ بلا تمہید بولا ”نیرج! میں اس ہوٹل کی سب سے اُوپر کی منزل سے چھلانگ لگا دوں گا۔ یہ کوئی زندگی نہیں ہے!“ اس کے ڈپریشن کی نوعیت یہی تھی۔ جب بھی اس پر ڈپریشن کا دورہ پڑتا تھا، وہ موت اور خودکشی کی باتیں کرنے لگتا تھا۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ ابھی تو نئی نئی اس کی شادی ہوئی ہے، وہ ایسی بدشگونی کی باتیں کیوں منہ سے نکال رہا ہے۔ یہ باتیں وہ اکثر لوگوں سے کرتا تھا۔ اپنی زندگی کو بے کار اور بے مقصد قرار دیتا تھا اور اس کا خاتمہ کرنے کا ارادہ ظاہر کرتا رہتا تھا۔ بہت سے لوگ تو اس کی یہ باتیں سن سن کر بیزار ہو چکے تھے۔“

بہرحال اس رات مکیش نے خودکشی کی کوشش نہیں کی اور دن گزرنے لگے۔ اس دوران صحافی دھڑا دھڑ ریکھا سے انٹرویو کیے جا رہے تھے جن میں ریکھا، مکیش اگروال کے لیے والہانہ محبت کا اظہار کرتی اور اسے اپنی زندگی کا حاصل قرار دیتی۔

(جاری ہے)

جلد ہی زندگی کے

تلخ حقائق

اس پر عیاں ہونے لگے

itsurdu.blogspot.com

جن دنوں ریکھا کی شادی ہوئی، پریس میں ہر طرف اس کے چرچے تھے۔ اس کے انٹرویوز اور اس کے بارے میں خبریں دھڑا دھڑ چھپ رہی تھیں۔ اسی دوران اس کی فلم "آزاد دیش کے غلام" ریلیز ہوئی۔ حالانکہ یہ ایکشن، سسپنس اور سنسنی سے بھرپور فلم تھی مگر اس کا نام بالکل مختلف تاثر دیتا تھا۔ ریکھا کو ان دنوں جتنی پبلسٹی مل رہی تھی، اس کے باوجود یہ فلم فلاپ ہو گئی۔

15 اپریل 1990ء کو ریکھا اور مکیش کی شادی کی رسوم ایک بار پھر انجام دی گئیں۔ اس مرتبہ یہ ایک باقاعدہ اور باضابطہ شادی معلوم ہو رہی تھی۔ تمام رسوم پُر سکون اور منظم انداز میں انجام دی جا رہی تھیں۔ اس موقع پر ریکھا کی والدہ پشپاولی بھی موجود تھیں لیکن ریکھا کے لیے اس سے زیادہ اہم بات یہ تھی کہ اس کے والد جمنائی گنیشان بھی موجود تھے جو اپنے ایک فلمساز دوست رگھویندر راؤ کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ ریکھا کی اپنے والد سے ملاقات برسوں بعد ہو رہی تھی۔ اس روز ریکھا کو احساس ہوا کہ وہ واقعی ایک نئی زندگی کا آغاز کرنے جا رہی تھی۔

اس دن کے بعد ریکھا نے اپنا ہر ویک اینڈ دہلی میں گزارنا شروع کر دیا۔ وہ اور مکیش اگروال ایک ایسا جوڑا تھے جس کے دہلی اور ممبئی میں سب سے زیادہ تذکرے تھے۔ ریکھا اپنے انٹرویوز میں وہی باتیں کرتی جو عام طور پر نوبیاہتا جوڑے کرتے ہیں۔ مثلاً "میں اپنی زندگی سے بہت خوش ہوں۔ اچھا جیون ساتھی قسمت سے ہی ملتا ہے اور اس کی رفاقت میں چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بڑی بڑی خوشیاں دیتی ہیں۔ آتے جاتے ایک دوسرے کا ہلکا سا لمس... چھوٹے چھوٹے محبت بھرے جملے... جان! آج آپ بہت فریش لگ رہے ہیں... جان! آج تم اور بھی زیادہ خوبصورت لگ رہی ہو۔ اس طرح کی معمولی سی باتیں بھی بہت اہم لگتی ہیں اور زندگی میں خوبصورتی اور خوشیاں بکھیر دیتی ہیں۔"

ریکھا کے چہرے پر سچ مچ خوشی نظر آنے لگی تھی۔ "بسیرا" میں اپنے قیام کے بارے میں اس کا کہنا تھا "ممبئی کی مصروف زندگی اور بولی وڈ کے تھکا دینے والے معمولات کے دوران میں کسی ایسی ہی پُر فضا اور پُر سکون جگہ پر رہنا چاہتی تھی جہاں سکون ہو، خاموشی ہو، رنگا رنگ پھول پودے ہوں، سبزہ ہو، جہاں کی ہوا آلودگی سے پاک ہو۔ یہ میرا خواب تھا۔ مکیش نے مجھے میرے خواب کی تعبیر دے دی ہے۔"

اس نئی زندگی کے بارے میں ریکھا کے خیالات مزید دو ماہ تک یونہی افسانوی سے رہے۔ پھر شاید دھیرے دھیرے زندگی کی برہنہ حقیقتیں اس پر آشکار ہونے لگیں۔ ریکھا پُر سکون انداز میں ویک اینڈ گزارنے کے ارادے سے دہلی پہنچتی تو اسے پتا چلتا کہ مکیش اگروال تو اس کی آمد پر کئی پُر ہجوم اور بڑی پارٹیوں کا پروگرام بنائے بیٹھا ہے۔ ریکھا کو اپنے شوہر کے ساتھ سکون اور خلوت کی کچھ گھڑیاں گزارنے کے بجائے لوگوں کے ہجوم، شور شرابے، میوزک اور ڈانس وغیرہ سے واسطہ پڑتا۔ جلد ہی ریکھا کو احساس ہوا کہ وہ مکیش کے لیے زندگی کی وہ ساتھی نہیں تھی جس کے ساتھ وہ سکون اور محبت کی گھڑیاں گزارنا چاہتا تھا بلکہ ایک ایسا نایاب اور مہنگا مجسمہ تھی جسے وہ فخریہ انداز میں ساتھ لے کر زیادہ سے زیادہ لوگوں کے سامنے جانا چاہتا تھا، اس کی نمائش کرنا چاہتا تھا۔ لوگوں کو بتانا چاہتا تھا "یہ دیکھو... کروڑوں دلوں پر راج کرنے والی ریکھا میری بیوی ہے۔"

اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی تھی کہ ریکھا اس وقت کیا سوچ رہی ہے، کیا چاہ رہی ہے، کیا محسوس کر رہی ہے؟ ریکھا کے ان محسوسات نے رفتہ رفتہ ان کے تعلق میں دراڑ ڈالنی شروع کر دی۔ ریکھا کو مکیش کے انداز اور معمولات سے چڑ ہونے لگی۔ یہ بیزاری بڑھی تو دونوں کے درمیان جھگڑے ہونے لگے۔ یہ میاں بیوی کے درمیان ہونے والی معمولی یا عام سی نوک جھوک نہیں، زوردار جھگڑے ہوتے تھے۔

ریکھا اور مکیش کی شادی 1990ء میں ہوئی تھی۔ عالمی سطح پر یہ اقتصادی بحران کا سال تھا۔ مکیش کو بھی کاروبار میں بہت سے نقصانات ہو چکے تھے اور ہو رہے تھے۔ اس نے یہ بات ریکھا کو نہیں بتائی تھی لیکن بہرحال اسے کسی نہ کسی طرح معلوم ہو گئی تھی اور یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ مکیش کے مالی حالات اتنے اچھے نہیں تھے جتنے بظاہر دکھائی دے رہے تھے۔ اس انکشاف نے ان کی ازدواجی زندگی میں پڑ جانے والی دراڑ کو مزید نمایاں کیا۔

ریکھا کو یہ احساس بھی ہوا کہ مکیش اکثر معاملات میں انتہا پسند تھا۔ اس وجہ سے بھی ریکھا کے دل میں اس کے لیے پسندیدگی کم ہونے لگی۔ شادی کے دو تین ماہ بعد ہی ریکھا کا ویک اینڈ پر دہلی آنا کم ہونے لگا۔ مکیش اگروال کے لیے ریکھا سے زیادہ دن کی جدائی بھی ناقابل برداشت تھی۔ اس نے نہ صرف اس بات پر احتجاج شروع کر دیا کہ وہ ہر ویک اینڈ پر دہلی کیوں نہیں آتی، بلکہ یہ مطالبہ بھی شروع کر دیا کہ ریکھا فلموں میں کام کرنا چھوڑ دے۔ یہ مطالبہ ریکھا کے لیے قطعی ناقابل قبول تھا۔ اس نے شادی کے وقت ہی مکیش پر یہ واضح کر دیا تھا کہ اگر اس نے فلم انڈسٹری چھوڑی بھی، تو اس وقت چھوڑے گی جب وہ اُمید سے ہو گی۔

مکیش، جو شادی سے پہلے ریکھا کو بڑا سمجھدار، پختہ ذہن کا مالک اور معتدل مزاج لگا تھا، اب اس سے بالکل اُلٹ لگنے لگا۔ اس کا رویّہ اس نوجوان اور تند مزاج پرستار جیسا تھا جو کسی اتفاق کے تحت اس کا شوہر بن بیٹھا تھا۔ ریکھا کو اب گویا یقین نہ آتا کہ یہ وہی شخص تھا جس سے اس نے خوشی خوشی شادی کی تھی۔ جب ریکھا نے دہلی آنا کم کر دیا تو مکیش خود جلدی جلدی ممبئی آنے لگا۔ وہ اپنے ڈوبتے ہوئے بزنس کو سنبھالنے اور اس پر توجہ دینے کے بجائے ریکھا کے ساتھ دُم چھلّے کی طرح لگا رہتا۔ فلموں کی شوٹنگز پر بھی اس کے ساتھ رہتا۔ اس سے اصرار کرتا کہ وہ پارٹیوں میں جائے اور اسے بھی ساتھ لے کر جائے۔

لوگ بھی قدرے حیرت سے ریکھا کو دیکھتے، گویا اس سے پوچھنا چاہ رہے ہوں "اس شخص میں تم نے کیا دیکھا تھا جو اس سے شادی کر لی؟" لیکن شاید وہ اخلاق اور مروّت کی وجہ سے یہ سوال زبان پر نہیں لاتے تھے۔ خود ریکھا کے لیے بھی مکیش کے انداز و اطوار شرمندگی اور خفت کا باعث ہوتے تھے۔ وہ گویا بولی وڈ کی مشہور شخصیات سے ملنے کے شوق میں مرا جاتا تھا۔ صرف بولی وڈ والوں سے ہی نہیں، بلکہ دیگر بڑے بڑے دولتمندوں اور معاشرے کے ممتاز یا اہم افراد سے ملنے کا بھی اسے بے پناہ شوق تھا۔

اس نے ریکھا سے فرمائشیں بھی شروع کر دی تھیں کہ وہ اسے ایسے لوگوں سے ملوایا کرے اور ایسی پارٹیوں میں ضرور جایا کرے اور شوہر کو بھی ساتھ لے جایا کرے جہاں بڑے لوگوں کی موجودگی کا امکان ہو۔ ایک بار وہ دونوں گاڑی میں راجیو گاندھی کے فارم ہاؤس کے قریب سے گزر رہے تھے تو مکیش نے فرمائش کر دی کہ ریکھا ابھی اور اسی وقت اسے راجیو گاندھی سے ملوا دے۔ اس نے صرف فرمائش ہی نہیں کی بلکہ اصرار شروع کر دیا۔ ریکھا نے بڑے تحمل سے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ راجیو گاندھی سے اس کی واقفیت ضرور تھی مگر ایسی دوستی نہیں تھی کہ وہ پیشگی، ملاقات کا وقت طے کیے بغیر، رات کو اس طرح منہ اُٹھا کر اس کے فارم ہاؤس پر اپنے شوہر کو اس سے ملوانے لے جائے۔ ریکھا نے اس کی یہ فرمائش پوری کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

تاہم اس کی یہ فرمائشیں جاری رہیں کہ ریکھا اسے "کام کے" اور "بڑے" لوگوں سے ملوایا کرے۔ ایک بار گوالیار میں ایک کرکٹ میچ ہو رہا تھا جسے ایک مشہور شخصیت آرگنائز کر رہی تھی۔ مکیش نے فوراً پروگرام بنا لیا کہ وہ کرکٹ میچ دیکھنے چلتے ہیں تاکہ ریکھا اسے اس مشہور شخصیت سے ملوا سکے۔ اس کا کہنا تھا "وہ آدمی میرے کاروبار کے لیے بڑا فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔"

مکیش گوالیار میں ایک فیکٹری لگانے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ ریکھا نے قدرے ناگواری سے کہہ دیا "مجھے اپنے کاروبار میں مت گھسیٹو۔"

مکیش گویا برا مناتے ہوئے بولا "میرا کاروبار کیا تمہارا کاروبار نہیں ہے؟ میرے کاروبار سے کیا تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے؟ میری ترقی سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے؟"

ریکھا نے اس سے بحث نہیں کی لیکن اس قسم کی فرمائشیں اب اس کے مزاج پر بہت گراں گزرنے لگی تھیں۔

ازدواجی زندگی میں دراڑیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ شادی کو تین مہینے ہی گزرے تھے اور ریکھا خیالوں، خوابوں کی دُنیا سے باہر آ گئی تھی۔ حقائق بہت تلخ اور دل شکن تھے۔ ریکھا ایک عجیب کشمکش میں پھنس گئی تھی۔ اب وہ اپنے شناساؤں، دوستوں اور بولی وڈ کے لوگوں کو کس منہ سے بتاتی کہ مکیش کس قسم کا آدمی ثابت ہو رہا تھا۔ ریکھا تو اپنے انٹرویوز میں اسے ایک آئیڈیل شوہر اور اپنی شادی کو اپنے خوابوں کی تعبیر کہہ چکی تھی۔ شادی سے پہلے اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ مکیش ڈپریشن کا مریض ہے اور بہت سی دوائیں کھاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ریکھا کو شادی کی حسرت تھی اور اس نے شادی شدہ زندگی کے بارے میں بہت سے خواب دیکھے تھے لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کے خوابوں کی تعبیر ایسی ہو گی۔ اب تو وہ اکثر دل ہی دل میں اپنے آپ سے پوچھتی رہتی تھی۔ "کیا یہ تھی وہ شادی جس کے لیے میں مری جا رہی تھی؟"

سر دست مسئلے کا کوئی حل اس کی سمجھ میں نہ آیا تو اس نے اپنے اور مکیش کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ وہ اس کا فون ریسیو نہ کرتی۔ ڈپریشن کے مریض مکیش کے لیے یہ ایک اور بڑا جھٹکا تھا۔ شاید اس کا وہ صدمہ اُبھر آیا تھا جو اس نے اس وقت محسوس کیا تھا جب کٹی اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ جب ریکھا سے اس کے رابطے کی کوششیں ناکام ہو گئیں تو اس نے میڈیا سے باتیں کرنا شروع کر دیں جس کے نتیجے میں اس قسم کی سرخیاں اخباروں رسالوں میں نمودار ہونے لگیں:

'ریکھا کی اصلیت کھل گئی'

'ریکھا کے شوہر کا حیران کن ماضی'

'ریکھا اور مکیش کے درمیان خلیج'

مکیش کا خیال تھا کہ اس قسم کی باتوں سے ریکھا پر دباؤ پڑے گا اور وہ اس کے پاس لوٹ آئے گی مگر نتیجہ اس کی توقعات کے برعکس نکلا۔ ریکھا نے اس سے ملنا یا رابطہ کرنا بالکل ہی ختم کر دیا اور وہ گویا اپنے خول میں بند ہو کر رہ گئی۔ اگر اسے مکیش سے کوئی اچھی اُمید تھی تو وہ بھی ختم ہو گئی۔ رابطہ مکمل طور پر ختم ہوا تو مکیش کی حالت اور بھی خراب ہو گئی۔ وہ دیوانوں کی طرح اس سے ملنے کی کوششیں کرنے لگا۔ وہ لوگوں کے سامنے رونے دھونے لگا کہ کسی طرح اسے ریکھا سے ملا دیا جائے۔ وہ ریکھا کو مسلسل فون کرتا رہتا لیکن ریکھا فون ریسیو نہ کرتی۔

آخرکار ایک بار مکیش اپنے بڑے بھائی انیل گپتا کی بیوی کے ساتھ ممبئی آیا اور اس کے ذریعے اس نے ریکھا سے رابطے کی کوشش کی۔ ان کا قیام ہوٹل میں تھا۔ مکیش کی بھابی نے بیسیوں مرتبہ ریکھا کو فون کیا لیکن ریکھا نے فون ریسیو نہیں کیا۔ آخرکار مکیش اور اس کی بھابی نے فیصلہ کیا کہ وہ ریکھا کے گھر چلتے ہیں جو بینڈرا کے علاقے میں، بینڈ اسٹینڈ کے قریب تھا۔

وہ ریکھا کے گھر پہنچے تو ان کی ملاقات ریکھا کی سیکرٹری فرزانہ سے ہوئی۔ فرزانہ، ریکھا کی بہت ہی زیادہ وفادار سیکرٹری... بلکہ شاید سیکرٹری سے بڑھ کر کچھ تھی۔ فلم انڈسٹری میں مشہور تھا کہ ریکھا، فرزانہ سے پوچھے بغیر کچھ نہیں کرتی۔ زندگی بے شک ریکھا کی تھی لیکن اس زندگی کی باگ ڈور فرزانہ کے ہاتھ میں تھی۔ وہی اس کے تمام معاملات دیکھتی تھی، وہی اس کا گھر چلاتی تھی، وہی اس کی فلموں کے معاہدے کرتی تھی، وہی روپے پیسے کا حساب کتاب رکھتی تھی۔

فرزانہ نے بڑی نرمی سے مکیش کو سمجھایا کہ اگر ریکھا اس سے ملنا نہیں چاہتی تو وہ کیوں اس کے پیچھے پڑ کر اپنی عزت اور وقار کم کرتا ہے؟ اس نے یہ بھی بتایا کہ اس وقت ریکھا گھر پر نہیں ہے۔ اسی دوران ایک گارڈ اندر آیا اور اس نے بتایا "میڈم ریکھا آ گئی ہیں۔"

مکیش نے یہ سنا تو اُٹھ کر باہر کی طرف بھاگا۔

(جاری ہے)

مکیش روتا اور اسے پکارتا اس کی گاڑی کے پیچھے بھاگ رہا تھا

مکیش کی بھابی اس کے پیچھے پیچھے گیٹ تک آئیں۔ دونوں نے دیکھا کہ ریکھا گاڑی سے اتر رہی تھی لیکن جیسے ہی ریکھا کی نظر مکیش پر پڑی، وہ اُلٹے قدموں واپس ہو گئی اور گاڑی میں بیٹھ کر تیزی سے وہاں سے روانہ ہو گئی۔ اس وقت ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ مکیش دونوں بازو پھیلا کر دیوانوں کی طرح ریکھا کو پکارتا گاڑی کے پیچھے دوڑا۔ وہ رو بھی رہا تھا۔ بارش کی بوندیں اس کے چہرے پر پھسل رہی تھیں اور اس کے آنسو ان بوندوں میں مدغم ہو رہے تھے۔ ریکھا کو شاید اس کی یہ حالت نظر بھی آئی ہو لیکن اس نے گاڑی نہیں روکی اور چند لمحوں میں ہی اس کی گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ چیخ چیخ کر مکیش کا گلا بیٹھ گیا اور وہ سر سے پاؤں تک بارش میں بھیگ گیا۔ اس کی حالت قابلِ رحم تھی۔ ریکھا اس نتیجے پر پہنچ چکی تھی کہ اس کے لیے زندگی بھر مکیش کے ساتھ رہنا ممکن نہیں ہے۔ اس نے طلاق کے کاغذات تیار کرانے شروع کر دیئے تھے۔ دل ہی دل میں فیصلے پر پہنچ جانے کے بعد ریکھا نے اپنے کام اور کیریئر کی طرف یکسوئی سے توجہ دینا شروع کی۔ ان دنوں اس کے پاس سنیل دت کی فلم ''یہ آگ کب بجھے گی؟'' تھی۔ اس کے علاوہ وہ ''میرا پتی صرف میرا ہے'' بھی کر رہی تھی۔ دونوں ہی فلمیں ناکام ثابت ہوئیں۔ اگست 1990ء میں خبر آئی کہ مکیش اگروال نے ڈپریشن کی حالت میں زیادہ تعداد میں خواب آور گولیاں کھا کر خودکشی کی کوشش کی تھی لیکن اسے بچا لیا گیا تھا۔

فلمی رسالے ''اسٹار ڈسٹ'' نے اس پر جلی سرخی لگائی ''ریکھا نے مکیش اگروال کو خودکشی پر مجبور کر دیا۔''

چند دن بعد ریکھا نے مکیش کو فون کیا اور تحمل سے اسے سمجھانے کی کوشش کی ''جب یہ صاف نظر آ رہا ہو کہ ایک شادی کو کامیاب ہونا ہی نہیں ہے تو انسان اسے کامیاب بنانے کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں کیمرے کے سامنے اداکاری ضرور کرتی ہوں لیکن حقیقی زندگی میں یہ اداکاری نہیں کر سکتی کہ میری شادی بڑی کامیاب جا رہی ہے۔ جب اس تعلق کا کوئی مستقبل ہی نہیں ہے تو اسے زبردستی طول دینے کا کیا فائدہ؟''

مکیش کے دوست نیرج کمار اس زمانے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ''مکیش اگروال شادی سے پہلے ہی خطرناک حد تک ڈپریشن کا مریض تھا اور اس کی نفسیات میں بہت سی پیچیدگیاں تھیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ شادی سے اس کی حالت میں کچھ بہتری آئی تھی۔ وہ کئی بار خودکشی کی ناکام کوششیں کر چکا تھا۔ اکثر وہ دوستوں کو فون کر کے یہی کہتا تھا کہ وہ زندگی سے تنگ آ چکا ہے اور اس کا خاتمہ کرنے جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھ سمیت اس کے کئی دوست اس کی اس عادت سے تنگ آ چکے تھے۔ ایک بار تو اس نے اپنے ہی گھر کے سوئمنگ پول میں خود کو ڈبونے کی کوشش کی لیکن ملازموں نے بروقت اسے دیکھ لیا اور سوئمنگ پول سے نکال لیا۔''

10 ستمبر 1990ء کو مکیش نے ریکھا کو فون کیا تو ریکھا نے ریسیو کر لیا۔ دونوں کے درمیان خاصی دیر کی گفتگو کے بعد آخر کار یہ طے پا گیا کہ باہمی رضامندی سے طلاق کی کارروائی مکمل کر لی جائے گی۔ شادی کو صرف چھ ماہ گزرنے کے بعد دونوں کے راستے جدا ہو گئے تھے۔ 26 ستمبر کو ریکھا ایک اسٹیج شو میں حصہ لینے کے لیے امریکا روانہ ہو گئی۔

مکیش کے بھائی انیل گپتا دوسری طرف کا احوال بتاتے ہوئے کہتے ہیں ''2 اکتوبر 1990ء کو، جبکہ مکیش کے ساتھ ریکھا کی شادی کو تقریباً سات ماہ گزر چکے تھے، میں نے مکیش کو ذرا خوش دیکھا۔ اس روز وہ صبح جلدی اُٹھ گیا اور نیچے میرے کمرے میں آیا۔ ہم نے ناشتا اکٹھے کیا اور اس نے میری بیوی سے یہ بھی کہا کہ بھابی، دوپہر کا کھانا تیار رکھیے گا، میں ڈیڑھ بجے گھر آؤں گا۔''

وہ گھر سے نکل کر اپنی پرانی دوست آکاش بجاج سے ملنے گیا۔ وہاں سے اپنے فارم ہاؤس ''بسیرا'' گیا۔ حسب وعدہ ڈیڑھ بجے گھر آ کر اپنی بھابی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانے کے بجائے اس نے فارم ہاؤس کے خانساماں سے کہا کہ اسے سخت بھوک لگی ہے، وہ اس کی پسند کا کھانا تیار کرے، فی الحال وہ سونے جا رہا ہے، جب کھانا تیار ہو جائے تو اسے جگا دیا جائے۔ یہ کہہ کر وہ سونے کے لیے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اس کمرے سے اس کی اور ریکھا کی نہ جانے کتنی یادیں وابستہ تھیں۔

ان کی رفاقت کی خوشبو شاید اس وقت تک بھی اس کمرے میں رچی ہو مگر وہ مکیش کے محسوسات میں گدگدی پیدا کرنے کے بجائے اس کے زخموں پر نمک کا کام دے رہی ہو۔ کوئی بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس کمرے میں جا کر ایک ایسے شخص کے محسوسات کیا رہے ہوں جس کی نفسیات میں پہلے ہی سے بہت سی پیچیدگیاں موجود ہوں۔ مکیش صبح سے شاید اس لیے اپنا موڈ خوشگوار ظاہر کر رہا تھا کہ کوئی اس کے اصل ارادے نہ جان سکے۔ اس نے ایک طرح سے اپنے چہرے پر خوشی کا نقاب چڑھایا ہوا تھا۔ اندر ہی اندر شاید وہ مایوسی اور دل شکستگی کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ تاہم اس نے کسی کو شبہ تک نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ درحقیقت کیا کرنا چاہتا تھا۔

اس نے ریکھا کا ایک دوپٹا لیا۔ اس کے ایک سرے پر پھندا بنا کر اپنے گلے میں ڈالا اور بیڈ کے سرہانے چڑھ کر دوسرا سرا چھت کے پنکھے سے باندھ کر، اپنے تیار کردہ اس پھانسی کے پھندے میں لٹک گیا۔ اس طرح اس نے اپنی جان دے دی۔ اس کی لاش دیکھنے والوں کا کہنا تھا کہ اگر وہ چاہتا تو بیڈ پر پاؤں ٹکا کر مرنے سے بچ سکتا تھا، کیونکہ اس کے پاؤں بیڈ تک پہنچ رہے تھے لیکن اس نے یقیناً اپنی ٹانگیں موڑ کر پاؤں اس وقت تک اُوپر رکھے، جب تک اس کی جان نہیں نکل گئی۔ یوں اس نے لوگوں کا یہ ''شکوہ'' دور کر دیا کہ وہ اکثر انہیں خودکشی کے ارادے کی اطلاع دے کر پریشان کرتا رہتا تھا اور اس کی خودکشی کی کوشش کبھی کامیاب نہیں ہوتی تھی۔ اس روز اس نے کسی کو اپنے ارادے کی اطلاع دے کر پریشان نہیں کیا اور اس کی کوشش بھی کامیاب ہو گئی۔

نیرج کمار اس وقت دہلی میں پولیس کے ڈپٹی کمشنر ساؤتھ تھے۔ انہیں مکیش کی خودکشی کی اطلاع ملی تو ساتھ ہی یہ خبر بھی ملی کہ مکیش کی لاش کو ان کے گھر والے فارم ہاؤس سے اس کے بھائی کے گھر لے گئے ہیں، جو سول لائنز میں تھا۔ یعنی خودکشی کا وقوعہ کسی اور علاقے میں ہوا تھا اور پولیس کی آمد سے پہلے لاش کسی اور علاقے میں پہنچ گئی تھی جبکہ پولیس کا جائے وقوعہ پر پہنچ کر لاش کو اپنی تحویل میں لینا اور اس کا پوسٹ مارٹم کرانا ضروری تھا۔ بہرحال نیرج کمار نے صورت حال کو کسی نہ کسی طرح سنبھال لیا۔

صورت حال کا سامنا کرنا جس کے لیے سب سے مشکل ہو گیا، وہ ریکھا تھی۔

1986ء میں ایک فلم ''نگینہ'' بنی تھی جس میں سری دیوی نے ایک ''اِچّھا دھاری ناگن'' کا رول کیا تھا۔ یہ وہی پرانا آئیڈیا تھا جس کے مطابق کوئی مخصوص ناگن جب چاہتی تھی، عورت کا روپ دھار لیتی تھی اور جب چاہتی تھی، دوبارہ ناگن بن جاتی تھی۔ اس فلم نے سری دیوی کو اسٹار بنانے میں مدد دی تھی۔ اس دوران ریکھا نے اداکاری اور میک اَپ وغیرہ کے سلسلے میں سری دیوی کو بہت سے مشورے دیئے تھے اور اس کی رہنمائی کی تھی، جس پر سری دیوی ہمیشہ اس کی شکر گزار رہی تھی۔ وہ سری دیوی کا فلمی دُنیا میں ابتدائی زمانہ تھا۔

اس کے بعد 1990ء میں ''شیش ناگ'' بنی جسے کافی حد تک ''نگینہ'' ہی کا سیکوئیل یا ''پارٹ ٹو'' کہا جا سکتا تھا۔ اس میں ''اِچّھا دھاری ناگن'' کا کردار ریکھا کے حصے میں آیا تھا۔ یہ بڑے بجٹ کی فلم تھی۔ اس کے ریلیز ہونے کے کچھ عرصے بعد ہی مکیش کی خودکشی کا واقعہ رُونما ہو گیا۔ ریکھا نے فلم میں ناگن کا رول کیا تھا لیکن مکیش کی خودکشی کے بعد یوں لگنے لگا جیسے حقیقی زندگی میں ریکھا کو ناگن کا خطاب ملنے کے عمل کا آغاز ہو گیا تھا۔ مکیش کی خودکشی کی خبر شہ سرخیوں میں چھپی تھی۔ اس کے بعد سینما گھروں پر فلم ''شیش ناگ'' کے پوسٹر پر، ریکھا کے چہرے پر لوگوں نے کالک یا سیاہی ملنا شروع کر دی۔ بعض جگہوں پر ریکھا کی تصویر پر گوبر وغیرہ بھی پھینک دیا گیا۔

بات صرف یہیں تک محدود نہیں رہی۔ پورے ملک میں گویا ریکھا کے لیے نفرت و ملامت کی ایک مہم شروع ہو گئی۔ ریکھا، مکیش کی آخری رسوم میں بھی شریک نہیں ہوئی۔ وہ اس وقت اسٹیج شو کے سلسلے میں امریکا میں تھی۔ نیویارک میں اسے جونہی مکیش کی موت کی خبر ملی، اس نے انیل گپتا کی بیوی کو فون کیا، جسے وہ ''مٹھو بھابی جی'' کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔ انہوں نے گفتگو کے آخر میں ریکھا سے کہا ''تم اپنا خیال رکھنا، ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔'' لیکن یہ صرف کہنے کی بات تھی۔ عملی زندگی میں درحقیقت کچھ اور ہی ہونے جا رہا تھا۔

پریس کے لیے مکیش کی خودکشی کی خبر بے حد سنسنی خیز تھی۔ اخبارات و رسائل اس پر ٹوٹ پڑے۔ اس سلسلے میں ریکھا کے لیے ان کا رویہ بے رحمانہ تھا۔ اس قسم کی سرخیاں لگ رہی تھیں ''ریکھا... ایک منحوس بیوہ۔'' ''مکیش کی خودکشی کے پیچھے چھپی بھیانک سچائی۔'' دہلی کے اُونچے طبقات اور ممبئی کی فلم انڈسٹری میں صاف طور پر کہا جا رہا تھا کہ مکیش نے خودکشی نہیں کی، درحقیقت ریکھا نے اسے قتل کیا ہے۔ یہ فیصلہ سنانے کے بعد لوگ ریکھا کی خوب مذمت کرتے تھے، اسے برا بھلا کہتے تھے۔

مکیش اگروال کی ماں نے روتے ہوئے کہا۔ ''وہ ڈائن میرے بیٹے کو کھا گئی۔ بھگوان اسے کبھی معاف نہیں کرے گا۔'' اخبارات و رسائل نے اس قسم کے الفاظ سے بھی سرخیاں بنائیں۔

مکیش کے بھائی انیل گپتا نے بھی پریس کے سامنے غصیلے لہجے میں کہا ''میرا بھائی ریکھا سے سچی محبت کرتا تھا۔ اس کے لیے محبت زندگی اور موت کا مسئلہ تھی۔ ریکھا اس کے ساتھ جو کچھ کر رہی تھی، وہ اس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ اب وہ کیا چاہتی ہے؟ کیا اسے ہماری دولت چاہیے؟'' آکاش بجاج نے بھی کچھ اسی قسم کا تبصرہ کیا۔ ''مجھے اس شخصیت پر بہت غصہ آ رہا ہے جو مکیش کی موت کی ذمّے دار ہے۔ میں اس سے پوچھنا چاہتی ہوں، اس نے ایسا کیوں کیا؟''

دیپتی نول نے بھی کچھ اسی قسم کی بات کی۔ اس کا کہنا تھا ''ریکھا کو شاید یہ بھی احساس نہیں کہ مکیش کی صورت میں اس نے اس شخص کو کھو دیا ہے جو دُنیا میں اس کا واحد اور حقیقی چاہنے والا تھا۔ ریکھا جو بھی تھی، جیسی بھی تھی، اس کا ماضی جیسا بھی تھا، مکیش نے ان سب باتوں کو نظر انداز کر کے اسے قبول کیا تھا۔ جس طرح مکیش نے اسے چاہا تھا، اس طرح چاہے جانے کا، ریکھا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے مکیش کو فون پر رو رو کر فرزانہ کی منتیں کرتے دیکھا تھا کہ وہ ریکھا سے اس کی بات کرا دے لیکن ریکھا فون بھی نہیں سنتی تھی۔ فرزانہ کہتی تھی کہ ریکھا کے وکیلوں نے اسے تم سے بات کرنے سے منع کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ قصور صرف ریکھا کا ہے لیکن وہ اگر اتنی سفاکی نہ دکھاتی تو شاید نوبت مکیش کی خودکشی تک نہ پہنچتی۔''

فلم انڈسٹری کی طرف سے بھی اس افسوسناک واقعے پر ریکھا کے خلاف شدید ردّ عمل سامنے آ رہا تھا۔ پروڈیوسر اور ڈائریکٹر سبھاش گھئی نے کہا ''ریکھا نے فلم انڈسٹری کے چہرے پر ایسی کالک ملی ہے جس کا صاف ہونا بہت مشکل ہو گا۔ میرے خیال میں آئندہ کوئی بھی باعزت گھرانہ فلم انڈسٹری کی لڑکی کو اپنی بہو بنانے سے پہلے ہزار بار سوچے گا۔ ریکھا نے اپنے کیریئر کو بھی خطرے میں ڈال دیا ہے۔ کوئی بھی باضمیر ڈائریکٹر شاید آئندہ اسے اپنی فلم میں کاسٹ نہ کرے۔ فلمی شائقین بھی اب کیسے اسے فلموں میں 'بھارت کی ناری' یا 'انصاف کی دیوی' وغیرہ کے طور پر قبول کریں گے؟''

انوپم کھیر، جو اس وقت تک ریکھا کے ساتھ کئی فلموں میں کام کر چکے تھے، انہوں نے بھی یوں اظہار خیال کیا ''وہ اب پوری قوم کے لیے ایک ہیروئن نہیں رہی، بلکہ ''ویمپ'' بن چکی ہے۔ میری پیشہ ورانہ اور ذاتی رائے یہ ہے کہ اس کا کیریئر ختم ہو گیا ہے۔ میں خود اپنے بارے میں نہیں کہہ سکتا کہ اگر مجھے اس کے مقابل، کیمرے کے سامنے کھڑے ہو کر کام کرنا پڑے تو میں کیسے کروں گا؟''

(جاری ہے)

itsurdu.blogspot.com
وہ حالات سے
ہار ماننے والی نہیں تھیں
دیکھا کی داستانِ حیات
itsurdu.blogspot.com

ریکھا کے خلاف نفرت پورے ملک میں پھیل گئی تھی۔ اسے شوہر کی قاتل، ڈائن اور نہ جانے کیا کچھ سمجھا جا رہا تھا۔ اسے فلمیں ملنا بند ہو گئی تھیں اور ایسا لگ رہا تھا جیسے بولی وڈ نے بھی اس کے خلاف اتحاد کر لیا تھا۔ عوام بھی گویا اس کے پرستار نہیں رہے تھے۔ اس کی فلم ”شیش ناگ“ بری طرح فلاپ ہو گئی تھی۔ یہ صورتحال کسی بھی فنکار کے لئے نہایت دل شکن اور مایوس کن ہو سکتی تھی اور وہ ہمیشہ کے لئے گمنامی کے اندھیروں میں کھو سکتا تھا لیکن ریکھا حالات سے ہار ماننے والی نہیں تھی۔ وہ اپنی بقا کی جنگ لڑنا جانتی تھی۔ وہ اس سے پہلے بھی نامساعد حالات کا مقابلہ کر چکی تھی اور فتح یاب رہی تھی۔ اس نے زندگی میں بہت سے دکھ درد، مشکلات اور صدمے دیکھے تھے۔ ان حالات کی وجہ سے اس نے اپنی شخصیت کو ٹوٹنے پھوٹنے نہیں دیا تھا بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہو کر ابھری تھی۔ اس سارے پس منظر سے آگاہی کے لئے ہمیں ماضی میں جھانکنا ہو گا۔

☆...☆...☆

چنائے جو کبھی مدراس کہلاتا تھا، اس کے ایک مشہور چوراہے پر آج ایک لگژری ہوٹل کی عمارت سر اٹھائے کھڑی ہے۔ یہ ”پارک ہوٹل“ ہے۔ شہر کے پرانے رہنے والوں کو یاد ہے کہ عین اسی جگہ پر کسی زمانے میں ”جمنائی اسٹوڈیو“ ہوا کرتا تھا۔ یہ ایک مشہور فلم اسٹوڈیو تھا اور 1940ء کی دہائی سے 1950ء کی دہائی تک کا زمانہ گویا اس اسٹوڈیو کا سنہرا دور تھا۔ جن لوگوں نے وہ اسٹوڈیو دیکھا تھا، وہ اگر آج بھی شاندار اور پُر تعیش ”پارک ہوٹل“ کی راہداریوں سے گزرتے ہیں تو اس کے در و دیوار انہیں گویا خاموشی کی زبان میں ماضی کی کہانیاں سناتے محسوس ہوتے ہیں۔ انہی میں سے ایک کہانی ”بھانو ریکھا گنیشان“ کی ہے۔ اس کہانی کو شروع سے جاننے کے لئے ہمیں 1947ء میں جانا ہو گا۔

اس زمانے میں جمنائی اسٹوڈیو کے مالک ایس ایس وسن اور پشپاولی نامی ایک اداکارہ کے درمیان تعلق کے چرچے عام تھے اور اسٹوڈیو کی راہداریوں میں اکثر ان دونوں کے بارے میں باتیں ہوتی تھیں۔ پشپاولی دو بچوں کی ماں تھی۔ ایک لڑکا بابو جی اور لڑکی راما۔ اداکارہ پشپاولی کے، جمنائی اسٹوڈیو کے مالک ایس ایس وسن سے پہلے بھی کسی سے تعلقات تھے اور یہ دونوں بچے انہی تعلقات کی پیداوار تھے۔ 30 سالہ پشپاولی میں محبت اور کیریئر، دونوں میدانوں میں ہر قیمت پر آگے بڑھنے کا جذبہ موجود تھا۔

ایس ایس وسن جو بھی فلمیں بناتا تھا، پشپا ان کی اسٹار ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ عملی طور پر اسے وسن کی بیوی کی حیثیت حاصل تھی لیکن وہ سچ مچ اس کی بیوی نہیں تھی کیونکہ وسن پہلے سے شادی شدہ تھا۔ وہ پشپا کو ہر چیز دے سکتا تھا... اور دیتا تھا... لیکن اپنا خاندانی نام نہیں دے سکتا تھا۔ اسی زمانے میں ”مدراس کرسچین کالج“ میں ایک نوجوان کیمسٹری پڑھاتا تھا۔ یکایک ہی اس کا دل کیمسٹری کے فارمولوں سے بیزار ہوا اور اس نے فلمی دنیا میں قسمت آزمائی کی ٹھانی۔ وہ جمنائی اسٹوڈیو میں پروڈکشن ایگزیکٹو کے طور پر ملازم ہو گیا۔ اتفاق سے اسے ایک تامل فلم ”مس مالنی“ میں چھوٹا سا رول کرنے کا موقع بھی مل گیا۔ اس فلم کی ہیروئن پشپاولی تھی۔

فلم کی شوٹنگ میں وقفوں کے دوران پشپا اور کیمسٹری کا یہ سابق لیکچرر ایک دوسرے کے قریب آتے دکھائی دینے لگے۔ ایس ایس وسن کو اسٹوڈیو میں زیادہ تر لوگ ”باس“ کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ باس کی عین ناک کے نیچے اس کی محبوبہ اور ایک نووارد ملازم کے درمیان پینگیں بڑھ رہی تھیں۔ ”مس مالنی“ ہٹ ہو گئی۔ وسن کا حوصلہ بڑھا اور اس نے اردو فلم بنانے کا ارادہ کر لیا۔ 1951ء میں اس نے ”سنسار“ کے نام سے فلم بنائی۔ اس کی ہیروئن بھی پشپاولی تھی اور یہ فلم بھی ہٹ ثابت ہوئی۔ اب پروڈیوسر اور اداکارہ کی یہ جوڑی ممبئی کی فلم انڈسٹری میں بڑے پیمانے پر فلمسازی کے خواب دیکھنے لگی۔ وسن نے دلیپ کمار اور دیو آنند کو اپنی اگلی اردو فلم کے لئے سائن کر لیا جس کا نام ”انسانیت“ رکھا گیا۔ اس فلم کے اعلان کے ساتھ ہی فلمی حلقوں میں اس کے چرچے ہونے لگے۔ وسن اس میں بھی پشپا ہی کو ہیروئن کے طور پر پیش کرنا چاہتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر ”انسانیت“ ہٹ ہو گئی تو ممبئی کی فلم انڈسٹری میں پشپا ایک بڑی اسٹار بن جائے گی۔ مگر پشپا کو ”انسانیت“ کی ہیروئن بنانے سے پہلے وسن نے اس کے سامنے ایک شرط رکھ دی۔ شرط یہ تھی کہ پشپا اس کے اور کیمسٹری کے سابق لیکچرر میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لے۔ پشپا نے اس سابق لیکچرر کا انتخاب کر لیا جو نوجوان تھا۔ اس کا نام رام سوامی گنیشان تھا۔

اس نے اسٹوڈیو کی ملازمت چھوڑ دی لیکن اپنے نام میں تبدیلی کر کے اس اسٹوڈیو کا نام اپنے نام کے ساتھ لگا لیا جہاں اس نے نیا کیریئر شروع کیا تھا۔ یعنی اب وہ رام سوامی گنیشان کی بجائے ”جمنائی گنیشان“ بن گیا۔ یہ اس کی نئی شناخت تھی۔ آنے والے سالوں میں وہ تامل فلموں کا سب سے بڑا اسٹار بن گیا۔ اسے تامل فلموں کا ”شہنشاہ رومانس“ کہا جاتا تھا۔ وہ اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں تو شہنشاہ جذبات ذرا کم ہی تھا لیکن نجی زندگی میں واقعی وہ شہنشاہ جذبات تھا۔ اس کے موٹے موٹے نین نقش اور سانولی رنگت میں یقیناً عورتیں کشش محسوس کرتی تھیں اور اس کی طرف کھنچی چلی آتی تھیں۔ جمنائی گنیشان کھلی بانہوں کے ساتھ انہیں خوش آمدید کہتا تھا۔ تامل فلموں میں وہ کم و بیش 20 سال تک ایک رومانی ہیرو کے طور پر بے حد مقبول رہا اور نجی زندگی میں بھی اس نے متعدد خواتین کے دلوں پر راج کیا۔

پشپاولی کے ساتھ جمنائی کی جوڑی بے حد کامیاب رہی۔ انہوں نے کئی فلموں میں ایک ساتھ کام کیا اور وہ فلمیں کاروباری طور پر کامیاب رہیں۔ فلمی دنیا میں ان کی فلموں کے ساتھ ساتھ ان کے معاشقے کے بھی چرچے رہتے۔ وہ دونوں اکثر ساتھ ہی نظر آتے لیکن جمنائی کبھی پشپا کے ساتھ شادی نہیں کر سکا کیونکہ وہ پہلے سے شادی شدہ تھا۔ اس کی بیوی کا نام الامیلو تھا لیکن وہ ”بوب جی“ کی عرفیت سے مشہور تھی۔ پشپا کی زندگی میں ایک بار پھر وہی کہانی دہرائی جا رہی تھی۔ وہ وسن کی زندگی میں بھی ”دوسری عورت“ یا ”باہر والی“ تھی اور جمنائی کی زندگی میں بھی وہ ”دوسری عورت“ ہی تھی۔

یہ کردار پشپا نے اپنی خوشی سے قبول نہیں کیا تھا۔ حالات کا بہاؤ اسے رفتہ رفتہ اس طرف لے گیا تھا۔ وسن سے بھی اس نے شادی کی امید پر ہی تعلق استوار کیا تھا۔ لیکن شادی کی نوبت نہیں آ سکی۔ پھر جب وسن اسے ممبئی کی فلم انڈسٹری میں ایک بڑی اسٹار بنانے کے وعدے کے ساتھ لے جا رہا تھا تو اس نے اسی امید پر اپنے روشن مستقبل کے خوابوں کو خیر باد کہہ دیا تھا کہ بڑی ہیروئن بننے کے بجائے شاید وہ جمنائی کی بیوی بننے میں کامیاب ہو جائے۔ اسی لئے اس نے وسن کو چھوڑ کر جمنائی کا ہاتھ تھام لیا تھا... مگر اس بار بھی اس کے خواب کو تعبیر نہیں مل سکی تھی۔ دلہن وہ اس بار بھی نہیں بن سکی تھی۔ اس بار بھی وہ صرف محبوبہ ہی رہی تھی۔

اکتوبر 1954ء میں ان کے ہاں پہلی بیٹی پیدا ہوئی، اس کا نام بانو ریکھا رکھا گیا!

بغیر شادی کے پیدا ہونے والی اس بچی کے بارے میں بہت سی باتیں بنیں۔ بڑی چہ مگوئیاں ہوئیں۔ اس کے بعد بھی زندگی بھر اس کے بارے میں باتیں بننا اور چہ مگوئیاں ہونا شاید اس بچی کا مقدر تھا۔ اب تک اس کی طرف انگلیاں اٹھتی ہی رہتی ہیں، باتیں ہوتی ہی رہتی ہیں لیکن وہ سر جھکائے زندگی کا سفر جاری رکھتی ہے۔ ہو سکتا ہے کسی بات پر اس کا دل خون ہوتا ہو، اس کی روح زخمی ہوتی ہو، مگر وہ کسی سے کچھ نہیں کہتی، کسی سے کوئی شکوہ نہیں کرتی۔

1950ء کی دہائی میں ہندوستانی معاشرے میں شادی کے بغیر بچوں کا پیدا ہونا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ایسے بچوں اور ان کی ماؤں کو معاشرے میں بہت سی دشواریوں اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ جس وقت ریکھا اس دنیا میں آئی، جمنائی ان دنوں گھر سے دور ایک تامل فلم کی شوٹنگ کر رہا تھا جس میں اس کا ڈبل رول تھا۔ اس مناسبت سے اس کے مقابل دو ہیروئنیں تھیں جن کے نام ساوتری اور سورابی تھے۔ یہ بے حد کامیاب رہی اور جمنائی کے کیریئر میں اہم سنگ میل ثابت ہوئی تاہم اسی دوران اس فلم کی ایک ہیروئن ساوتری سے جمنائی کے معاشقے کی خبریں گردش کرنے لگیں۔

کچھ عرصے بعد خبر آئی کہ دونوں نے میسور کے ایک مندر میں خفیہ طور پر شادی کر لی ہے۔ جمنائی کی پہلی بیوی بوب جی سے ایک بیٹی جس کا نام نارائنی گنیش ہے، اس کا اپنے باپ اور ساوتری کے تعلق کے بارے میں کہنا ہے ”ان کی رفاقت بارہ سال قائم رہی جس کی بنیاد شادی پر تھی۔ ان کا ایک باقاعدہ گھر تھا اور ان کے بچے بھی ہوئے۔ ان کی شادی نے ان کی نجی زندگی کو ہی خوبصورت نہیں بنایا بلکہ ان کے کیریئر کو بھی بہتر بنانے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔“ یہ تو خیر بعد کی باتیں ہیں لیکن جب جمنائی اور ساوتری کی شادی کی خبر پشپاولی تک پہنچی تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کے دل پر کیا گزری ہو گی۔ ساوتری نے اپنے نام کے ساتھ ”گنیشان“ لگانا شروع کر دیا تھا جبکہ پشپا کو کبھی اس کی اجازت نہیں مل سکی حالانکہ جبکہ پشپا سے جمنائی گنیشان کی، اس وقت تک دو بیٹیاں ہو چکی تھیں اور پشپا اپنی جوانی اور کیریئر کے کئی سال اس کی نذر کر چکی تھی۔ ریکھا تقریباً دو سال کی تھی، جب ان کے ہاں دوسری بیٹی ہوئی تھی جس کا نام رادھا رکھا گیا تھا۔

اس وقت تک پشپا اور جمنائی کا عشق دم توڑ چکا تھا۔ جمنائی اب پشپا سے ملنے یا اپنی بچیوں کو دیکھنے بھی نہیں آتا تھا۔ انہیں جمنائی کی مصروفیات اور سرگرمیوں کا علم فلمی اخباروں اور رسالوں سے ہوتا تھا۔ ریکھا جو دھیرے دھیرے بڑی ہو رہی تھی، اس کے ذہن پر اس بات کا سب سے زیادہ اثر ہوتا تھا۔ وہ شروع سے ہی ایک حساس اور متجسس بچی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ جمنائی گنیشان اس کا باپ ہے لیکن وہ ان کے گھر نہیں آتا تھا۔ اسے شاید ان ماں بیٹیوں سے کوئی دلچسپی یا محبت نہیں تھی جبکہ وہ اپنی دوسری فیملی سے بے حد پیار کرتا تھا۔ ریکھا کو اندازہ ہو چکا تھا کہ اس کے لئے وہ ایسا باپ تھا جسے وہ باپ کہہ کر پکار بھی نہیں سکتی تھی۔

جذباتی شکست و ریخت اور احساس تنہائی کے اس دور میں پشپاولی نے ایک نیا سہارا ڈھونڈ لیا۔ یہ مدراس فلم انڈسٹری کا ایک کیمرامین ”کے۔ پرکاش“ تھا۔ اس سے تعلق استوار ہونے کے بعد پشپا نے اپنے دستخط بھی ”کے۔ پشپا“ کے نام سے کرنے شروع کر دیئے۔ کے پرکاش سے بھی پشپا کے ہاں دو بچے ہوئے۔ ایک بیٹی، جس کا نام دھن لکشمی رکھا گیا۔ ایک بیٹا، جس کا نام سیشو رکھا گیا۔ یوں اب مجموعی طور پر پشپا کے چھ بچے ہو گئے۔ ایک تو کسی نامعلوم آدمی سے اس کے دو بچے تھے۔ لڑکا بابو جی اور لڑکی راما۔ پھر جمنائی گنیشان سے دو لڑکیاں ریکھا اور رادھا ہو گئیں۔ ان کے بعد کیمرامین پرکاش سے یہ دو بچے ہو گئے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ لڑکی دھن لکشمی اور لڑکا سیشو۔

بعد والے چار بچوں کے بھی باپ اگر عام اور گمنام سے آدمی ہوتے تو شاید ان کے لئے زندگی کچھ آسان ہوتی۔ ریکھا کے لئے خاص طور پر مشکلات تھیں کیونکہ جوں جوں وہ بڑی ہو رہی تھی، فلم انڈسٹری میں اس کے باپ کا نام اور مقام اونچا ہو رہا تھا۔ وہ ساؤتھ کے تین بڑے ہیروز میں شمار ہوتا تھا۔ جن عورتوں سے اس کے تعلقات رہے تھے اور جن سے اس کے ناجائز بچے تھے، انہیں نچلے درجے کے اخبارات اکثر رگیدتے تھے۔ ان کے بارے میں خبریں، مضامین، حتیٰ کہ ان کے انٹرویوز بھی اس انداز میں شائع کئے جاتے تھے جس سے ان کی تضحیک کا پہلو نکلتا تھا یا ان کی دل شکنی ہوتی تھی۔ جمنائی کا ماضی اور یہ باتیں راز بھی نہیں رہ سکتی تھیں۔

برسوں بعد جمنائی نے خود اپنے ایک انٹرویو میں کہہ دیا ”ساوتری بھی میری بیوی نہیں تھی۔ دوسری عورتیں، جن سے میرا نام نتھی کیا جاتا ہے، ان میں سے بھی کوئی میری بیوی نہیں تھی۔ میں محفلوں میں انہیں اپنی بیوی کی حیثیت سے متعارف کراتا تھا، ان سے میرے بچے بھی تھے لیکن قانونی طور پر میرا ان سے کوئی رشتہ نہیں تھا۔ میں نے کبھی ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی نہیں کی۔ میری صرف ایک ہی بیوی ہے جس کا نام بوب جی ہے۔ اس سے میری شادی نوجوانی میں ہوئی تھی۔“

(جاری ہے)

itsurdu.blogspot.com
ریکھا کی داستانِ حیات
ایک تلخ احساس
زندگی بھر
اُس کے ساتھ رہا
itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

قسط:6

جمنائی گنیشان کی بیٹی نارائنی گنیش نے اپنے والد کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے ریکھا کا انٹرویو بھی شامل کیا ہے۔ ریکھا بھی بہر حال جمنائی گنیشان کی بیٹی تھی۔ اس نے اپنے انٹرویو میں باپ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا "گو کہ وہ کبھی ہمارے ساتھ، ہمارے گھر میں نہیں رہے لیکن میں نے ہمیشہ وہاں ان کی موجودگی کو "محسوس" کیا۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گی کہ ہم جہاں بھی جاتے، جو بھی کرتے، یہی محسوس کرتے جیسے وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ میری والدہ اکثر ان کا تذکرہ کرتیں، ان کی پسند ناپسند کے بارے میں بتاتیں۔ اب نہ جانے یہ محبت تھی، لگاؤ تھا یا پھر ان کی مستقل رفاقت سے محرومی کا نتیجہ تھا۔ یہ جو کچھ بھی تھا، بہر حال مثبت تھا اور میری والدہ زندگی بھر میرے والد کا تذکرہ اسی انداز میں کرتی رہیں۔"

باپ کی غیر موجودگی میں ریکھا کے سامنے صرف ماں ہی رہتی تھی، چنانچہ وہ اس کے لیے ماں ہونے کے ساتھ ساتھ باپ کا متبادل بھی تھی۔ دونوں ماں بیٹی کی ایک دُوسرے کے ساتھ قربت غیر معمولی تھی۔ تاہم پشپاولی پر چونکہ بچوں کی کفالت اور گھر بار چلانے کی ذمّے داری بھی تھی، اس لیے اسے شوٹنگز میں مصروف رہنا پڑتا تھا اور کافی وقت اسٹوڈیوز میں گزارنا پڑتا تھا۔ ریکھا کو بھی کم عمری میں ہی، 1966ء میں ایک فلم "رنگولا رتنام" میں کام کرنا پڑا۔ اس وقت اس کی عمر بارہ سال سے بھی کم تھی۔

پشپاولی جب کام کے سلسلے میں اسٹوڈیوز میں ہوتی تو بچّے بے چینی سے گھر پر اس کا انتظار کرتے۔ پشپا پازیب پہنتی تھی۔ وہ جب گھر واپس آتی تو بچّے کچھ دُور سے ہی اس کی پازیب کے گھنگروؤں کی چھنکار سن لیتے اور بھاگ کر دروازے پر پہنچ جاتے۔ جس دن پشپا چھٹی کرتی اور گھر پر رہتی، وہ بچوں کے لیے گویا تیوہار کا دن ہوتا۔ ہر بچہ اس کی گود میں چڑھ کر بیٹھنے کی کوشش کرتا۔ ریکھا اپنے بچپن کو یاد کرتی ہے تو اسے کچھ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ اپنی ماں سے، سب سے زیادہ محبت کرتی تھی۔

جمنائی گنیشان کی تسلیم شدہ بیوی بوب جی سے اس کی بیٹی نارائنی گنیش نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد صحافت کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ وہ اب انڈیا کی جانی پہچانی صحافی ہے۔ ریکھا سے اس کی پہلی ملاقات بچپن میں، کانونٹ اسکول میں ہوئی تھی۔ اس ملاقات کا تذکرہ نارائنی گنیش نے اپنی کتاب میں کچھ یوں کیا ہے "ایک روز اسکول میں ایک لڑکی نے مجھ سے باتیں کرتے کرتے اچانک پوچھا "تم دونوں بہنیں اسکول سے الگ الگ کار میں گھر کیوں جاتی ہو؟" میں یہ سُن کر حیران رہ گئی کیونکہ میری کوئی بہن اس اسکول میں نہیں تھی۔ میری دو بڑی بہنیں اسکول کی تعلیم ختم کر چکی تھیں اور مجھ سے چھوٹی بہن، بہت ہی چھوٹی تھی۔ وہ ابھی شیر خوار تھی۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ وہ لڑکی میری کس بہن کا ذکر کر رہی تھی؟ جب میں نے یہ سوال اس لڑکی سے کیا تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ "آؤ... میں تمہیں اس کے پاس لے چلتی ہوں۔" وہ مجھے سانولی سی ایک لڑکی کے پاس لے گئی جس کے نین نقش تیکھے اور خوبصورت تھے۔ اس کی آنکھوں میں کاجل تھا۔ میں نے اس سے نام پوچھا تو وہ بولی "بانو ریکھا۔" تب میں نے پوچھا "تمہارے والد کا نام کیا ہے؟" وہ بلا تامل بولی "جمنائی گنیشان" مجھے شدید حیرت بھی ہوئی اور صدمہ بھی... میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جمنائی گنیشان تو میرے والد تھے۔ وہ کسی ایسی لڑکی کے والد کیسے ہو سکتے تھے جسے میں جانتی تک نہیں؟"

بہر حال، بعد میں نارائنی کی ملاقات ریکھا کی چھوٹی بہن رادھا سے بھی ہوئی۔ وہ ریکھا کے مقابلے میں خوبصورت تھی۔ نارائنی کو اس میں اپنے باپ کی شباہت زیادہ نظر آئی۔ بہر حال اس انکشاف نے اس کا معصوم سا دل توڑ دیا کہ صرف وہ اور اس کی بہنیں ہی اس کے باپ کی اولاد نہیں تھیں بلکہ اس ولدیت کے کچھ اور دعوے دار، اس شفقت کے کچھ اور حقدار بھی موجود تھے۔ اسکول میں نارائنی سے زیادہ، ریکھا کے لیے صورت حال دل شکن تھی۔ شکل صورت تو اس کی ویسے ہی معمولی تھی، اُوپر سے ان دنوں وہ ذرا موٹی بھی تھی۔ چنانچہ اسے صرف پیٹھ پیچھے ہی نہیں، بلکہ بعض اوقات منہ پر بھی موٹی، بھدّی اور 'لوٹا' کہا جاتا تھا۔ 'لوٹا' تامل زبان میں ناجائز بچّے کو کہا جاتا ہے۔ روزانہ حاضری کے وقت اس کا نام "بانو ریکھا گنیشان" پکارا جاتا تھا تو اسے یوں لگتا تھا جیسے کلاس کی ساری لڑکیاں اس بات کو جھوٹ سمجھتی ہیں کہ جمنائی گنیشان اس کے والد کا نام ہے۔ یہ ایک نہایت تلخ احساس تھا جو زندگی بھر سے ریکھا کے ساتھ ہے۔

اُدھر پشپاولی کی عمر بڑھ رہی تھی اور اس کے لیے فلموں کی آفرز گھٹ رہی تھیں۔ اُوپر سے اسے ریس کھیلنے کی لت لگ گئی تھی۔ یہ لت اسے جمنائی سے لگی تھی لیکن جمنائی سے علیحدگی کے بعد کافی عرصے معمولی حد تک ہی رہی تھی لیکن پھر دھیرے دھیرے بڑھتی چلی گئی۔ نوبت یہ آ گئی کہ ریس کھیلنے کے لیے وہ اپنے جاننے والوں سے اُدھار بھی لینے لگی۔ اس بُری عادت نے اسے قلاش کر دیا۔ مزید بد قسمتی یہ تھی کہ اس دوران وہ بیمار بھی رہنے لگی۔ وہ مکمل زوال کی طرف جا رہی تھی۔ اس کی سب سے بڑی بیٹی راما بھی اکثر بیمار رہتی تھی، جبکہ بیٹا بابو جی، جو ایک اُبھرتا ہوا موسیقار تھا، فلمی دُنیا میں جگہ بنانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ دُوسرے بچّے ابھی اسکول میں تھے۔ پوری فیملی کو تباہ حالی کا سامنا تھا۔

اس دوران ریکھا نوجوانی کی حدود میں قیام رکھ چکی تھی۔ 1968ء کی ایک رات اس نے گھر والوں کے نام ایک رقعہ لکھا جس سے اس کی مایوسی اور دل شکستگی عیاں تھی۔ اس کے بعد اس نے زیادہ تعداد میں خواب آور گولیاں کھا کر خودکشی کی کوشش کی۔ دراصل وہ امتحانات میں ایک بار پھر فیل ہو گئی تھی۔ تعلیم کے میدان میں وہ ہمیشہ سے کمزور چلی آ رہی تھی۔ اکثر کسی نہ کسی مضمون میں، ہر ٹیسٹ میں فیل ہوتی رہتی تھی جس پر ماں سے اسے ڈانٹ پھٹکار سننا پڑتی تھی۔ اس بار سالانہ امتحانات میں دُوسری مرتبہ فیل ہونا اس کے لیے اس قدر شرمندگی کا باعث تھا کہ اس نے موت کے دامن میں منہ چھپانے کی کوشش کی۔

تاہم ڈاکٹروں کی کئی گھنٹوں کی کوششوں کے بعد اس کی جان بچ گئی۔ جب وہ ہوش میں آئی اور اس نے آنکھیں کھولیں تو اپنی ماں پشپاولی کو سامنے کھڑے پایا لیکن اس وقت پشپا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس دن کے بعد سے پشپا کا ریکھا کے ساتھ رویّہ بدل گیا۔ اس نے تعلیم کے معاملے میں ریکھا کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا چھوڑ دیا۔ وہ اس کی ہر ممکن حوصلہ افزائی اور اس کی خود اعتمادی بحال کرنے کی کوشش کرتی۔ رفتہ رفتہ اس نے یہ جاننے کی کوشش شروع کر دی کہ ریکھا زندگی میں کیا کرنا چاہتی تھی؟ پشپا نے ریکھا کے لیے تین راستے تجویز کر دیئے۔ ایک تو یہ کہ، اگر وہ چاہے تو اس کی شادی کر دی جائے۔ دُوسرے یہ کہ اسے اداکارہ بنانے کی کوشش کی جائے۔ ویسے بھی ان دنوں وہ ڈانس سیکھ رہی تھی۔ تیسرا راستہ یہ تھا کہ ریکھا زیادہ سے زیادہ تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

تعلیم اور شادی، دونوں ہی چیزوں کو ریکھا اپنے لیے زیادہ موزوں محسوس نہیں کرتی تھی۔ اُدھر فلمی دُنیا میں بھی ریکھا کو کچھ زیادہ کشش محسوس نہیں ہوتی تھی کیونکہ اس نے زیادہ تر فلمی دُنیا کا تاریک پہلو ہی دیکھا تھا لیکن قسمت شاید اس کے لیے یہی راستہ منتخب کر چکی تھی۔ چنانچہ 14 سال کی عمر میں، 9ویں کلاس سے اس کی تعلیم چھڑا دی گئی۔ اسے اسکول سے اُٹھا لیا گیا اور فلم انڈسٹری کی طرف دھکیل دیا گیا۔

اس سلسلے میں ریکھا کے اپنے الفاظ یہ ہیں "14 سال کی عمر میں مجھے کام کی تلاش میں اسٹوڈیوز کا رخ کرنا پڑا۔ میں اس وقت نہیں جانتی تھی کہ مجھے کام پر بھیجنا میری والدہ کی مجبوری بھی تھی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ گردن تک قرضوں کی دلدل میں دھنس چکی ہیں۔ میں ان کی لاڈلی بچی تھی۔ مجھے انہوں نے جتنی بھی ڈانٹ ڈپٹ کی تھی، وہ صرف تعلیم کے سلسلے میں کی تھی، اس سے قطع نظر گھر میں میرے ناز اُٹھائے جاتے تھے۔ مجھے گھر کے مالی حالات خراب ہونے کا بھی علم نہیں تھا۔ میں اس وقت تک یہی سمجھتی تھی کہ ہم کافی خوشحال لوگ ہیں۔ مجھے بہت بعد میں جا کر حقیقی صورت حال کا پتا چلا۔ چنانچہ جب مجھے اسٹوڈیوز بھیجا جانے لگا تو میں وہاں بادلِ ناخواستہ گئی۔ کبھی کبھی میں اسٹوڈیو جانے سے انکار بھی کر دیتی جس پر میرا بھائی میری پٹائی کرتا۔"

پشپاولی کو معلوم تھا کہ جمنائی خواہ تسلیم نہ کرے کہ ریکھا اس کی بیٹی تھی، لیکن مدراس کی پوری فلم انڈسٹری اس حقیقت سے واقف تھی۔ جمنائی نہ صرف تامل، تیلگو اور کنڑ زبان کی فلموں کا سپر اسٹار تھا، بلکہ ایک ہوشیار بزنس مین بھی تھا۔ فلموں سے پیسہ کمانے کے علاوہ اس نے پراپرٹی میں سرمایہ کاری کر کے بھی اپنی مالی حیثیت مزید مضبوط کر لی تھی لیکن اس کی دولت اس کے پاس ہی رہی تھی، ریکھا اور اس کی ماں یا دیگر بچوں کو اس دولت سے ذرا سا بھی استفادہ کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس کے تعلقات سے بھی ریکھا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا تھا۔

اگر وہ چند فون کالز کر دیتا تو ریکھا کے گھر کے سامنے پروڈیوسرز اور ڈائریکٹرز کی قطار لگ جاتی۔ وہ اگر چاہتا تو اپنی بیٹی کو متعارف کرانے کے لیے خود اپنے پیسے سے فلم بنا سکتا تھا لیکن وہ تو اُلٹا، سب کو یہ بتانے کی کوشش کرتا تھا کہ ریکھا اس کی بیٹی نہیں، پشپاولی کا کوئی بچہ بھی اس کا نہیں۔ چنانچہ ریکھا کو اپنی ماں کا ہاتھ تھام کر ہی ہر پروڈیوسر، ڈائریکٹر کے دفتروں کے چکر لگانے پڑتے تھے، پشپا کو التجائیہ انداز میں ان سے کہنا پڑتا تھا کہ اگر کوئی چھوٹا موٹا رول ہو تو اس کی بیٹی کو ضرور یاد رکھا جائے۔

اس زمانے میں لڑکیوں کا فلموں میں کام کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اب بھی کافی حد تک ایسا ہی ہے، لیکن اب لڑکیوں اور ان کے والدین نے اس کی پروا کرنی چھوڑ دی ہے۔ ریکھا کو خود بھی اسٹوڈیوز میں جانا اچھا نہیں لگتا تھا۔ اسے احساس ہوتا تھا کہ بہت سے لوگ بھوکی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے تھے۔ جبکہ اس کی عمر ابھی صرف 14 سال تھی۔ آڈیشن کے لیے اسے گرمیوں کی چلچلاتی دُھوپ میں لڑکے لڑکیوں کی لمبی قطاروں میں کھڑے ہونا پڑتا تھا، جبکہ دُوسری طرف اس کے باپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے اسٹوڈیوز کے باہر اس کے پرستاروں اور مداحوں کی قطاریں لگی ہوتی تھیں۔

سننے میں آیا ہے کہ کئی ڈائریکٹرز نے اس خوف سے ریکھا کو کام دینے سے انکار کر دیا کہ کہیں ریکھا کا باپ ان سے ناراض نہ ہو جائے۔ ریکھا کو کام نہ ملنے کی دُوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ شکل صورت اور عمر کے اعتبار سے وہ ہیروئن کے طور پر ڈائریکٹرز کو موزوں دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ عمر کے اس حصے میں تھی جہاں اسے بچی کے طور پر بھی کاسٹ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یوں گویا فلمی دُنیا میں قدم رکھنے کے لیے ریکھا کے حق میں حالات ذرا بھی موافق نہیں تھے۔

اس عمر میں ریکھا کے انداز اطوار لڑکوں والے تھے۔ بہر حال کافی بھاگ دوڑ اور کوششوں کے بعد اسے تامل اور کنڑ زبان کی چند فلموں میں نہایت معمولی سے رول مل گئے جن کا معاوضہ اتنا معمولی تھا کہ اس سے گھر کے حالات کو بہتر بنانے میں کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ پشپاولی نے ریکھا کے مستقبل سے جو اُمیدیں وابستہ کی تھیں وہ دھیرے دھیرے دَم توڑنے لگیں۔ اسے یقین ہونے لگا کہ اس کی بیٹی کبھی ہیروئن نہیں بن سکتی۔ اس کا ممبئی کی فلم انڈسٹری پر راج کرنا تو در کنار، وہ شاید مدراس کی فلم انڈسٹری میں اپنی ماں جیسا مقام بھی حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ ایک طرف پشپاولی کی مایوسی بڑھ رہی تھی، دُوسری طرف اس کے قرضے بڑھ رہے تھے۔

ریکھا کو اپنے نام کے ساتھ اپنے باپ کا نام "گنیشان" لگانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا تھا۔ پھر ایک روز اس نے ایک نئے عزم کے ساتھ فیصلہ کیا کہ وہ آئندہ اپنے نام کے ساتھ "گنیشان" نہیں لگائے گی، فلم انڈسٹری میں صرف اپنے نام سے جدوجہد کرے گی اور اگر قسمت میں ہوا تو شاید کوئی کامیابی حاصل کر لے، ورنہ یہ اطمینان تو ہو گا کہ وہ جو کچھ بھی ہے، اپنے نصیب سے ہے۔ باپ کا، یا کسی اور کا نام ساتھ لگا لینے سے نصیب نہیں بدل جاتا۔ اس نے اپنا نام صرف ریکھا رکھنے کا فیصلہ کیا۔

(جاری ہے)
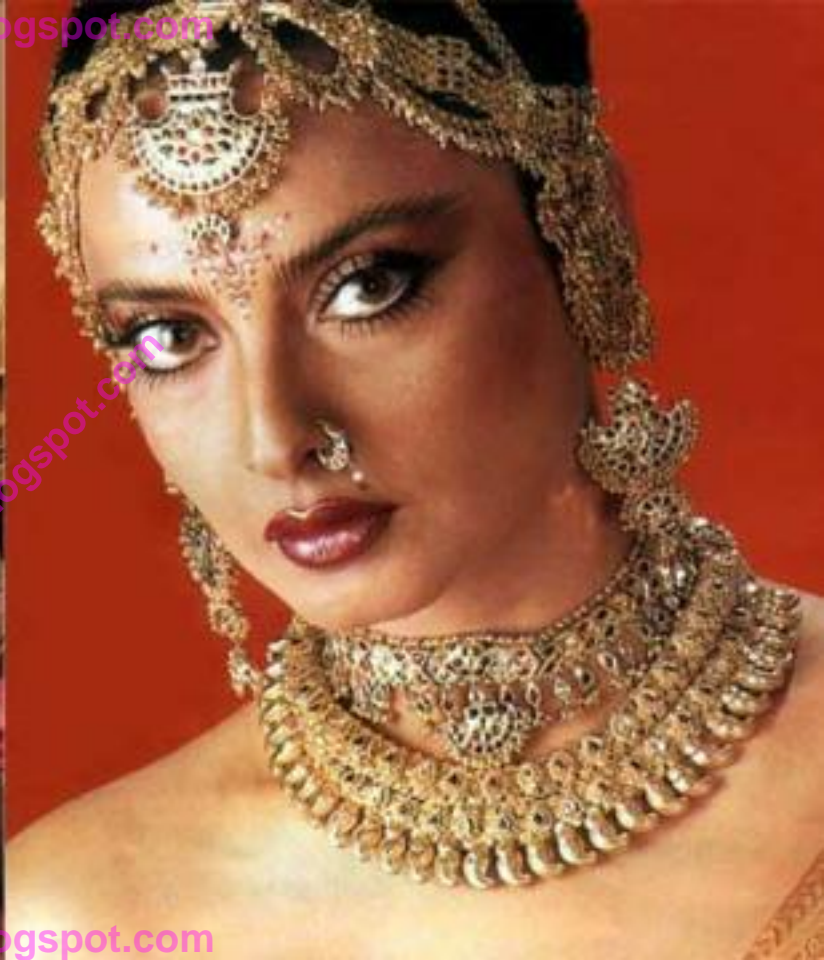
اس کا دِل دُکھتا تو
وہ راتوں کو چیخ چیخ روتی
ریکھا کی داستانِ حیات
itsurdu.blogspot.com

قسط:7

اب معلوم نہیں، یہ اپنا نام مختصر کرنے کا اثر تھا یا پھر ریکھا کے لیے وقت بدل رہا تھا۔ ہوا کچھ یوں کہ نیروبی میں کافی سال گزار کر اور بہت سا پیسا کما کر کلجیت نامی ایک شخص ممبئی آیا اور آئندہ پیسا کمانے کے لیے اس نے فلمسازی میں قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا۔ 1968ء میں وہ "گلیوں کا راجہ" کے نام سے فلم بنا رہا تھا کہ اچانک اس کی فلم کی شوٹنگ رُک گئی۔ اس کی وجہ فلم کی کاسٹ اور ڈائریکٹر کے درمیان جھگڑا تھا۔ فلم کی کاسٹ میں راج کمار، ممتاز اور ہیما مالنی شامل تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ جھگڑے کی وجہ ان اسٹارز کی نخرے بازیاں تھیں۔ ان نخرے بازیوں سے خود کلجیت بھی بہت تنگ تھا۔ اس نے اپنی آئندہ فلم کے لیے مدراس کی فلم انڈسٹری سے اداکار تلاش کرنے کا فیصلہ کیا۔ سب سے پہلے وہ اداکار بسواجیت سے بات چیت کرنے کے ارادے سے مدراس پہنچا۔ بسواجیت ان دنوں اُردو فلم "پیار یا پیسہ" میں کام کر رہا تھا۔

کلجیت اپنی جس اگلی فلم کے لئے اداکار تلاش کر رہا تھا، اس کا نام اس نے "انجانا سفر" رکھا تھا۔ یہ مشہور انگریزی کلاسیک فلم "کنگ سولومنز مائنز" (King Solomons Mines) کا چربہ تھی۔ بسواجیت نے جب اس فلم کی کہانی سنی تو وہ فوراً اس میں کام کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ ہیروئن کے لئے کسی نے ساؤتھ ہی کی اداکارہ ونیسری کا نام تجویز کیا تھا۔ اس سے کلجیت کی ملاقات ایک اسٹوڈیو کے میک اپ روم میں ہوئی۔

کلجیت جب اداکارہ ونیسری سے اپنی فلم کے سلسلے میں بات چیت کر رہا تھا تو اس کی نظر کونے میں بیٹھی ایک سانولی اور قدرے موٹی سی لڑکی پر پڑی جو کھانے کی ایک پلیٹ گود میں لئے بیٹھی تھی اور قدرے ندیدے پن سے کھا رہی تھی۔ اس کی پلیٹ کھانے سے بھری ہوئی تھی۔ کسی نے کلجیت کو بتایا کہ وہ لڑکی ونیسری کے ساتھ اس فلم میں سائیڈ ہیروئن کا رول کر رہی تھی، جس کی شوٹنگ اس وقت جاری تھی۔ کلجیت کو یہ بھی بتا دیا گیا کہ وہ لڑکی زوال پذیر اداکارہ پشپاولی کی بیٹی تھی۔ کلجیت بات تو ونیسری سے کرتا رہا لیکن نہ جانے کیوں بار بار اس کی نظر اس لڑکی کی طرف جاتی رہی جو ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ ہی رہی تھی۔ اس میں کوئی انجانی کشش ضرور تھی جو کلجیت کو بار بار اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کر رہی تھی۔ شاید وہ اس کی نوعمری اور معصومیت کی کشش تھی۔

کلجیت اسی شام پشپاولی کے گھر جا پہنچا۔ وہ پشپاولی سے بات کر رہا تھا جب ریکھا اپنے کمرے سے نکلی۔ اسے اس زمانے سے ہی ڈیزائنر کانجی ورم کی ساڑھیاں پسند تھیں۔ وہ اس وقت کانجی ورم ہی کی ساڑھی میں تھی لیکن میک اپ اس نے اناڑیوں یا دیہاتی عورتوں جیسے انداز میں کر رکھا تھا۔ کلجیت نے براہ راست اسے مخاطب کر لیا اور انگریزی میں پوچھا۔ "تمہیں اردو بولنا آتی ہے؟"

"نہیں" ریکھا نے بلا تامل جواب دیا۔

پشپاولی نہیں چاہتی تھی کہ بے دھڑک اس طرح صاف جواب دے کر اس کی بیٹی ہیروئن بننے کا موقع ہاتھ سے گنوا دے۔ اس نے جلدی سے کہا "میری بیٹی بہت ذہین ہے اور اس کی یادداشت بہت اچھی ہے۔ اسے تامل یا رومن انگریزی میں ڈائیلاگ لکھ کر دیدیئے جائیں تو یہ دو منٹ میں یاد کر لے گی۔"

کلجیت نے وہیں بیٹھے بیٹھے پشپاولی کے دعوے کی صداقت کو آزمانے کا فیصلہ کیا اور رومن انگریزی میں چند سطریں لکھ کر ریکھا کو دے دیں۔ ریکھا وہ کاغذ لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ابھی کلجیت نے اپنی چائے بھی ختم نہیں کی تھی کہ ریکھا کمرے سے باہر آ گئی۔ اس نے ذرا بھی اٹکے بغیر، بھرپور تاثرات کے ساتھ کلجیت کے سامنے وہ مکالمے ادا کر دیئے۔ اس کا لہجہ اور تلفظ بالکل درست تھا۔ کلجیت متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ یوں اردو فلموں کیلئے ریکھا کی دریافت کا سہرا صحیح معنوں میں کلجیت کے سر جاتا ہے۔

اپنی اس دریافت کے بارے میں بعد میں کلجیت نے ایک انٹرویو میں بتایا "میں جب ذرا موٹی اور سانولی سی اس لڑکی سے ملا جو ساؤتھ کی ایک فلم میں کوئی چھوٹا سا رول کر رہی تھی تو نہ جانے کیوں میرے دل نے کہا کہ ایک روز یہ لڑکی بہت بڑی اسٹار ہو گی۔ چنانچہ میں اسی شام اس کی ماں پشپاولی سے ملا اور میں نے اس کی بیٹی کے ساتھ پانچ سال کا کنٹریکٹ سائن کر لیا۔ اس کی ماں کی خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا کہ اس کی بیٹی کو اردو فلم کے لئے سائن کیا جا رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی مجھ سے پیسے مانگنے شروع کر دیئے۔ پتا چلا کہ وہ بہت بری طرح قرضوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی تھی۔ وہ بار بار ذکر کئے جا رہی تھی کہ 'کابلی والا' نے اس کی جان کھا رکھی ہے۔ کافی دیر میں جا کر میری سمجھ میں آیا کہ 'کابلی والا' سے اس کی مراد وہ پٹھان تھا جس نے اس سے بڑی سخت شرائط پر قرض لے رکھا تھا۔"

یوں ریکھا اردو فلم "انجانا سفر" کے ذریعے اپنی فلمی زندگی کے ایک نئے سفر پر روانہ ہوئی۔

1969ء میں 14ء سال کی عمر میں ریکھا ممبئی پہنچی۔ اس وقت انڈین فلم انڈسٹری کے ہر شعبے کو تبدیلی کی اشد ضرورت تھی۔ فلمیں یکسانیت کا شکار ہو چکی تھیں۔ فلم اسٹارز پرانے ہو چکے تھے اور نئے چہروں کے لئے جگہ پیدا ہو رہی تھی۔ اس زمانے میں فلمی افق پر سب سے نمایاں ستارہ راجیش کھنہ کے نام سے نمودار ہوا، جس کی فلم "ارادھنا" کی بے مثال کامیابی نے دوسرے تمام اسٹارز کی چمک دمک مدھم کر دی۔ ہیروز میں راجیش کھنہ راج کر رہے تھے اور ہیروئنوں میں شرمیلا ٹیگور، وحیدہ رحمن، آشا پاریکھ، سائرہ بانو اور ممتاز کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ ڈائریکٹرز نئی کہانیوں اور نئے چہروں کی تلاش میں تھے۔ نئے لوگوں سے کہانیاں لکھوانے اور نئے چہروں کو کاسٹ کرنے میں فلم پر خرچ بھی کم آتا تھا۔

ممبئی میں ریکھا کی پہلی قیام گاہ، ساحلی علاقے جوہو میں واقع "اجنتا ہوٹل" کا کمرہ نمبر 115ء تھا۔ شوٹنگ کے دوران اس کے قیام کے تمام اخراجات پروڈیوسر کو ادا کرنے تھے۔ کلجیت نے اس کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا، اس کے مطابق ریکھا کو اس کی چار فلموں کے علاوہ، اس کے بھائی شتروجیت پال کی بھی چار فلموں میں کام کرنا تھا۔ پہلی فلم "انجانا سفر" کا معاوضہ ریکھا کو 25ء ہزار ملنا تھا۔ اس کے بعد ہر فلم کے لئے اس کے معاوضے میں 25ء ہزار کا اضافہ ہوتے رہنا تھا۔ دونوں بھائیوں کو یقیناً ریکھا میں کوئی بات نظر آئی تھی، جو انہوں نے ایک ساتھ ہی اس سے آٹھ فلموں کا معاہدہ کر لیا تھا۔

پشپاولی کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ ممبئی کی فلم انڈسٹری میں اسٹار بننے کا اس کا اپنا خواب تو پورا نہیں ہو سکا لیکن وہ پُرامید ہو گئی تھی کہ اس کی بیٹی ضرور اردو فلموں کی اسٹار بنے گی۔ تاہم ریکھا کو ممبئی اپنے خوابوں کا شہر اور فلم انڈسٹری اپنے خوابوں کی دنیا نہیں لگ رہی تھی۔ اسے یہ شہر اور فلمی دنیا، دونوں ہی اجنبی اجنبی لگ رہے تھے۔ اسے اپنی ماں پر غصہ آ رہا تھا جو اسے یہاں لے آئی تھی۔ وہ کم عمر اور ناسمجھ تھی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اجنبی شہر اور اجنبی ماحول سے مانوس ہونے میں کچھ وقت لگتا ہے۔

ایک انٹرویو میں ریکھا نے اپنے اس ابتدائی زمانے کی یادیں تازہ کرتے ہوئے کہا "مجھے یوں لگتا تھا جیسے ممبئی انسانوں اور عمارتوں کا جنگل ہے، جس میں چاروں طرف انجانے خطرے چھپے ہوئے ہیں اور مجھے کوئی ہتھیار دیئے بغیر اس جنگل میں دھکیل دیا گیا ہے۔ مجھے اس شہر کے طور طریقوں کی بالکل سمجھ نہیں تھی۔ لوگ میری سادگی سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں رہتے تھے لیکن میری چھٹی حس مجھے خبردار کر دیتی تھی۔ کبھی کبھی مجھے یہ احساس بھی ہوتا تھا کہ یہ تو میرے اسکول جانے اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے کودنے کے دن تھے لیکن مجھے چہرے پر گہرا میک اپ تھوپ کر عجیب عجیب لوگوں کے ساتھ کام کرنا پڑ رہا تھا۔ میری عمر زیادہ دکھلانے کے لئے میرے عجیب و غریب لباسوں کے اندر عجیب عجیب چیزیں ٹھونسی جاتی تھیں۔ اس زندگی کے بارے میں سوچ سوچ کر میں کبھی کبھی راتوں کو بستر میں منہ چھپا کر رویا کرتی تھی۔"

ریکھا نے اپنی زندگی کے اس دور کے بارے میں مزید بتایا "اکثر مجھے ایسے کھانے، کھانے پڑتے جو مجھے بالکل اچھے نہیں لگتے تھے۔ بھاری بھرکم ملبوسات اور جیولری کی وجہ سے مجھے الرجی ہو جاتی۔ یہ چیزیں میرے جسم میں چبھتی تھیں لیکن مجھے سارا دن ان کو پہن کر تیز لائٹس اور کیمروں کے سامنے کام کرنا پڑتا۔ میرے بالوں پر بعض اوقات ایسے اسپرے کیا جاتا جو شوٹنگ کے بعد شیمپو سے دھونے پر بھی نہ اترتا۔ مجھے یوں لگتا جیسے میں بس ایک جانور ہوں، میری گردن میں کوئی نادیدہ رسی پڑی ہوئی ہے۔ کبھی مجھے کھینچ کر ایک اسٹوڈیو، کبھی دوسرے اسٹوڈیو لے جایا جاتا۔ 14ء سال کی عمر میں میرے ساتھ یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔"

ان باتوں کے علاوہ جمنائی گنیشان کی ناجائز بیٹی ہونے کی شہرت ریکھا کے ساتھ ساتھ ممبئی بھی پہنچ گئی تھی۔ اس کا باپ سال میں دس فلمیں کر رہا تھا۔ وہ ممبئی کی اردو فلموں میں بھی مینا کماری، وجنتی مالا اور کشور کمار وغیرہ جیسے اسٹارز کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ ریکھا کو اپنی کمسنی کے باوجود تجربہ ہوا کہ فلم انڈسٹری خواہ مدراس کی تھی یا ممبئی کی، مرد سب جگہ ایک ہی جیسے تھے۔ مدراس میں کم از کم اس کی ماں ایک پرانی اداکارہ ہونے کی وجہ سے جانی پہچانی شخصیت تھی اور اس کا تھوڑا بہت احترام تھا جس کی وجہ سے ریکھا کو کافی تحفظ حاصل تھا لیکن ممبئی کی فلم انڈسٹری میں پشپاولی کی کوئی اہمیت نہیں تھی اور اس کی بیٹی فلم انڈسٹری میں بالکل ہی نووارد تھی۔ ہر کوئی اسے شکاریوں والی نظر سے دیکھتا۔ کوئی اسے بڑی ہیروئن بنانے کے وعدے کرتا لیکن اب ریکھا بھی اپنی تمام تر کم عمری کے باوجود سمجھنے لگی تھی کہ ان وعدوں کے پیچھے کیا غرض پنہاں ہوتی تھی۔

شوبز کے ایک پرانے صحافی جیری پنٹو لکھتے ہیں "ریکھا کے ساتھ اس کمسنی میں بہت برا سلوک ہوا۔ وہ کئی ایسے پروڈیوسرز، ڈائریکٹرز اور اسٹارز کی خواہشات کی بھینٹ بھی چڑھی جنہوں نے اسے اور اس کی ماں کو نہ جانے کیا کیا سبز باغ دکھائے لیکن مطلب نکل جانے کے بعد اپنے وعدے پورے کرنے کے بجائے ان کا مذاق اڑایا، ان کی تذلیل کی۔ اس قسم کی باتیں ہمیشہ کے لئے ذہن پر نقش ہو جاتی ہیں اور انہیں کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔"

انڈیا اور پاکستان میں جب کسی نئی فلم کی شوٹنگ کا آغاز ہوتا ہے تو پہلا شاٹ لئے جانے کے موقع پر باقاعدہ ایک تقریب منعقد ہوتی ہے، جسے مہورت کہا جاتا ہے۔ ریکھا کی فلم "انجانا سفر" کی مہورت 7ء اگست 1969ء کو ہوئی۔ بعد میں اس فلم کا نام تبدیل کر کے "دو شکاری" رکھ دیا گیا۔ ہیروئن کے طور پر ریکھا کے انتخاب پر کلجیت کی کافی حوصلہ شکنی کی گئی۔ اداکار راجکمار نے اس سے کہا "کلجیت! تم کافی سال افریقہ میں رہے ہو۔ اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ہیروئن کے رول کے لئے تمہیں کالی لڑکی پسند آئی ہے۔"

لوگ خواہ کچھ بھی تبصرے کر رہے تھے اور فلم انڈسٹری کے بہت سے لوگوں نے ریکھا سے جو بھی سلوک کیا تھا لیکن قدرت اس کم عمر، ناسمجھ اور سادہ دل لڑکی پر مہربان ہو چکی تھی۔ وہ کالی تھی اور اس کی کمر 33ء انچ تھی، لیکن اسے کلجیت کے علاوہ دوسرے فلمسازوں کی فلمیں بھی ملنے لگی تھیں۔ خوبصورت اور سڈول جسم کی مالک ہیروئن کا روایتی تصور دھرا کا دھرا رہ گیا تھا۔ ریکھا کو اردو بولنا نہیں آتی تھی لیکن اسے جو فلم ملتی تھی، وہ سائن کر لیتی تھی۔ ویسے بھی اسے ابھی فلموں کے انتخاب کا سلیقہ کہاں تھا۔ اسے تو کوئی فلم مل جانا ہی بڑی خوش قسمتی کے مترادف محسوس ہوتا تھا۔ وہ اپنے بارے میں ہونے والی اِدھر اُدھر کی باتوں اور تنقید سے بھی بے نیاز رہتی تھی۔ تاہم ایسا نہیں تھا کہ ان سب باتوں کا اس کے دل پر بھی اثر نہ ہوتا ہو۔

بہت بعد کے، ایک انٹرویو میں ریکھا نے بتایا "مجھے میرے کالے رنگ اور ساؤتھ انڈین نین نقش کی وجہ سے بولی وڈ کی "بدصورت بطخ" کہا جاتا تھا۔ میرا موازنہ اس وقت کی دوسری بڑی ہیروئنوں سے کیا جاتا تھا اور مجھ پر جو تبصرے کئے جاتے تھے، ان سے میرا دل بہت دکھتا تھا لیکن میں اپنے دکھ کو دل میں ہی چھپائے رکھتی تھی اور میرا یہ عزم اندر ہی اندر اور بھی پختہ ہوتا جاتا تھا کہ ایک روز میں بھی بڑی ہیروئن کہلاؤں گی۔"

لوگوں کی باتوں اور رویئے سے ریکھا کا جتنا دل دکھتا تھا اور اس دکھ کو وہ جس طرح چھپائے رکھتی تھی، قدرت نے شاید اس کی تلافی کرنے اور اسے کامیابیوں سے نوازنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کلجیت کی فلم کی مہورت کے ایک ہفتے بعد ہی اس کے بھائی کی فلم "مہمان" کی مہورت ہوئی۔ اس کی ہیروئن بھی ریکھا تھی۔ اس کے بعد 20ء اگست کو رام دیال کی فلم "حسینوں کا دیوتا" کا آغاز ہوا۔ اس میں ریکھا، سنجے خان کے مقابل ہیروئن تھی۔ اس کے بعد 30ء اگست کو "ساون بھادوں" کی شوٹنگ کا آغاز ہوا۔ اس کی ہیروئن بھی ریکھا تھی۔ اسے ممبئی آئے ایک مہینہ ہوا تھا اور وہ چار فلموں کی ہیروئن تھی۔ اب اس کا نام بھی صرف ریکھا تھا۔ باپ کا نام اس نے اپنے نام سے ہٹا دیا تھا اور اپنے نام کو بھی ذرا مختصر کر لیا تھا۔ وہ اور اس کی ماں سمجھتی تھی کہ باپ کا نام ساتھ لگانے سے اس کے کیریئر کو سہارا ملے گا لیکن ہوا اس کے برعکس... اس نے جب باپ کا نام اپنے نام سے ہٹا دیا تو گویا اس کے پاؤں میں پڑی ہوئی کوئی نادیدہ زنجیر ہٹ گئی۔ زندگی کی راہ پر اس کی ترقی کا سفر شروع ہو گیا۔

(جاری ہے)

اُس کی آنکھوں میں
آنسو
آگئے مگر وہ کوئی احتجاج نہ کر سکی

جس زمانے میں کلجیت نے ریکھا اور بسواجیت کو اپنی فلم ''انجانا سفر'' کے لئے سائن کیا ان دنوں بھارتی فلموں میں بوس و کنار کا رواج شروع نہیں ہوا تھا۔ کلجیت نے اپنی فلم کو سہارا دینے کے لئے اس قسم کا بولڈ سین فلمانے کا فیصلہ کیا...اور وہ بھی ریکھا کو بتائے بغیر...انہوں نے فلم کے کیمرا مین کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا، کیونکہ اس کی شراکت کے بغیر یہ سین مطلوبہ انداز میں پکچرائز نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ایک سین میں جب ریکھا آنکھیں بند کئے، چہرہ ذرا اوپر کئے، ہیرو کے مقابل کھڑی تھی تو ہیرو صاحب نے اچانک اس سین کو نہایت رومانی بنا ڈالا۔

ریکھا حیران رہ گئی کیونکہ اسے یاد تھا کہ اسکرپٹ میں اس قسم کا کوئی شاٹ نہیں تھا۔ شاٹ اچھا خاصا طویل بھی ہو گیا کیونکہ بسواجیت، ریکھا کو اپنی بانہوں میں ہی سمیٹے کھڑے تھے۔ بڑی مشکل سے ریکھا، بسواجیت کے بازوؤں کی گرفت سے آزاد ہوئی اور آنکھیں کھولیں تو اس نے دیکھا کہ کیمرا بدستور چل رہا تھا اور کلجیت سمیت، وہاں موجود سب لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔ ریکھا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے لیکن وہ کوئی احتجاج نہ کر سکی، کیونکہ اسے معلوم تھا، اگر اس نے اسکرپٹ سے ہٹ کر سین فلمانے پر احتجاج کیا تو اسے فلم سے نکال دیا جائے گا اور اس کا کیرئیر شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا۔ وہ اس خوف سے خاموش رہی تو اس کی خاموشی کو رضامندی سمجھ لیا گیا۔

جلد ہی ممبئی کی فلم انڈسٹری میں یہ بات پھیل گئی کہ ساؤتھ انڈیا سے ایک نو عمر اور نوخیز اداکارہ آئی ہے جو بولڈ سین پکچرائز کرنے سے ذرا بھی نہیں گھبراتی۔ کلجیت نے بھی اس تاثر کو گہرا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ فلمی رسالوں اور اخباروں کو انٹرویو دیتے وقت یا ویسے ہی بات چیت کرتے ہوئے چٹخارا پیدا کرنے کے لئے ریکھا کی زندگی کے بارے میں جھوٹی سچی باتیں اپنی گفتگو میں شامل کر لیتا۔ زیادہ تر لوگ بات کا بتنگڑ بنانے میں ماہر ہوتے ہیں۔ فلم انڈسٹری میں جھوٹی سچی باتیں کچھ زیادہ ہی تیزی سے پھیلتی ہیں۔ جلد ہی ریکھا کو ''جنسی بلی'' کا خطاب دے دیا گیا۔ اسے ایک ستم ظریفی ہی کہا جا سکتا ہے کہ چودہ سالہ ایک لڑکی کو اس کی پیٹھ پیچھے جنسی بلی کے نام سے یاد کرتے تھے۔

فلمی صحافی جیری پنٹو اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں ''فلم انڈسٹری میں نوآموز اور کم عمر لڑکیوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا عام سی بات ہے۔ نیتو سنگھ، ریکھا اور نہ جانے کس کس کے ساتھ ایسا سلوک ہو چکا ہے۔ حتیٰ کہ گرودت نے وحیدہ رحمن کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا۔ گو کہ وحیدہ رحمن اس وقت سولہ سال کی تھیں۔ وہ بالغ ضرور ہوں گی لیکن قانونی اعتبار سے بالغ یا جوان نہیں تھیں۔ گرودت کا بھارتی فلمی تاریخ میں بہت بڑا نام ہے لیکن فلموں کی کامیابی کیلئے اور اپنی متعارف کرائی ہوئی ہیروئن کو زیادہ سے زیادہ مقبول و معروف بنانے کیلئے کوئی بھی فلم میکر کچھ بھی کر سکتا تھا۔ ان ہیروئنوں کے ذہنوں پر اس قسم کی یادوں کے زخم یا خراشیں شاید زندگی بھر موجود رہتی ہوں۔''

28 مارچ 1968ء کو بھارتی حکومت نے سنسر بورڈ میں ایک اضافی کمیٹی بنائی جسے یہ طے کرنا تھا کہ فلموں میں کس حد تک بولڈ مناظر دکھائے جا سکتے ہیں۔ پنجاب ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ چیف جسٹس جی ڈی کھوسلہ اس کمیٹی کے چیئرمین تھے، جبکہ ممبرز میں آر کے نارائن، خواجہ احمد عباس، بلراج ساہنی اور نرگس شامل تھے۔ کمیٹی نے 1969ء میں اپنی رپورٹ پیش کی جس میں کہا گیا کہ اگر کہانی کا تقاضا ہو تو فنکارانہ خوبصورتی اور جمالیاتی زاویئے کے ساتھ کچھ بولڈ مناظر دکھائے جا سکتے ہیں لیکن لوگوں کے جذبات ابھارنے کیلئے ایسا نہ کیا جائے۔ ایسے مناظر ایک خاص احساس ذمہ داری کے ساتھ پیش کئے جائیں۔

یہ ایک سمجھدارانہ اور ترقی پسندانہ رپورٹ تھی لیکن آنے والے زمانوں میں اس سے کافی ناجائز فائدہ اٹھایا گیا۔ اس رپورٹ پر بحث و تمحیص اتنی بڑھی کہ مشہور زمانہ ''لائف'' میگزین کے ایشیا ایڈیشن نے اس موضوع پر ایک ٹائٹل اسٹوری شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ اسٹوری تیار کرنے کے لئے ایک امریکی صحافی جیمس شیفرڈ خاص طور پر بھارت آئے۔ اس اسٹوری کے سلسلے میں، رسالے کے ٹائٹل کے لئے انہیں ایک ایسی اداکارہ کی تلاش تھی جو بولڈ تصویر بنوا سکے۔ رندھیر کپور نے ان کے سامنے ریکھا کا نام تجویز کر دیا۔

ریکھا کو معلوم تھا کہ ''لائف'' ایک بین الاقوامی، مشہور اور کثیر الاشاعت رسالہ ہے۔ اس کے ٹائٹل پر تصویر چھپنے سے نہ صرف اس کی شہرت میں اضافہ ہو گا بلکہ اس کی شخصیت کا منفی تاثر بھی کم ہو گا۔ ''لائف'' نے سرورق پر اس کی دو تصویریں چھاپیں۔ ایک تو میگزین والوں نے خود بنائی تھی۔ دوسری اس کی فلم ''انجانا سفر'' سے تھی جس میں وہ بسواجیت کی بانہوں میں انتہائی قربت کے عالم میں تھی۔ اندر ٹائٹل اسٹوری کے ساتھ سیمی گریوال اور پرسس کھمباتا کی تصویریں بھی تھیں لیکن جو دھوم ریکھا کی تصویروں نے مچائی، وہ کوئی اور تصویر نہیں مچا سکی۔ یہ ایک دلچسپ حقیقت تھی کہ ابھی ریکھا کی کوئی فلم ریلیز نہیں ہوئی تھی لیکن وہ ایک بہت بڑے بین الاقوامی میگزین کی ٹائٹل اسٹوری میں مرکزی کردار بن گئی۔ اس کے بعد ریکھا کی شہرت ''سیکس سمبل'' کی ہو گئی۔ ''جنسی بلی'' کے مقابلے میں یہ خطاب بہر حال قدرے مہذبانہ لگتا تھا۔

کلجیت نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک پریس کانفرنس بھی کر ڈالی، جس میں اس نے نوآموز اور نوعمر ریکھا کو بیسیوں گھاگ قسم کے صحافیوں کے سامنے بٹھا دیا، جنہوں نے اس سے، بولڈ مناظر، عریانی، فحاشی اور حقیقت کی عکاسی وغیرہ کے بارے میں بے شمار چبھتے ہوئے سوالات کئے۔ ریکھا نے حتی الامکان خود اعتمادی سے جواب دیئے۔ اس کے انداز میں اگر تھوڑا بہت اناڑی پن تھا تو بہت سی سچائی اور معصومیت بھی تھی۔ میڈیا والے بہت خوش خوش اپنے دفتروں کو واپس گئے اور ریکھا کو بھی اس کم عمری میں ہی تجربہ ہو گیا کہ شہرت کیسے حاصل کی جاتی ہے۔

آنے والے چند مہینوں میں بھی ریکھا کی کوئی فلم ریلیز ہوئے بغیر ہی اس کی شہرت میں اضافہ ہوتا رہا۔ اس دوران اس نے اشتہاری فلموں میں بھی کام شروع کر دیا۔ شیام بینیگل بھی ان دنوں ایڈورٹائزنگ کے شعبے میں تھے اور زیادہ تر کمرشلز ہی بنا رہے تھے۔ اس زمانے کو یاد کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں ''ریکھا اس وقت شاید چودہ یا پندرہ سال کی تھی جب اسے ایک کولڈ ڈرنک کی کمرشل کے سلسلے میں میرے پاس بھیجا گیا۔ وہ خوبصورت ہرگز نہیں تھی لیکن اس میں ایک الگ قسم کی کشش ضرور موجود تھی۔ اس کے علاوہ کیمرے کے سامنے اس کی خود اعتمادی حیرت انگیز تھی۔''
برسوں بعد جب شیام بینیگل ایک کامیاب، منفرد اور الگ قسم کے فلم میکر کے طور پر مشہور ہو گئے تو انہوں نے ریکھا کو ہیروئن لے کر فلم ''کل یگ'' ڈائرکٹ کی تھی جو 1981ء میں ریلیز ہوئی اور ریکھا کے کیرئیر کی بہترین فلموں میں شمار ہوتی ہے۔

ممبئی آنے کے بعد جب ریکھا کام شروع کر چکی تھی، انہی دنوں پروڈیوسر ڈائریکٹر موہن سہگل اپنی فلم ''ساون بھادوں'' کے لئے ایک ایسی ہیروئن کی تلاش میں تھے جو کم عمر ہو اور گاؤں کی لڑکی دکھائی دیتی ہو۔ وہ اس فلم کے لئے جے شری کو سائن کر چکے تھے لیکن اپنے انتخاب سے مطمئن نہیں تھے۔ انہوں نے ریکھا اور پشپاولی کو ملاقات کے لئے بلایا۔ ریکھا ان سے ملنے کے سلسلے میں ہچکچاہٹ کا شکار تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ جتنی مصروف ہو چکی ہے، اس کے لئے وہی کافی ہے۔ ایک نئی اداکارہ کے طور پر کسی ڈائریکٹر کے سامنے پیش ہونا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ کئی ڈائریکٹرز اور پروڈیوسرز نے اسے مسترد بھی کیا تھا۔ یعنی وہ مسترد کئے جانے کی اذیت سے بھی آشنا ہو چکی تھی۔ ماں کے اصرار پر وہ موہن سہگل سے ملنے تو چلی گئی لیکن اس نے نہایت رکھائی کا رویہ اختیار کئے رکھا وہ مسلسل نظریں جھکائے بیٹھی تھی اور اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ اسے اس ملاقات سے کوئی دلچسپی نہیں۔

''کیا تم میری فلم میں کام کرو گی؟'' موہن سہگل نے پوچھا۔

''نہیں'' ریکھا نے دوٹوک جواب دے دیا۔

''تمہیں اردو آتی ہے؟'' موہن سہگل نے گویا اس کے جواب کا برا منائے بغیر دوسرا سوال کیا۔

''نہیں'' ریکھا نے اس کا بھی ایک لفظی جواب دیا۔

''اگر میں تمہیں اداکاری کی تربیت دوں اور اچھا معاوضہ دوں تو تم میری فلم میں کام کرو گی؟''

''نہیں'' ریکھا نے بدستور نظریں فرش پر جمائے جواب دیا۔

''کیا 'نہیں' تمہارا تکیہ کلام ہے؟'' موہن سہگل نے اپنا تحمل برقرار رکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں'' ریکھا کا جواب تھا۔ پشپاولی غصے سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی لیکن ریکھا کو گویا اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔ موہن سہگل کے چہرے پر ناگواری تھی، لیکن پھر اچانک ہی وہ مسکرانے لگے اور پشپاولی کی طرف دیکھ کر بولے ''یہ طے ہو گیا کہ تمہاری بیٹی ہی میری فلم کی ہیروئن ہو گی۔''

یہ سن کر پشپاولی کے چہرے پر طمانیت اور مسکراہٹ آ گئی لیکن پھر اس نے دوبارہ تشویش زدہ ہو کر ریکھا کی طرف دیکھا۔ اسے اندیشہ محسوس ہوا تھا کہ ریکھا فلم میں کام نہ کرنے کے فیصلے پر قائم رہے گی۔ یہ دیکھ کر شاید اس کی جان میں جان آئی کہ موہن سہگل کی بات سن کر ریکھا بھی مسکرا رہی تھی۔ وہ فلم میں کام کرنے پر آمادہ ہو چکی تھی۔

موہن سہگل فلم کے لئے ہیرو پہلے ہی تلاش کر چکے تھے۔ وہ نیا اداکار نوین نشچل تھا جس نے مشہور زمانہ پونا انسٹی ٹیوٹ سے اداکاری کی تربیت حاصل کی تھی اور سرٹیفکیٹ کے علاوہ گولڈ میڈل بھی حاصل کیا تھا۔ اس گولڈ میڈل نے اس کے دماغ پر کافی اثر ڈالا ہوا تھا اور پہلی فلم ملتے ہی اس کے مزاج میں ذرا نخرا آ گیا تھا۔ اسے جب پتا چلا کہ موہن سہگل نے ریکھا کو ہیروئن سائن کیا ہے تو موہن سہگل کے پاس جا کر ناگوار اور شکوہ آمیز لہجے میں بولا ''سہگل جی! یہ آپ کو کیا سوجھی؟ اس کالی کلوٹی کو ہیروئن سائن کر لیا؟''

نوین نشچل کا یہ تبصرہ پریس تک بھی پہنچ گیا اور اسے خوب نمک مرچ لگا کر شائع کیا گیا۔ مختلف زاویوں سے ریکھا اور نوین نشچل کا موازنہ کیا جانے لگا۔ موہن سہگل اس پر بھی خوش تھے، کیونکہ اس طرح ان کی فلم کو پبلسٹی مل رہی تھی۔ وہ ریکھا کو ہیروئن رکھنے کے فیصلے پر قائم تھے۔ جے شری کو انہوں نے نوین نشچل کی بہن کا رول دے دیا تھا جو ایک ماڈرن لڑکی تھی۔

فلم کی شوٹنگ 11 اکتوبر 1969ء کو شروع ہوئی۔ ان دنوں فلموں میں اکثر ہیروئنوں کو وگ ضرور پہنا دی جاتی تھی لیکن ریکھا کے اپنے بال خاصے گھنے اور بڑے تھے۔ وگ اس کے سر پر ٹھیک طرح بیٹھ نہیں رہی تھی۔ ہیئر ڈریسر خواتین نے ریکھا کے احتجاج کو ان سنا کرتے ہوئے اس کے کافی بال کاٹ دیئے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہوا کہ نوین نشچل کافی گورا تھا، اس کے سامنے ریکھا کچھ زیادہ ہی کالی لگ رہی تھی۔ چنانچہ اسے ایک گھنٹے کھڑی رکھ کر سر سے پاؤں تک پینٹ کر دیا گیا۔ اس زمانے میں کئی اداکاراؤں کو فلم میں گوری دکھانے کیلئے پینٹ کر دیا جاتا تھا۔

اداکارہ جے شری کا کہنا ہے کہ اس زمانے میں ریکھا احساس تنہائی کا شکار نظر آتی تھی۔ اس کی کسی سے دوستی نہیں تھی۔ کوئی اس سے زیادہ بات چیت نہیں کرتا تھا۔ تاہم جے شری سے ریکھا کی گہری دوستی ہو گئی جو آج تک برقرار چلی آ رہی ہے۔ وہ اب بھی ایک دوسرے کو چندا اور ڈولی کہہ کر مخاطب کرتی ہیں۔ یہ ان کی فلم ''ساون بھادوں'' میں ان کے نام تھے۔ اس فلم میں پہلی بار انہوں نے اکٹھے کام کیا تھا۔ ممبئی کی فلم انڈسٹری میں مختلف علاقائی زبانیں بولنے والے لوگ جمع تھے۔ وہ فلم کے سیٹ پر اپنی اپنی زبانوں میں ریکھا کا مذاق اڑاتے۔ کچھ باتیں ریکھا کی سمجھ میں آ جاتیں۔ کچھ سمجھ میں نہ آتیں۔ دونوں ہی صورتوں میں جو کچھ بھی اس کے دل پر گزرتی، اسے وہ دل میں ہی چھپائے، ایک طرف بیٹھی اپنے مکالمے یاد کرتی رہتی۔ احساس تنہائی اس کے لئے کوئی نئی چیز نہیں تھی۔ بچپن سے ہی اس نے ہر جگہ اپنے آپ کو تنہا تنہا ہی محسوس کیا تھا۔

شوٹنگ شروع ہوئی تو موہن سہگل کو یہ خوشگوار احساس ہوا کہ اس کا ریکھا کو ہیروئن لینے کا فیصلہ غلط نہیں تھا۔ وہ اتنی محنت اور توانائی کے ساتھ کام کرتی کہ سین میں جان ڈال دیتی اور اسے اردو میں مکالمے بولتے سن کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسے اردو نہیں آتی۔ نوین نشچل جس نے ابتدا میں اس کا مذاق اڑایا تھا، رفتہ رفتہ ریکھا کو صحیح طرح جاننے کے بعد وہ بھی اس کا دوست بن گیا۔ (جاری ہے)

ششی کپور کو یقین نہ آیا کہ
وہ مضحکہ خیز سی لڑکی
اس فلم کی ہیروئن ہے
دیکھا کی داستانِ حیات
itsurdu.blogspot.com

”ساون بھادوں“ کوئی خاص یا قابل ذکر فلم نہیں تھی۔ وہ کچھ اسی قسم کی فلم تھی جیسی بولی وڈ کی فلم فیکٹری سے ہر سال سیکڑوں کی تعداد میں نکلتی ہیں، کچھ دنوں کے لیے سینماؤں پر اپنی بہار دکھاتی ہیں اور پھر غائب ہو جاتی ہیں۔

تاہم ”ساون بھادوں“ نے سلور جوبلی منالی۔ اس میں ریکھا اور نوین نشچل سمیت سب اداکاروں کو بھونڈی وگیں پہنائی گئی تھیں۔ ریکھا کے ملبوسات بھڑکیلے اور عجیب وغریب رنگوں کے تھے۔ اس کے میک اپ کا بھی یہ عالم تھا کہ چہرہ اگر گلابی نظر آرہا تھا تو گردن براؤن دکھائی دے رہی تھی۔ تاہم ریکھا نے ایک الہڑ، نوجوان دیہاتی لڑکی کی اداکاری جس خوداعتمادی سے کی، اس کی وجہ سے فلمی شائقین نے اسے پسند کیا اور وہ دیگر فلم میکرز کی نظر میں بھی آگئی۔ فلم کے گانے بھی پسند کیے گئے۔

ستمبر 1970ء میں ممبئی کے ناولٹی سینما میں فلم کا پریمیئر شو ہوا جس میں فلم انڈسٹری کے کافی لوگ موجود تھے۔ ریکھا بھی آئی۔ ششی کپور اس کالی، موٹی اور قدرے بھدی سی لڑکی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس کا غرارہ اور چولی اس کے جسم پر فٹ نہیں لگ رہی تھی۔ اس نے بہت سی رنگ برنگ چوڑیاں اور ساری انگلیوں میں انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں۔ ششی کپور بے یقینی سے بولے ”یہ اس فلم کی ہیروئن ہے؟“

جب بڑی مشکل سے انہیں یقین آیا کہ واقعی وہی لڑکی اس فلم کی ہیروئن تھی تو انہوں نے مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے کہا ”یہ بھلا فلموں میں کیسے کامیاب ہو سکتی ہے؟“

ششی کپور تو ریکھا کے مستقبل سے مایوس نظر آرہے تھے لیکن ان کی انگریز بیوی جینفر نے پیشگوئی کی ”آنے والے سالوں میں یہ لڑکی فلم دیکھنے والوں کی نہایت پسندیدہ ہیروئن ہو گی۔“

جینفر کی پیشگوئی درست ثابت ہوئی۔ ”ساون بھادوں“ کے سلور جوبلی کرتے ہی ریکھا اور نوین نشچل، دونوں کو دھڑا دھڑ فلمیں ملنا شروع ہو گئیں۔ نئے اداکاروں اور کم بجٹ کی اس فلم نے بڑے اسٹارز اور بڑے بجٹ کی کئی فلموں سے بہتر کامیابی حاصل کی تھی۔ کلجیت نے اس خوشی میں ایک پارٹی کا اہتمام کر لیا جس میں پریس کو بھی مدعو کیا گیا۔ پارٹی کے اختتام پر کلجیت نے ایک بار پھر ریکھا کو صحافیوں کے سامنے بٹھا دیا۔ اس بار ریکھا میں پہلے سے زیادہ خوداعتمادی تھی۔ اس نے صحافیوں کے طرح طرح کے سوالوں کے جواب چٹاخ پٹاخ دیئے۔ پندرہ سال کی لڑکی کا یہ اعتماد دیکھ کر کئی لوگ سوچ رہے تھے کہ شاید اسے پریس کا سامنا کرنے کی تربیت دی گئی ہے۔ ان لوگوں کو نہیں معلوم تھا کہ ریکھا کی تربیت زندگی نے کی ہے۔ زندگی نے اس کم عمری میں اسے ہر چیز کا، ہر صورت حال کا سامنا کرنا سکھا دیا ہے۔

1970ء میں فلمی اُفق پر دو اور ہیروئنیں نمودار ہوئیں جو آگے چل کر بڑی اسٹارز بنیں۔ ان میں سے ایک ہیما مالنی تھی۔ گو کہ ہیما مالنی 1968ء میں ”سپنوں کا سوداگر“ میں راج کپور کے ساتھ ہیروئن آچکی تھی لیکن اس کی کچھ زیادہ دھوم نہیں مچی تھی۔ 1970ء میں اس کی پانچ فلمیں ریلیز ہوئیں۔ ان میں سے ایک فلم ”جونی میرا نام“ میں وہ دیو آنند کے مقابل ہیروئن تھی۔ یہ اس سال کی بلاک بسٹر فلم ثابت ہوئی۔ یہ دیو آنند کے کیریئر کی بھی کامیاب ترین فلموں میں سے ایک تھی اور اس نے ہیما مالنی کو بھی اسٹار بنا دیا۔

اس سال دوسری نئی اداکارہ کو ڈائریکٹر اور پروڈیوسر ہریش کیش مکرجی نے کاسٹ کیا تھا۔ اس اداکارہ نے بھی نوین نشچل کی طرح پونا کے مشہور ”فلم اینڈ ٹیلی ویژن انسٹی ٹیوٹ آف انڈیا“ سے اداکاری کی تربیت حاصل کی تھی اور گولڈ میڈل کے ساتھ ڈپلوما حاصل کیا تھا۔ یہ اداکارہ جیا بھادری تھی جس نے فلم ”گڈی“ میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ یہ ایک چودہ سالہ لڑکی کا کردار تھا جو دیوانگی کی حد تک اداکار دھرمیندر کی پرستار ہوتی ہے۔ فلم کامیاب رہی اور جیا بھادری کا شمار نہایت سنجیدہ قسم کی اداکاراؤں میں کیا گیا جو نوجوانی میں ہی مشکل رول نہایت آسانی سے کر سکتی تھی۔ ان کا یہی امیج آج تک قائم ہے۔ دوسری طرف ریکھا کو سنجیدہ یا بہت اچھی اداکارہ ہرگز نہیں سمجھا گیا تھا لیکن وہ فلمیں دھڑا دھڑ سائن کر رہی تھی۔

جلد ہی ریکھا پر یہ دور بھی آگیا کہ ایک وقت میں اس کی 25 فلموں کی شوٹنگ چل رہی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ ریلیز ہونے پر ان میں سے آدھی فلاپ ہو گئیں لیکن ریکھا بہرحال ایک نہایت مصروف اداکارہ بن چکی تھی۔ وہ ڈبل شفٹ میں کام کرتی تھی۔ ایک تو ہر وقت کسی نہ کسی فلم کے سیٹ پر نظر آنے کی وجہ سے پریس میں اس کا کافی تذکرہ ہوتا رہتا تھا، دوسرے وہ اپنے انٹرویوز میں بھی کوئی نہ کوئی ایسی بولڈ یا غیر روایتی بات کر جاتی تھی، جس کی وجہ سے عرصے تک مختلف حلقوں میں اس کا چرچا ہوتا رہتا۔

مثلاً ایک انٹرویو میں اس نے کہا ”فلم انڈسٹری میں آپ کسی سے کوئی بڑا کام تبھی لے سکتی ہیں جب آپ اسے اپنے جسم کا نذرانہ پیش کریں۔“

اس کے اس بیان پر دوسری ہیروئنیں بہت چراغ پا ہوئیں۔ ایک اور انٹرویو میں اس نے بڑے اطمینان سے کہہ دیا ”یہ صرف میری خوش قسمتی ہے کہ میں ابھی تک امید سے نہیں ہوئی۔“

اس کے علاوہ اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہر انسان کو کسی سے بھی محبت کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔ محبت کے سلسلے میں وہ خاص حدود و قیود کی بھی قائل نہیں تھی۔ شاید اس وقت اسے اپنی کم عمری اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس قسم کی باتیں ریکارڈ پر رہ جاتی ہیں اور ان کی وجہ سے اس کا ایسا امیج بن جائے گا جو شاید زندگی بھر اس کا پیچھا نہ چھوڑے۔

1971ء میں فلم ”ایک بے چارہ“ کے لیے اس کے پروڈیوسر بی این گھوش نے ریکھا کے مقابل جیتندر کو ہیرو سائن کیا۔ یہ کسی بڑے اور مقبول ہیرو کے ساتھ ریکھا کی پہلی فلم تھی۔ وہ خود جیتندر کی کئی فلمیں دیکھ چکی تھی اور اسے امید نہیں تھی کہ اتنی جلدی وہ ایک مقبول اور ہینڈسم ہیرو کی ہیروئن بن سکے گی۔ جیتندر نہایت پھرتیلے انداز میں ڈانس کرتے تھے جس کی وجہ سے انہیں اس زمانے میں ”جمپنگ جیک“ کا خطاب بھی ملا ہوا تھا۔

اس فلم کی شوٹنگ کا آغاز شملہ میں ہوا اور جلد ہی جیتندر سے ریکھا کے زوردار رومانس کی خبریں آنے لگیں۔ شملہ کے ٹھنڈے پہاڑوں پر جمی برف شاید ان کے جذبات کی گرمی سے پگھلنے لگی۔ ابھی تک ریکھا کو زیادہ تر ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا تھا جنہوں نے اس کا مذاق اُڑایا تھا، اس کی عزت نفس کو مجروح کیا تھا۔ جیتندر نے اسے عزت دی، محبت دی اور احساس دلایا کہ وہ اسی طرح معاشرے کی ایک باعزت فرد ہے جس طرح دوسرے بہت سے لوگ ہیں۔ محبت میں جیتندر کے اس رویے سے ریکھا کی عزت نفس بحال ہوئی۔

اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک ہیرو جو اپنے کیریئر میں اس جیسی ہیروئن سے کہیں زیادہ کامیاب تھا، وہ نہ صرف اس کے ساتھ فلم میں بہ خوشی کام کرے گا بلکہ اسے بہت زیادہ عزت اور محبت بھی دے گا۔ جیتندر کی وجہ سے نہ صرف ریکھا کی خوداعتمادی میں اضافہ ہوا بلکہ اس کی آنکھیں ستاروں کی طرح جھلملاتی دکھائی دینے لگیں۔ شاید وہ محسوس کر رہی تھی کہ اسے نئی زندگی ملی ہے اور آنکھوں میں ستاروں جیسی یہ چمک اسی احساس کی وجہ سے تھی۔

وہ جب شوٹنگ ختم کر کے شملہ سے واپس آگئے تب بھی یہ رومانس جاری رہا۔ کبھی وہ لانگ ڈرائیو پر چلے جاتے۔ کبھی کسی پُرسکون ریسٹورنٹ کے رومانی ماحول میں ڈنر کرتے۔ زندگی کے دیگر معاملات کی طرح ریکھا اس معاملے میں بھی منہ پھٹ تھی۔ اس نے کبھی اس رومانس کو چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ بس اتنی احتیاط ضرور کی کہ وہ اسے دوستی کا نام دیتی تھی۔ کوئی جیتندر سے اس کے تعلق کے بارے میں پوچھتا تو وہ بلاتامل جواب دیتی۔ ”ہاں... ہماری بہت اچھی دوستی ہے۔“

وہ بہت زیادہ لگن یا توجہ سے فلموں میں کام نہیں کرتی تھی۔ فلمیں اس کے لیے محض پیسہ کمانے کا ذریعہ تھیں۔ خصوصاً جب وہ جیتندر کے ساتھ عشق میں الجھی ہوئی تھی، تب تو اس نے خاصی بے پروائی اور بے توجہی سے کام کیا تھا، اس کے باوجود فلم کامیاب ہو گئی۔ اس کے بعد ریکھا کو 1972ء میں جیتندر کے مقابل فلم ”انوکھی ادا“ میں کاسٹ کیا گیا۔

جیتندر سے ریکھا کے عشق کی کہانی سے سبھی فلمی صحافی واقف تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس حقیقت سے بھی آگاہ تھے کہ ریکھا کی ماں پشپاولی بھی جیتندر کو پسند کرتی تھی۔ اس لیے اس نے کبھی اپنی بیٹی اور جیتندر کے عشق کے درمیان دیوار بننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تاہم محبت کی اس کہانی میں ایک اور موڑ موجود تھا۔ ریکھا سے رسم و راہ بڑھانے سے پہلے جیتندر کی ایک اور لڑکی سے بھی دوستی تھی۔ اس کا نام شوبھا تھا اور وہ ایئر ہوسٹس تھی۔

ریکھا کو جب جیتندر کے اس تعلق کے بارے میں معلوم ہوا تو فطری طور پر پہلے اسے شدید جذباتی دھچکا لگا۔ اس دھچکے سے سنبھلنے کے بعد اس نے کوششیں شروع کیں کہ جیتندر اس لڑکی سے ترک تعلق کر لے، مگر ریکھا کی یہ کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں۔ جیتندر کسی طرح بھی شوبھا سے ترک تعلق پر آمادہ نہ ہوا۔ اس کے بعد بھی کافی دنوں میں جا کر یہ بات ریکھا کی سمجھ میں آئی کہ جیتندر کا اس کے ساتھ عشق درحقیقت عشق نہیں، محض وقت گزاری تھی، وقتی جذبات کی تسکین کا ایک ذریعہ تھا۔ اس انکشاف سے ریکھا کے دل پر کیا گزری ہو گی، یہ تو وہی بہتر جانتی ہو گی لیکن دیکھنے والوں کو بھی کسی نہ کسی حد تک تو اندازہ ہو ہی گیا کہ محبت کی راہ میں یہ حادثہ کس درجہ دل شکن تھا۔ نوجوان اور ناتجربہ کار ریکھا کی آنکھوں میں جھلملانے والے ستارے جلد ہی دم توڑ گئے۔ اس کا چہرہ بتانے لگا کہ اس نے جاگتی آنکھوں سے جو خواب دیکھے تھے وہ ان دیکھے انجانے راستوں پر ٹوٹ کر بکھر چکے ہیں۔

”انوکھی ادا“ کی شوٹنگ کے دوران صرف پروڈیوسر اور ڈائریکٹر کو ہی نہیں بلکہ شوٹنگ دیکھنے والے عام لوگوں کو بھی اندازہ ہونے لگا کہ ریکھا اور جیتندر کے درمیان کتنی بڑی خلیج حائل ہو چکی ہے۔ حتیٰ کہ فلم کے سیٹ پر ان کے درمیان جھگڑے بھی ہونے لگے۔ ایک روز جبکہ جیتندر سمجھ رہا تھا کہ ریکھا فلم کے سیٹ پر موجود نہیں ہے، وہ چھوٹے موٹے اداکاروں اور ہنرمندوں کے سامنے ریکھا کے بارے میں اپنے اصل خیالات اور جذبات کا، بے تکلفی اور غصے سے اظہار کرنے لگا جبکہ ریکھا کچھ دور، کسی مصنوعی دیوار کی آڑ میں موجود تھی۔

اس نے وہ سب باتیں سن لیں جو اس کے بارے میں وہ شخص کر رہا تھا جسے اس نے دل و جان سے چاہا تھا، محبوب کا درجہ دیا تھا۔ شرمندگی، خجالت اور دکھ سے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ دوڑتی ہوئی میک اپ روم میں چلی گئی اور دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ یہ اس کی پہلی محبت کا انجام تھا۔

اس کے بعد اس کے اور جیتندر کے درمیان بات چیت بالکل بند ہو گئی۔ ”انوکھی ادا“ بڑی مشکل سے مکمل ہوئی۔ فلم میں انٹرویل کے بعد ہیرو اور ہیروئن کے درمیان محبت بھرے کئی سین تھے۔ وہ دونوں گویا دل پر ضبط کر کے اپنے چہروں پر محبت بھرے تاثرات لاتے اور اپنے لہجے میں پیار کی مٹھاس پیدا کرتے۔ سین اوکے ہوتے ہی وہ نفرت آمیز انداز میں ایک دوسرے سے منہ پھیر کر اپنے اپنے میک اپ روم میں چلے جاتے۔

سالوں بعد ایک انٹرویو کے دوران ریکھا کو وہ زمانہ یاد دلایا گیا تو اس نے بڑی تلخی اور دکھ سے کہا ”مجھے اس شخص سے نفرت ہے جس نے میرے لڑکپن کے خواب اُجاڑ دیئے۔ میں اس وقت عمر کے اس دور میں تھی جب انسان کے ذہن میں محبت کا ایک عجیب ہی تصور ہوتا ہے۔ وہ جس سے محبت کرتا ہے، اس سے بھی جواب میں صرف محبت ہی مانگتا ہے، اور کچھ نہیں مانگتا، کچھ نہیں چاہتا۔ مجھے بھی جیتو (جیتندر) سے اور کچھ نہیں چاہیے تھا، صرف تھوڑی سی محبت چاہیے تھی۔ میں تو اپنے دل کے مندر میں اس کا بہت اونچا بُت بنا کر اس کی پوجا کر رہی تھی۔ وہ میری نظر میں بہت بڑا انسان تھا۔ میں تو سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھتی تھی۔ وہ میرے لیے دیوتا تھا۔ اگر وہ مجھے تھوڑی سی محبت بھی نہیں دے سکتا تھا، تو نہ دیتا لیکن میری تذلیل تو نہ کرتا۔ میری معصوم محبت کا مذاق تو نہ اُڑاتا۔ وہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا تو کم از کم اپنی زبان ہی بند رکھتا۔ اپنے دل کی باتیں... جو بہت گھٹیا تھیں... انہیں تو زبان پر نہ لاتا۔ وہ تو بہت فائدے میں رہا۔ میں نے اس محبت میں بہت نقصان اٹھایا۔ جذباتی نقصان...! وقت نے یہ زخم بھر تو دیا لیکن میں جیتو کے اس کمینے پن کو بھولوں گی نہیں۔“ (جاری ہے)

وہ اپنے
عشق کو راز
رکھنے کی قائل
نہیں تھی
ریکھا کی داستانِ حیات
itsurdu.blogspot.com

ونود مہرہ نے 1971ء میں فلم ''ایک تھی ریتا'' سے بطور ہیرو اپنا کیریئر شروع کیا تھا۔اس سے پہلے وہ 1958ء سے 1960ء کے دوران تین فلموں میں چائلڈ آرٹسٹ کے طور پر کام کر چکے تھے۔وہ عموماً ہر ایک کے ساتھ خوش خلقی اور گرمجوشی سے پیش آتے تھے۔ان کی ریکھا سے ملاقات اس زمانے میں ہوئی جب وہ جیتندر سے محبت کے نام پر دھوکا کھا کر دل شکستگی اور صدمے کے ایک دور سے گزرنے کے بعد اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔
ونود مہرہ نووارد تھے اور فلمی دنیا میں قدم جمانے کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔انہیں اندازہ ہو رہا تھا کہ فلمی دنیا میں کوئی مقام بنانا کس قدر مشکل کام تھا۔
ریکھا سے جلد ہی ان کی رسم وراہ بڑھ گئی اور وہ اکثر ہی ملنے لگے۔پھر یہ نوبت آ گئی کہ انہیں ایک دوسرے کے بغیر وقت گزارنا دشوار محسوس ہونے لگا۔ریکھا کو یوں لگا جیسے ونود ان کی زندگی میں آنے والے پہلے مخلص انسان تھے۔وہ دونوں اکثر ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ادھر سے ادھر آتے جاتے دکھائی دیتے۔کبھی ریکھا، ونود کے ساتھ ان کی فوکس ویگن میں جاتی دکھائی دیتی۔کبھی وہ کسی ریسٹورنٹ میں ڈنر کرتے نظر آتے۔ہدایت کار ساون کمار پالی ہل کے علاقے کی ایک بلڈنگ میں ونود مہرہ کے برابر والے فلیٹ میں رہتے تھے۔ان کا کہنا ہے کہ اس زمانے میں ریکھا، ونود مہرہ کے فلیٹ میں بھی کافی وقت گزارتی تھی۔ساون کمار کی ریکھا سے ملاقات وہیں ہوئی تھی۔
ساون کمار نے ریکھا کو اپنی پانچ فلموں میں سائن کیا تھا۔ریکھا نے کسی اور ڈائریکٹر کے ساتھ اس سے زیادہ فلمیں نہیں کیں۔ریکھا اپنے عشق کو راز رکھنے والی عورت نہیں تھی۔1972ء میں فلمی رسالے ''اسٹار اینڈ اسٹائل'' کو انٹرویو دیتے ہوئے اس نے ان الفاظ میں اپنے اس عشق کا بھی اعتراف کر لیا''ہاں...ہم دونوں کے درمیان گہرے تعلقات ہیں اور ونود کی رسائی میرے بیڈروم تک بھی ہے۔''
ریکھا کو جب اور جہاں بھی اپنے دفاع کے لئے کسی کی مدد کی ضرورت ہوتی، ونود وہاں موجود ہوتے یا فوراً پہنچ جاتے۔ان کے قریبی جاننے والوں کا کہنا ہے کہ ونود مہرہ واقعی ریکھا کے ساتھ بے حد مخلص تھے اور ان سے اپنے تعلق کو کسی باقاعدہ اور باضابطہ بندھن میں بدلنا چاہتے تھے۔انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ ریکھا کا ماضی کیا تھا یا لوگ ان کے بارے میں کیا باتیں کرتے تھے۔وہ دونوں ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ہونا چاہتے تھے۔اس راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ تھی...اور وہ تھیں ونود مہرہ کی والدہ کملا مہرہ۔
وہ ایک روایتی فلمی ساس کی طرح کسی ایسی لڑکی کو اپنی بہو بنانا چاہتی تھیں جو پاک دامن، سلیقہ شعار، سعادت مند، فرمانبردار ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت خوبصورت بھی ہو۔ظاہر ہے، ان میں سے کوئی بھی خصوصیت ریکھا میں موجود نہیں تھی۔وہ بھلا کملا مہرہ کے لئے آئیڈیل بہو کیونکر ہو سکتی تھی؟ وہ ریکھا کے بہت سے انٹرویو پڑھ چکی تھیں اور ان کے باغیانہ خیالات سے بہت اچھی طرح واقف تھیں۔ایک انٹرویو میں ریکھا کے یہ الفاظ پڑھ کر تو انہوں نے سر پیٹ لیا تھا''وہ لوگ نہ جانے کون سی دنیا میں رہتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ عورت کا پہلا جسمانی تعلق صرف سہاگ رات کو اس کے شوہر سے قائم ہونا چاہئے۔''
کملا مہرہ کو یہ بھی معلوم تھا کہ ریکھا اپنے والدین کی ناجائز اولاد تھی۔یہ بات بھی ان کی نظر میں بہت ہی معیوب اور ناقابل برداشت تھی۔انہوں نے ونود مہرہ کے سامنے اپنے اس عزم کا اظہار کر دیا تھا کہ ریکھا جیسی لڑکی ان کی بہو ہرگز نہیں بن سکتی۔ونود مہرہ کے کہنے پر ریکھا نے ان کی والدہ کی نظر میں اچھی بننے کے لئے خاصے جتن کئے۔ونود کی بہن شاردا کی شادی پر ریکھا پیش پیش رہی اور شادی کے بعد بھی اس کی خیر خبر لینے دوسرے شہر ''نبان'' جاتی رہی جہاں شاردا بیاہ کر گئی تھی۔کئی بار ریکھا نے اپنے ہاتھوں سے سالن بنا کر ''ممی جی'' کے لئے بھیجا لیکن ریکھا کی ان کوششوں سے کملا مہرہ ذرا بھی متاثر نہ ہوئیں۔ونود مہرہ نے ان دونوں شخصیات کے درمیان پل کا کردار ادا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی ناکام رہے۔
دوسری طرف ونود مہرہ نے یہ کوششیں بھی شروع کر دیں کہ ریکھا اپنے خیالات اور انداز و اطوار تبدیل کر لیں۔اس پر خود ان دونوں کے درمیان اختلافات پیدا ہونے لگے اور ریکھا کو اندیشہ محسوس ہونے لگا کہ شاید ایک دن ونود مہرہ بھی ان سے ترک تعلق کر لے گا۔اس اندیشے نے ریکھا کو اتنا دل برداشتہ کیا کہ 1973ء کے وسط میں ایک بار اس نے کیڑے مار زہریلی دوا پی کر خودکشی کی کوشش کر ڈالی۔یہ خبر میڈیا تک پہنچی۔میڈیا اور فلم انڈسٹری میں ایک طوفان برپا ہو گیا۔جن فلم سازوں نے ریکھا کو سائن کر رکھا تھا، ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔
ریکھا کی جان بچا لی گئی تھی۔میڈیا اور فلم انڈسٹری کو تسلی دینے کے لئے پشپاولی اور ونود مہرہ نے ایک پریس کانفرنس کا اہتمام کیا جس میں ریکھا نے خود صحافیوں کے سامنے بیٹھ کر کمزور اور مضمحل آواز میں بتایا کہ اس نے خودکشی کی کوشش قطعی نہیں کی تھی، اسے تو صرف فوڈ پوائزننگ ہوئی تھی۔حسب روایت رفتہ رفتہ یہ معاملہ دب گیا لیکن یہ طے تھا کہ کسی نے ریکھا کی بات پر یقین نہیں کیا تھا۔
ستمبر 1973ء میں ریکھا نے ایک انٹرویو میں کہا''ونود مہرہ کی والدہ کی نظر میں میں ایک بدنام لڑکی ہوں جس کا ماضی گھناؤنا اور مستقبل مخدوش ہے۔ان کے خیال میں میرے مزاج میں آوارگی ہے اور مجھے اپنی خواہشات پر قابو نہیں ہے۔شروع میں تو وہ مجھے کسی حد تک برداشت کر بھی لیتی تھیں لیکن میرا خیال ہے کہ اب بالکل برداشت نہیں کریں گی۔''
ریکھا کی خودکشی کی کوشش کے بعد ونود مہرہ نے سوچا کہ انہیں شادی کر ہی لینی چاہئے لیکن فی الحال والدہ کو اس کے بارے میں نہیں بتانا چاہئے۔بعد میں رفتہ رفتہ منت سماجت سے یا کسی اور طرح انہیں آمادہ کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ وہ ریکھا کو بہو کے طور پر قبول کر لیں۔اس شادی کی تیاریاں موسمی چٹرجی کے شوہر رتیش چٹرجی نے کیں۔شادی کی رسوم کلکتہ کے پارک سرکس کے علاقے میں واقع ایک مندر میں انجام دی گئیں۔اس موقع پر موسمی چٹرجی نے اپنی نتھ ریکھا کو پہننے کیلئے دی۔
ریکھا کو معلوم تھا کہ ممبئی کی فلم انڈسٹری میں شادی اکثر ہیروئنوں کے کیریئر کیلئے تباہ کن ثابت ہوتی ہے۔اسے اندازہ تھا کہ ونود مہرہ سے شادی کے نتیجے میں شاید اس کا کیریئر بھی ختم ہو جائے، لیکن اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی۔اس کیلئے شادی کے باعزت بندھن میں بندھنا زیادہ اہم تھا۔کلکتہ میں شادی کے بعد وہ ہوائی جہاز کے ذریعے ممبئی پہنچے۔وہاں سے ان کا ارادہ کار میں ''نبان'' جانے کا تھا۔یہ وہ قریبی شہر تھا جہاں ونود کی شادی شدہ بہن شاردا رہتی تھی۔ان کا ارادہ پہلے چند دن شاردا کے گھر رہنے کا تھا اور اس دوران انہیں ونود کی والدہ کو رام کرنے کی کوشش کرنا تھی لیکن ہوا یہ کہ وہ ممبئی کے ایئرپورٹ پر اترے تو خوفناک قسم کا طوفان باد و باراں شروع ہو گیا۔انہیں سڑک کے راستے نبان کی طرف سفر کا ارادہ ملتوی کر کے ونود کے گھر کا ہی رخ کرنا پڑا جہاں ونود کی والدہ کملا مہرہ موجود تھیں۔وہاں جو کچھ ہوا، اس کا آنکھوں دیکھا حال ایک فلمساز نے یوں بیان کیا۔
ونود مہرہ اپنی دلہن کو لے کر جونہی گھر میں داخل ہونے لگے، انہیں اپنی والدہ سامنے ہی کھڑی نظر آئیں۔نئی دلہن نے آگے بڑھ کر ساس کے پاؤں چھونا چاہے تو ساس جی نے شدید غصے کا مظاہرہ کرتے ہوئے پاؤں پیچھے کر لئے اور چیخ کر بولیں ''تمہیں اندر آنے کی ضرورت نہیں... فوراً نکل جاؤ میرے گھر سے...''
ریکھا دروازے پر ہی رک گئی لیکن کملا مہرہ انہیں بے نقط سناتی رہیں۔ونود مہرہ نے ماں کو چپ کرانے کی کوشش کی تو انہوں نے اسے بھی کھری کھری سنا دیں۔ریکھا نے غالباً معذرت کرنے کیلئے کچھ کہنا چاہا تو کملا ٹھنڈی پڑنے کے بجائے، غصے سے بالکل ہی بے قابو ہو گئیں اور چپل اتار کر ریکھا کو مارنے کے لئے لپکیں۔ریکھا دم بہ خود کھڑی رہی۔وہ گویا شرم سے زمین میں گڑی جا رہی تھی۔فلیٹ کے دروازے پر لوگ جمع ہونے لگے تھے۔ونود مہرہ کو اپنی والدہ کا غصہ ٹھنڈا کرنے میں کوئی کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔
آخر ریکھا مڑی اور دوڑتی ہوئی دروازے سے نکل گئی۔خجالت اور شرمندگی کے باعث اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ چکی تھیں۔ونود مہرہ اس کے پیچھے پیچھے باہر آئے اور اسے سمجھانے لگے کہ فی الحال وہ اپنے گھر پر ہی رہے، وہ اس دوران اپنی والدہ کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کریں گے۔ریکھا نے آمادگی سے اثبات میں سر ہلایا اور اپنے گھر چلی گئی۔
ریکھا کو اپنے گھر رہتے ہوئے کئی ماہ گزر گئے لیکن اس بارے میں کوئی خبر نہ مل سکی کہ ونود مہرہ کی والدہ کا غصہ ٹھنڈا ہوا یا نہیں۔ونود اپنی والدہ اور بیوی کے درمیان شٹل کاک بنا ہوا تھا لیکن کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے سے قاصر تھا۔
اس دوران ونود اور ریکھا کی شادی میڈیا اور فلم انڈسٹری میں ایک ایسا موضوع بنی ہوئی تھی جس پر سب سے زیادہ باتیں ہو رہی تھیں۔اس کہانی کا دلچسپ انجام یہ ہوا کہ 2004ء میں ریکھا اس شادی سے ہی منکر ہو گئی۔اس کا کہنا تھا کہ ونود مہرہ سے اس کی بہت اچھی دوستی ضرور تھی لیکن ان دونوں کی ایک دوسرے سے شادی کبھی نہیں ہوئی تھی۔
1972ء سے 1973ء کے دوران ریکھا کی 16 فلمیں ریلیز ہوئیں۔کم از کم تعداد کے لحاظ سے یہ کسی بھی اداکار یا اداکارہ کی حیرت انگیز کارکردگی تھی۔تاہم کامیابی کے اعتبار سے ان میں صرف ''رام پور کا لچھمن'' قابل ذکر تھی جو 1972ء میں ریلیز ہوئی۔جرم و سزا کی سنسنی خیز کہانی پر مبنی فلم ''قیمت'' اور ''کہانی قسمت کی'' (1973ء) نے پروڈیوسر اور ڈائریکٹرز کو یہ احساس دلایا کہ فلم میں ہیرو ہیروئن کے طور پر کاسٹ کرنے کیلئے ریکھا اور دھرمیندر کی جوڑی بہت اچھی تھی۔آنے والے دنوں میں بہت سے فلمسازوں نے یہی تجربہ کیا۔فلم ''قیمت'' میں ایک بولڈ قسم کا گانا پکچرائز کروا کر ریکھا نے اپنے اس امیج کو بھی مزید مضبوط کیا تھا کہ وہ بے تکلفانہ مناظر پکچرائز کرانے سے ہچکچاتی نہیں ہے۔
1973ء میں ریکھا، ہری کیش مکرجی کی فلم ''نمک حرام'' میں اس وقت کے مقبول ترین اسٹار راجیش کھنہ اور ابھرتے ہوئے اسٹار امیتابھ بچن کے ساتھ بھی کاسٹ ہوئی۔یہ امیتابھ کے ساتھ اس کی پہلی فلم تھی لیکن ان دونوں کا کوئی سین ایک دوسرے کے ساتھ نہیں تھا۔ریکھا کی، ریلیز ہونے والی فلموں کی تعداد خاصی ہونے کے باوجود ابھی تک اسے کسی نے بہت اچھی اداکارہ تسلیم نہیں کیا تھا۔تاہم فلمی رسالوں کے سرورق پر اس کی تصویریں اور اندر اس کی خبریں یا انٹرویوز سب سے زیادہ چھپتے تھے۔اس کی وجہ اس کا لاابالی انداز، زندگی کے انتہائی سنجیدہ معاملات کے بارے میں اس کی بے پروائی، بولڈ فلمی مناظر، بے باک گفتگو اور معاشقے تھے۔

☆...☆...☆

بولی وڈ کے مشہور فلمی ولن جیون کے بیٹے کرن کمار نے اپنا کیریئر خواجہ احمد عباس کی فلم ''دو بوند پانی'' (1971ء) سے شروع کیا تھا۔اس نے بھی پونا کے فلم اور ٹی وی انسٹی ٹیوٹ سے گریجویشن کیا تھا۔گو کہ اس کی پہلی فلم نے کئی ایوارڈز حاصل کئے لیکن اس کے بعد اسے دوسرے درجے کی چند فلموں میں ہی کام مل سکا۔مثلاً جنگل میں منگل، فری لو، اور گال گلابی نین شرابی۔ان میں سے کوئی بھی فلم خاص کامیاب نہ ہو سکی اور کرن کمار کو بھی فلم انڈسٹری میں کوئی خاص مقام حاصل نہ ہو سکا۔
کرن کی دوستی 1972ء سے 1974ء کے دوران یوگیتا بالی سے تھی جو ریکھا کی قریبی دوست تھی۔ریکھا، اس کی ''سرپرست'' قسم کی دوست تھی۔اسے نصیحتیں کرتی رہتی تھی۔اس کا برا بھلا سمجھاتی رہتی تھی۔یوگیتا بالی خود اس کی اس سرپرستی کی عادی ہو گئی تھی اور اس کی رہنمائی کے بغیر قدم نہیں اٹھاتی تھی۔یوگیتا بالی کے خیال میں ریکھا اسے بہت سی تکلیفوں اور مصیبتوں سے بچاتی تھی۔اسے نہیں معلوم تھا کہ زندگی میں سب سے زیادہ تکلیف اسے ریکھا سے ہی پہنچے گی۔
(جاری ہے)

اس کی
بے باکی
لوگوں کو حیران کردیتی تھی
ریکھا کی داستانِ حیات
itsurdu.blogspot.com

قسط:11

ادھر کرن کمار یہ سمجھتا تھا کہ ریکھا کی دوستی یوگیتا بالی کے لئے اچھی نہیں ہے۔ وہ یوگیتا بالی کو تاکید کیا کرتا تھا کہ وہ ریکھا کی صحبت سے بچے، کہیں وہ اسے بھی ”خراب“ نہ کردے۔ یوگیتا بالی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسے یہ نصیحت کرتے کرتے کرن خود ریکھا کے سحر میں گرفتار ہو جائے گا۔ کچھ عرصے بعد یوگیتا بالی کو ادھر ادھر سے اڑتی اڑتی سی خبریں ملیں کہ ریکھا اور کرن کمار کے درمیان معاشقہ چل رہا ہے۔ یوگیتا کو بہر حال اتنا شعور تو تھا کہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے، اگر ریکھا اور کرن کے درمیان معاشقہ چل رہا تھا تو اس کی ذمہ دار صرف ریکھا تو نہیں ہو گی، کرن کمار نے بھی اس میں برابر کا کردار ادا کیا ہو گا۔ آخر کار جب اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ کرن کمار بری طرح ریکھا کی زلفوں کا اسیر ہو چکا تھا اور ان کے درمیان خوب ملاقاتیں ہو رہی تھیں، تو یوگیتا بالی نے اس سے تعلق توڑ لیا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ کرن کمار خود بھی اس سے تعلق توڑنے کے بہانے ڈھونڈ رہا تھا۔

ریکھا اپنی زندگی میں آنے والے اس نئے نوجوان کرن کمار کو پا کر بہت خوش تھی۔ دونوں اکثر ساتھ نظر آتے۔ کبھی ایک دوسرے کی فلم کے سیٹ پر پہنچ جاتے، کبھی ریکھا، اس سے ملنے کے لئے شوٹنگ ہی چھوڑ کر غائب ہو جاتی۔ فلمی تقاریب یا فلم والوں کی پارٹیوں میں بھی دونوں اکٹھے نظر آتے۔ کرن کے والد نے ساحلی علاقے بینڈرا میں اچھا بنگلا بنوا رکھا تھا، جس کا نام انہوں نے اپنا اور بیٹے کا نام ملا کر ”جیون کرن“ رکھا تھا۔ ریکھا، کرن سے ملنے وہاں بھی چلی جاتی اور اکثر کافی دیر تک وہیں رہتی۔ حسب معمول ریکھا نے کرن سے بھی اپنے عشق کو چھپانے کی قطعی کوئی کوشش نہیں کی جس کی وجہ سے آئے دن فلمی رسالوں میں ان کے بارے میں رنگا رنگ کہانیاں چھپتیں۔

جن دنوں ونود مہرہ سے ریکھا کا عشق چل رہا تھا، ان دنوں بھی فلموں کی شوٹنگ کے سلسلے میں ریکھا کے غیر ذمے دارانہ رویے کی وجہ سے فلمسازوں کو کئی بار نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ اب کرن کمار سے عشق کے دوران بھی ریکھا کا یہ معمول برقرار رہا۔ مہابلیشور کے علاقے میں سنجے خان کی فلم ”دھرماتما“ (1975ء) کی شوٹنگ کے دوران لائٹس کی ترتیب بدلنے کے لئے مختصر سا وقفہ آیا تو ریکھا غائب ہو گئی۔ کسی نے بتایا کہ اسے اپنی کار میں جاتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ اس کے بعد دو دن تک ریکھا کا کچھ پتا نہ چلا۔ آخر کار دو دن بعد وہ واپس آئی تو فیروز خان کے پوچھنے پر بڑے اطمینان سے بولی ”میں ذرا ممبئی چلی گئی تھی۔ مجھے کِن کِن کی یاد ستا رہی تھی۔“

کرن کمار کو وہ پیار سے ”کِن کِن“ (Kin Kin) کہتی تھی، جبکہ اس سے پہلے ونود مہرہ کو وہ پیار سے ”وِن وِن“ (Vin Vin) کہا کرتی تھی!

ریکھا جب کسی کے عشق میں گرفتار ہوتی تھی تو پھر دنیا کی باقی سب چیزیں اس کے لئے غیر اہم ہو جاتی تھیں۔ ایک بار پروڈیوسر شیو کمار نے اسے اپنی فلم کے لئے سائن کیا۔ اس کی شوٹنگ کلکتہ میں ہونی تھی۔ ریکھا شوٹنگ کے لئے کافی تاخیر سے کلکتہ پہنچی۔ ایئر پورٹ پر جو شخص اسے ریسیو کرنے آیا، اس سے ریکھا نے پوچھا کہ باقی لوگ کہاں ہیں؟ اس آدمی نے بتایا کہ وہ لوکیشن پر اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ ریکھا جب لوکیشن پر پہنچی تو یہ دیکھ کر برہم ہو گئی کہ فلم یونٹ کے لوگ بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔

”جب یہاں کوئی کام نہیں ہو رہا تو مجھے کیوں بلا لیا؟“ اس نے ناگواری سے پوچھا۔

پروڈیوسر شیو کمار نے اسے بتایا ”یہ سب تمہارے انتظار میں فارغ بیٹھے تھے۔ وقت گزاری کے لئے تاش کھیلنے بیٹھ گئے۔ اب تم آئی ہو تو کام شروع ہو گا۔“

ریکھا کی ناراضی دور نہ ہوئی۔ وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی ”میرا خیال ہے تم مجھے بہلا رہے ہو۔ یہاں ابھی کام شروع ہونے کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ میں ممبئی واپس چلی جاتی ہوں۔ کل کرن کی سالگرہ ہے اور مجھے اس کی سالگرہ میں ضرور شرکت کرنی ہے۔ میں اگر فوراً ایئر پورٹ واپس چلی جاؤں تو مجھے ممبئی کی فلائٹ مل جائے گی۔“

وہ اپنی ضد پر قائم رہی۔ آخر شیو کمار نے اس سے وعدہ لیا کہ وہ دو دن میں واپس آجائے گی... لیکن ہوا یہ کہ وہ کبھی واپس نہیں آئی۔ شیو کمار کو کوئی اور ہیروئن لے کر فلم بنانا پڑی۔ جن لوگوں کو ریکھا کے معاملے میں اس قسم کے اتفاقات ہو چکے تھے، ان کا کہنا تھا کہ جن دنوں ریکھا کا عشق چل رہا ہو، ان دنوں اسے فلم میں کاسٹ کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ ان دنوں میں وہ نہایت غیر ذمے دار ہوتی تھی، دل کے کہنے پر کچھ بھی کر سکتی تھی، کسی وقت بھی غائب ہو سکتی تھی، نتیجے کی پروا کیے بغیر کوئی بھی قدم اٹھا سکتی تھی اور وہ کبھی نہیں بدل سکتی تھی۔

کرن کمار کے والد جیون کمار پرانے اداکار تھے، برسوں سے فلموں میں کام کر رہے تھے۔ انہیں اپنے بیٹے اور ریکھا کے معاشقے کا پتا چل چکا تھا۔ لوگ انہیں ریکھا کے ماضی اور حال کے بارے میں بھی بتاتے رہتے تھے، ریکھا کا ماضی اور حال، دونوں ہی کچھ ایسے قابل رشک نہیں تھے۔ جیون کمار کے خیال میں بھی ریکھا ان کی بہو بننے کے لائق نہیں تھی۔ وہ ایک کشمیری پنڈت تھے۔ فلموں میں کام ضرور کرتے تھے لیکن خاصی سخت سماجی اور خاندانی روایات پر یقین رکھتے تھے۔ ریکھا کا اپنے والدین کی ناجائز اولاد ہونا بھی ان کی نظر میں معیوب تھا۔ ان کے گھر والوں نے بھی ریکھا سے کرن کمار کی شادی کے امکان کو سختی سے مسترد کر دیا۔

ایک بار پھر وہی دل شکن صورتحال ریکھا کی منتظر تھی۔ ایک بار پھر اسے محبت میں سب کچھ صرف کھونا ہی کھونا تھا، پانا کچھ نہیں تھا۔ افسوس کی بات یہ تھی کہ ونود مہرہ کی طرح کرن کمار بھی ریکھا کی خاطر اپنے گھر والوں کے سامنے کھڑا ہونے کے لئے تیار نہیں تھا۔ یہ چیز ریکھا کے لئے زیادہ تکلیف دہ تھی۔ میڈیا ریکھا کے معاشقوں کو محض دل لگی قرار دیتا تھا لیکن ریکھا کے قریبی جاننے والوں کا کہنا تھا کہ وہ جب بھی عشق کرتی تھی، دل و جان سے کرتی تھی۔ اس کے عشق میں بلا کی شدت ہوتی تھی اور وہ اپنے محبوب کے لئے جان بھی دے سکتی تھی۔

البتہ یہ ضرور تھا کہ ایک عشق میں ناکام ہونے، محبت کے دل شکن حادثے سے گزرنے اور کچھ عرصہ نہایت مایوسی، دل گرفتگی اور گہرے دکھ میں گزارنے کے بعد آخر کار سنبھل کر وہ شاید اس امید پر نئے عشق کے سمندر میں کود پڑتی تھی کہ ہو سکتا ہے اس بار گوہر مراد اس کے ہاتھ لگ جائے۔ ونود مہرہ اور کرن کمار، دونوں سے عشق کے معاملے میں ریکھا کے محبوب نے اسے دھوکا نہیں دیا تھا اور نہ ہی مسترد کیا تھا لیکن دونوں مرتبہ سماجی قدریں ریکھا کے آڑے آگئی تھیں۔ وہی سماجی قدریں جنہیں ریکھا جھوٹی، بے بنیاد اور کھوکھلی قرار دیتی تھی، مگر وہی سماجی قدریں ریکھا کی قسمت کا فیصلہ کر رہی تھیں۔ ریکھا کو ان سے شکست کھانا پڑ رہی تھی۔ کرن کمار سے بھی اس کا عشق بے ثمر اور بے نتیجہ رہا۔

اس وقت تک ریکھا کی ایک بھی ایسی فلم ریلیز نہیں ہوئی تھی جس کی بناء پر اسے ایک بہت اچھی اور سنجیدہ اداکارہ سمجھا جا سکتا۔ اس کے باوجود فلم انڈسٹری پر اس کی گرفت مضبوط ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ کوئی بھی فلمی رسالہ ایسا نہیں ہوتا تھا جس کے سرورق پر اس کی تصویر، اندرونی صفحات پر اس کا انٹرویو یا تذکرہ موجود نہ ہو۔ وہ اس لئے صحافیوں کی پسندیدہ شخصیت تھی کہ اس کے بارے میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی چٹپٹی اور چٹخارے دار بات لکھی جا سکتی تھی۔ عام طور پر وہ خود ہی کوئی نہ کوئی ایسی بات کر دیتی تھی جس سے سنسنی خیز سرخیاں بن جاتی تھیں۔

اس کے طرز زندگی، معاشقوں اور بے باک گفتگو میں صحافیوں کو ہمیشہ کچھ نہ کچھ ”مسالا“ مل جاتا تھا جس میں بعض صحافی اپنی طرف سے مزید ”مرچ مسالا“ شامل کر دیتے تھے۔ مثلاً ایک بار وہ یہ تو کہہ ہی چکی تھی کہ ”یہ محض اتفاق اور میری خوش قسمتی ہے کہ میں اب تک امید سے نہیں ہوئی“ لیکن ایک بار اس نے اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا۔ ”میں اگر شادی کے بغیر ماں بن جاؤں تب بھی مجھے کوئی پروا نہیں ہو گی۔ کسی بھی قسم کے حالات میں اگر میرے ہاں اولاد ہو گئی تو میں اسے بہت پیار سے پالوں گی، کیونکہ مجھے بچوں سے بہت محبت ہے۔“

اپنی چند ابتدائی فلموں کی کامیابی کے بعد ریکھا نے جوہو کے ساحلی علاقے میں ایک فلیٹ لے لیا تھا اور اجنتا ہوٹل سے وہاں منتقل ہو گئی تھی۔ اس وقت اس کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی جب وہ ایک پوش علاقے میں فلیٹ کی مالک بن گئی تھی۔ اسی بلڈنگ میں جیا بھادری بھی رہ رہی تھی جو اس وقت تک اپنے آپ کو ایک نہایت اچھی اور باصلاحیت اداکارہ منوا چکی تھی۔ ایک ایسی اداکارہ جو کمرشل فلموں اور آرٹ فلموں، دونوں کے لئے موزوں تھی اور دونوں طرح کی فلموں میں آسانی سے کام کر سکتی تھی۔ اسے ایک ورسٹائل اور اہم اداکارہ شمار کیا جاتا تھا۔

ریکھا اور جیا بھادری، دونوں نے اپنا کیریئر تقریباً ساتھ ساتھ ہی شروع کیا تھا لیکن فلم انڈسٹری میں دونوں کا مقام مختلف تھا۔ ریکھا نہ تو خود کو اور نہ ہی اپنے کام کو سنجیدگی سے لیتی تھی۔ اس طرح فلم انڈسٹری بھی اسے سنجیدگی سے نہیں لیتی تھی۔ اس کی صلاحیتوں یا اس کے کام کے بارے میں کم بات ہوتی تھی، اس کی نجی زندگی اور حرکتوں کے تذکرے زیادہ ہوتے تھے۔

ریکھا کا خود یہ کہنا تھا ”میں اپنے کام کو تفریح سمجھ کر کرتی ہوں۔ شوٹنگ چھوڑ کر میں اسی طرح غائب ہوتی ہوں جس طرح اسکول کے بچے اپنی کلاس سے غائب ہوتے ہیں۔ مجھے اس وقت بڑا مزا آتا ہے جب پروڈیوسر مجھے ڈھونڈتے پھرتے ہیں یا میری تلاش میں چاروں طرف آدمی دوڑاتے ہیں، نہ جانے کہاں کہاں فون کرتے ہیں، میں اس دوران کسی دوست کے گھر میں چھپی ہوتی ہوں۔ پھر میں سیٹ پر آتی ہوں تو یہ ظاہر کرتی ہوں جیسے میں بیمار تھی۔“

(جاری ہے)

وہ سحر زدہ سی نظروں سے

قسط:12

ریکھانے سنیل دت جیسے اداکار اور اپنے وقت کے سپراسٹار راجیش کھنہ کو بھی فلموں کے سیٹ پر انتظار کرنے پر مجبور کردیا تھا۔ ہریش کیش مکرجی کی فلم ”نمک حرام“(1973ء) کے سیٹ سے بھی ریکھا غائب ہوگئی تھی۔ آدھے دن کے انتظار کے بعد آخر کار مکرجی کو شوٹنگ کینسل کرنا پڑی۔ ریکھا اس وقت کم عمر تھی۔ سب اسے من موجی اور ناسمجھ قرار دے کر اس کے غیر ذمے دارانہ رویے کو نظر انداز کردیتے تھے۔

جس بلڈنگ میں ریکھا اور جیا بھادری رہتی تھیں، وہاں اکثر دونوں کی ملاقات ہوجاتی تھی۔ ریکھا نہایت محبت اور احترام سے جیا کو ”دیدی بائی“ کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔ اردو میں اس کا مفہوم ”باجی محترمہ“ سمجھ لیجیے۔ ریکھا اکثر جیا کے فلیٹ میں چلی جاتی اور کافی وقت وہاں گزارتی۔ جیا واقعی بڑی بہنوں کی طرح مشفقانہ انداز میں کیرئیر اور زندگی کے دوسرے معاملات کے بارے میں اسے مشوروں سے نوازتی۔ اسی فلیٹ میں ریکھا کی امیتابھ بچن سے پہلی ملاقات ہوئی تھی جن سے ان دنوں جیا کی گہری دوستی چل رہی تھی۔

امیتابھ نے اپنا کیرئیر خواجہ احمد عباس کی ”سات ہندوستانی“(1969ء) سے شروع کیا تھا جو فلاپ ہوگئی تھی۔ اس کے بعد ان کی مزید دو تین فلمیں فلاپ ہوئیں۔ ریکھا کے ساتھ بھی انہیں ایک فلم ”دنیا کا میلہ“(1974ء) میں سائن کیا گیا لیکن پھر پروڈیوسر نے امیتابھ کو بے کار اداکار سمجھتے ہوئے، ان کی جگہ سنجے خان کو سائن کرلیا، جبکہ امیتابھ اور ریکھا پر ایک گانا ”توبہ توبہ...“ بھی پکچرائز ہوچکا تھا۔ یہ گانا ”یوٹیوب“ پر موجود ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جیا ان دنوں امیتابھ کے لئے بڑا مضبوط سہارا بنی ہوئی تھیں۔ وہ امیتابھ سے زیادہ کامیاب تھیں اور بعض پروڈیوسر سے امیتابھ کی سفارش کرتی تھیں۔ پھر 1973ء میں جیا اور امیتابھ کی فلم ”زنجیر“ ریلیز ہوئی جو بلاک بسٹر ثابت ہوئی۔ کئی ناکام فلموں کے بعد اس کامیاب فلم نے راتوں رات فلم انڈسٹری میں امیتابھ بچن کا مقام بدل دیا۔ اسی فلم کے بعد انہیں ”اینگری ینگ مین“ کا خطاب ملا۔ اس کامیابی کے بعد امیتابھ اور جیا نے فیصلہ کیا کہ انہیں شادی کرلینی چاہئے۔

شادی کے لئے 3 جون 1973ء تاریخ مقرر ہوئی۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس شادی میں ریکھا کو مدعو نہیں کیا گیا۔ ریکھا نے اس پر اپنے ردعمل کا اظہار یوں کیا۔ ”میں تو جیا کو سچ مچ بڑی بہن کی طرح سمجھتی تھی۔ وہ جس طرح مجھے اچھے اچھے مشورے دیتی تھیں اور میری رہنمائی کرتی تھیں، اس سے مجھے تو یہی لگتا تھا کہ وہ بھی میرے ساتھ بہت مخلص ہیں لیکن اب مجھے اندازہ ہوا ہے کہ مشورے دینا ان کی عادت ہے۔ وہ اس طرح سبھی کو مشورے دیتی ہوں گی جس طرح مجھے دیتی تھیں۔ انہیں بس اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ عقلمند ثابت کرنے کا شوق ہے اور جب کسی پر اپنی برتری ثابت کرنے کا شوق پورا ہوجاتا ہے تو وہ اسے چھوڑ کر آگے بڑھ جاتی ہیں۔“

ادھر جیا بھادری نے بچن فیملی کا حصہ بننے کے بعد فلموں میں کام ترک کرنے کا اعلان کردیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کی جو فلمیں چل رہی ہیں، وہ صرف انہیں مکمل کرائیں گی۔

☆...☆...☆

”دولال گوہا“ نامی ایک فلم میکر نے 1972ء میں ”دشمن“ بنائی تھی جس کے ہیرو راجیش کھنہ تھے۔ 1974ء میں انہوں نے دھرمیندر اور شتروگن سنہا کے ساتھ ”دوست“ بنائی۔ دونوں فلمیں کامیاب ہوگئیں تو دولال گوہا نے سوچا کہ عام ڈگر سے ہٹ کر کوئی ذرا غیر روایتی فلم بنائی جائے۔ انہوں نے ”دوانجانے“ کے نام سے ایک ناول پر فلم بنانے کا ارادہ کیا۔ ناول انگریزی سے ماخوذ تھا۔ یہ ایک ایسی لڑکی کی کہانی تھی جو جاگتی آنکھوں سے بڑے بڑے خواب دیکھتی تھی لیکن اس کی شادی ایک کلرک سے ہوجاتی ہے۔

کلرک کا ایک دولت مند دوست اس لڑکی کو شیشے میں اتار لیتا ہے۔ دونوں مل کر لڑکی کے شوہر کو راستے سے ہٹانے کے لئے چلتی ٹرین سے دھکا دے دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ شوہر مر گیا لیکن وہ بچ جاتا ہے اور آکر ان دونوں سے انتقام لیتا ہے۔ کلرک یا ہیرو کا مرکزی کردار امیتابھ بچن کو ادا کرنا تھا، جبکہ اس کے دولت مند دوست کے کردار کے لئے پریم چوپڑا کو منتخب کیا گیا تھا۔ ہیروئن کا کردار گوکہ بہت مضبوط اور جاندار تھا لیکن بہرحال منفی تھا۔ اس کے لئے شرمیلا ٹیگور اور ممتاز سے بات کی گئی۔ دونوں نے انکار کردیا کہ کہیں ان پر روایتی مشرقی ہیروئن کے بجائے ویمپ کی چھاپ نہ لگ جائے۔

ریکھا اس کردار کے لئے موزوں معلوم ہوتی تھی۔ اس سے بات کی گئی تو پہلے اس نے بھی اسی اندیشے کے تحت انکار کردیا جو شرمیلا ٹیگور اور ممتاز نے محسوس کیا تھا لیکن اسے سمجھایا گیا کہ یہ ایک جاندار اور مختلف کردار تھا جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو ایک اچھی اور باصلاحیت اداکارہ ثابت کرسکتی تھی۔ ریکھا کو واقعی اس وقت تک کوئی ایسا کردار نہیں ملا تھا جس میں ریکھا کے لئے صحیح معنوں میں اپنی اداکارانہ صلاحتیں دکھانے کی گنجائش ہوتی اور جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو ایک اچھی اداکارہ ثابت کرسکتی۔ آخر کار بات اس کی سمجھ میں آگئی اور اس نے اس فلم کے لئے ہامی بھر لی۔

ویسے بھی وہ اس وقت دوسرے درجے کی چند فلموں میں کام کررہی تھی جن سے کوئی اچھی امید نہیں رکھی جاسکتی تھی۔ بڑی کاسٹ کی ایسی فلمیں جن کے بارے میں اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کامیاب ثابت ہوں گی، ان میں ریکھا کو سیکنڈ ہیروئن کا رول ملتا تھا۔ ”دوانجانے“ میں ایک کشش یہ بھی تھی کہ اس کے ہیرو امیتابھ بچن جو ”زنجیر“ کی زبردست کامیابی کے بعد تیزی سے عروج کی طرف جارہے تھے۔ ان کی ایک اور فلم ”دیوار“ بھی زبردست کامیابی حاصل کرچکی تھی۔ انہیں دھڑادھڑ فلمیں مل رہی تھیں تاہم دولال گوہا اور ان کی ٹیم کو کبھی کبھی یہ خیال ضرور آتا تھا کہ امیتابھ بچن کامیابی کی شاہراہ پر تیزی سے سفر شروع کرنے کے باوجود ڈسپلن کے بہت پابند تھے۔ وقت پر سیٹ پر آتے تھے۔ سنجیدگی سے اپنا کام کرتے تھے۔ ڈائریکٹر، پروڈیوسر کو ان کی وجہ سے کبھی کوئی پریشانی نہیں ہوتی تھی، جبکہ ریکھا اس کے بالکل الٹ تھی۔ اس کی کوئی بھی عادت امیتابھ سے نہیں ملتی تھی۔ انہیں اندیشہ تھا کہ فلم میں کام کے دوران امیتابھ اور ریکھا میں تصادم کی کیفیت نہ ہوجائے۔ فلم خطرے میں نہ پڑجائے۔ ہیرو، ہیروئن کے اختلافات اور تنازعات فلم میکر کو بڑی مصیبت میں ڈال دیتے تھے۔

لوگوں کو یہ اندیشے ڈرارہے تھے اور انہیں گمان تک نہیں تھا کہ حقیقت میں کیا ہونے والا تھا!

امیتابھ بچن صرف پیشہ ورانہ زندگی میں ہی نہیں، بلکہ نجی زندگی میں بھی نظم وضبط کے عادی تھے۔ وہ صاف ستھری زندگی گزارتے تھے اور ان کے لگے بندھے سے معمولات تھے۔ وہ رات گئے تک جاری رہنے والی پارٹیوں میں نہیں جاتے تھے، شراب نہیں پیتے تھے۔ شاید اسی لئے ٹھیک وقت پر شوٹنگ پر پہنچ جاتے تھے۔ دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح ریکھا بھی امیتابھ کی شخصیت سے بہت متاثر اور مرعوب تھی۔

2004ء میں ٹی وی پر سیمی گریوال کو انٹرویو دیتے ہوئے ریکھا نے امیتابھ بچن کے بارے میں کہا ”مسٹر امیتابھ بچن کے سامنے کھڑے ہوکر اداکاری کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ میں تو اس وقت ہی گھبرا گئی تھی جب مجھے پتا چلا تھا کہ ”دو انجانے“ میں میرے مقابل امیتابھ صاحب کو کاسٹ کیا گیا ہے۔ ”دیوار“ کے بعد سے ان کا ”اینگری ینگ مین“ کا جو امیج بن چکا تھا، اس کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی مجھے ان سے ڈرارہے تھے۔ پوری فلم کی شوٹنگ کے دوران میں گھبراتی ہی رہی۔ شاید اس گھبراہٹ کی وجہ سے ہی میں اپنے مکالمے بھی بھول جاتی تھی۔ ایک روز میں شوٹنگ ختم کرکے جانے لگی تو امیتابھ صاحب نے اپنی مخصوص، گونجدار سی آواز میں مجھ سے کہا ”مہربانی فرما کر کل اپنے ڈائیلاگ یاد کرکے شوٹنگ پر آیئے گا۔“ مجھے بہت شرمندگی ہوئی اور پھر میں نے پوری کوشش کی کہ ان کے سامنے ڈائیلاگ نہ بھولوں۔“

اس انٹرویو میں سیمی گریوال کے سامنے امیتابھ بچن کی شخصیت کو بیان کرنے کی فرمائش پر ریکھا نے کہا ”مجھے اس سے پہلے ان جیسے کسی انسان سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ میں جب رفتہ رفتہ ان سے واقف ہونے لگی تو مجھے حیرت ہوئی کہ اتنی خوبیاں کسی ایک انسان میں کیسے جمع ہوسکتی ہیں؟ میں اپنے آپ کو خاصی عقلمند سمجھتی ہوں اور میرا خیال ہے کہ میں نے یہ سمجھنے میں غلطی نہیں کی تھی کہ امیتابھ صاحب میں کتنی خوبیاں موجود ہیں۔“

ان تمام خوبیوں سے ریکھا کس طرح متاثر ہورہی تھی، یہ بھی سب لوگوں نے محسوس کرنا شروع کردیا تھا۔ ریکھا میں حیرت انگیز تبدیلیاں آنا شروع ہوگئی تھیں۔ امیتابھ بچن کی خوبیوں کے اثرات اس پر پڑنے لگے تھے۔ وہ بالکل ٹھیک وقت پر شوٹنگ پر آنے لگی۔ اگر شوٹنگ صبح چھ بجے بھی شروع ہونا ہوتی، تب بھی ریکھا موجود ہوتی۔ وہ امیتابھ بچن کی طرح، فلم میں اپنے کردار کی باریکیوں کو بھی سمجھنے کی پوری کوشش کرتی۔ ڈائریکٹر، رائٹر اور دوسرے لوگوں سے اس کے بارے میں تبادلۂ خیال کرتی۔ سب لوگ اس میں آنے والی ان تبدیلیوں کو دیکھ کر حیران ہورہے تھے لیکن اگر کوئی اس کے سامنے ان باتوں کی نشاندہی کرتا تو ریکھا کہتی ”وہ ہیں ہی ایسے، کہ ان کے طور طریقوں اور عادتوں کی نقل کرنی چاہئے۔“

یہ ایک ایسے عشق کا آغاز تھا جس کے تذکرے فلم انڈسٹری اور فلمی شائقین میں برسوں جاری رہنے تھے!

☆...☆...☆

”دوانجانے“ کلکتہ کے پس منظر میں تھی، اس لئے اس کی شوٹنگ کافی دنوں تک وہاں بھی ہوئی۔ فلم کا یونٹ وہاں کے مشہور ”گرینڈ ہوٹل“ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ریکھا کیلئے کلکتہ نیا شہر تھا لیکن امیتابھ اس سے اچھی طرح شناسا تھے۔ وہ شوبز میں آنے سے پہلے وہاں ایک شپنگ فرم ”برڈ اینڈ کمپنی“ میں ملازمت کرتے تھے۔ وہ 1962ء سے 1969ء تک یعنی تقریباً سات سال وہاں مقیم رہے۔ کلکتہ میں بارشیں کافی ہوتی ہیں اور وہاں ساون کا موسم بڑا رومان پرور محسوس ہوتا ہے۔

امیتابھ فارغ وقت میں ساتھیوں کے درمیان بیٹھ کر اس شہر سے وابستہ یادوں کا تذکرہ کرتے تو سب بڑے انہماک سے سنتے۔ خاص طور پر ریکھا تو سحر زدہ سی نظروں سے ایک ٹک ان کی طرف دیکھتی رہتی۔ ان محفلوں کے علاوہ بھی ریکھا کبھی کبھی صرف امیتابھ اور پریم چوپڑا کے ساتھ شہر کی سیر کو نکل جاتی یا وہ وہاں کے ایک معروف ٹی ہاؤس میں بیٹھے پائے جاتے۔ کبھی وہ تینوں پارک اسٹریٹ میں چہل قدمی کرتے اور کبھی کسی ریسٹورنٹ میں کھانا کھاتے بھی نظر آتے۔ فلمی رسالوں میں ان غیر فلمی مصروفیات کی خبریں اور تصویریں چھپتی رہتیں۔ فلم یونٹ کے لوگ ان دنوں ریکھا میں آنے والی تبدیلیوں کو دیکھ کر حیران تھے۔

وہ اب ایک غیر سنجیدہ، بے پروا اور غیر ذمہ دار لڑکی کے بجائے نہایت سنجیدہ، ذمے دار اور پروقار لڑکی دکھائی دینے لگی تھی۔ پہلے اس کے انداز واطوار میں جو معمولی سا چھچھورپن جھلکتا تھا، وہ اب بالکل ختم ہوگیا تھا۔ وہ اب پہلے والی ریکھا سے ایک قطعی مختلف ریکھا دکھائی دیتی تھی۔ سب محسوس کرتے تھے کہ امیتابھ بچن کی صحبت نے ریکھا کو بدل دیا تھا۔ اس وقت تک کسی کو یہ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ ریکھا میں صرف ظاہری تبدیلیاں نہیں آئی تھیں بلکہ امیتابھ بچن کی وجہ سے اس کے دل کی دنیا بھی بدل گئی تھی۔ امیتابھ کا سایہ صرف اس کی ظاہری شخصیت پر ہی نہیں پڑا تھا بلکہ وہ اپنے دل کی دنیا میں بھی ان کے قدموں کی آہٹ محسوس کرنے لگی تھی۔ وہ بہت ہی شدت کے ساتھ امیتابھ سے متاثر ہوچکی تھی! (جاری ہے)

اس کی عام سی شکل صورت

حسین چہرے میں ڈھل رہی تھی

ریکھا کی داستانِ حیات

قسط:13

"دوانجانے" یکم جنوری 1976ء کو ریلیز ہوئی۔ وہ بلاک بسٹر تو ثابت نہیں ہوئی لیکن کہانی، اداکاری اور ڈائرکشن کے اعتبار سے فلمی نقادوں نے اسے کافی سراہا۔ سب سے اہم بات یہ رہی کہ اس فلم کے بعد ریکھا کو ایک بہت اچھی اداکارہ تسلیم کرلیا گیا۔ اس سے پہلے اس کے بارے میں فلمی نقادوں کی یہی رائے تھی کہ اسے صرف تھرکنے، مٹکنے اور مختصر لباس میں، حشر خیز رقص پیش کرنے اور عوام کو سستی تفریح فراہم کرنے کیلئے ہی فلموں میں کاسٹ کیا جاتا ہے۔ پہلی بار فلمی شائقین کو اندازہ ہوا اور نقادوں نے بھی تسلیم کیا کہ اس میں بہترین اداکاری کی صلاحیتیں موجود تھیں لیکن کسی نے ان صلاحیتوں کو دریافت کرنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

"دوانجانے" کے بعد، معیاری فلمیں بنانے والے بھی ریکھا کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اس فلم میں امیتابھ کے ساتھ ریکھا کی زبردست کیمسٹری کو بھی محسوس کیا گیا۔ بطور اداکارہ یکدم ہی اس کی اہمیت کافی بڑھ گئی۔ ریکھا کے خیال میں اس کا سارا کریڈٹ امیتابھ کو جاتا تھا۔ ریکھا جو خوبیاں کسی مرد میں دیکھنا چاہتی تھی، وہ سب اسے امیتابھ میں نظر آرہی تھیں اور وہ رفتہ رفتہ ان کی محبت میں گرفتار ہوتی جارہی تھی۔ اسے گویا اس بات کی بھی پروا نہیں تھی کہ امیتابھ پہلے ہی کسی کے ہوچکے تھے۔ وہ شادی شدہ تھے۔

سیمی گریوال کے ساتھ انٹرویو میں اس پہلو پر بات کرتے ہوئے ریکھا نے کہا "میری نظر میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ شادی شدہ تھے۔ گلاب ہر حال میں گلاب ہی ہوتا ہے، خواہ وہ کسی کے بھی ہاتھ میں ہو۔ اگر کوئی آپ کو اچھا لگتا ہے تو بس، اچھا لگتا ہے۔ آپ کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ وہ آپ کو مل سکتا ہے یا نہیں؟ گلاب کو اگر آپ صرف سونگھ ہی سکیں تو وہ بھی آپ کیلئے کافی ہے۔ سچی محبت کرنے والوں کیلئے محبوب کی خوشبو کا ایک جھونکا بھی کافی ہوتا ہے۔ میں نے ان کی، پہلے سے بنی ہوئی جوڑی توڑنے یا ان کا گھر اجاڑنے کیلئے ان سے محبت نہیں کی تھی۔"

کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ریکھا ایسی گہری باتیں بھی کرسکتی تھی یا اس کی محبت ایسی بے لوث بھی ہوسکتی تھی۔

امیتابھ سے اس کے معاشقے کو نہ جانے کس کس انداز میں بیان کیا گیا، کیا کیا واقعات گھڑے گئے، عشق کے ان قصوں میں کتنا سچ تھا اور کتنا جھوٹ، کوئی کبھی صحیح طور پر نہیں جان سکا۔ متذکرہ بالا انٹرویو میں ریکھا نے سیمی گریوال سے جو باتیں کیں، امیتابھ نے ان پر کبھی تبصرہ نہیں کیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ امیتابھ اور ریکھا کے عشق کی کہانیاں جہاں جہاں اور جس جس انداز میں بھی بیان کی گئیں، امیتابھ نے ان میں سے کسی پر بھی، کبھی کوئی تبصرہ نہیں کیا، کسی بات کی تردید یا تصدیق نہیں کی۔ ان جیسا صبر وضبط، حوصلہ... یا پھر ظرف، کسی میں ہونا بہت مشکل ہے!

ریکھا نے اپنے انداز واطوار میں ہی نہیں، اپنی شخصیت، اپنے سراپا میں بھی انقلابی تبدیلیاں لانے کے لئے سخت جدوجہد شروع کردی۔ اس کی وجہ بھی امیتابھ بچن ہی تھے۔ ریکھا کی خواہش تھی کہ امیتابھ بچن کو اس کی صرف عادتیں اور طور طریقے ہی نہیں، اس کی شکل وصورت، خدوخال، سبھی کچھ اچھا لگے۔ امیتابھ ہر اعتبار سے اسے ایک بہترین لڑکی سمجھیں۔ اس سے پہلے اسے نہ تو اپنی شخصیت کی پروا تھی اور نہ ہی اپنے کیریئر کی۔ وہ ایک من موجی لڑکی تھی۔ اس کا نظریہ تھا کہ وہ جیسی ہے، ویسی ہی رہے گی۔ خواہ کوئی اسے اچھا سمجھے یا برا۔

اس نے اپنی اردو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ انگریزی بھی سیکھنا شروع کردی۔ اپنے جسم کے بعض حصوں پر چڑھی ہوئی فاضل چربی گھٹانے کے لئے ورزشیں شروع کردیں۔ لباس کے سلسلے میں خصوصی اہتمام شروع کردیا۔ وہ 1976ء کا دور تھا۔ ریکھا کی عمر اس وقت 22ء سال تھی۔ جلد ہی اس کی شخصیت میں انقلابی تبدیلیاں نظر آنے لگیں۔ وہ بالکل کسی فلمی کہانی کے کردار کی طرح تبدیل ہورہی تھی۔ اس کے اندر سے ایک نئی لڑکی نکل کر، ابھر کر سامنے آرہی تھی۔ اس کی عام سی شکل صورت ایک حسین چہرے میں ڈھل رہی تھی۔ اس کا سراپا جو پہلے کسی حد تک بھدے پن کے دائرے میں آتا تھا، اب گویا خوبصورتی کے سانچے میں ڈھل رہا تھا۔ اس کی شخصیت ایک حسین انقلاب کا نمونہ بن رہی تھی۔ ورزش، کھانے پینے میں احتیاط، خاص توجہ، فیشن ڈیزائنرز کے مشورے سے لباس کا انتخاب اور اس طرح کی دیگر تدبیریں اپنا اثر دکھارہی تھیں۔ ریکھا کے وجود میں سے ایک نئی ریکھا نکل کر سامنے آرہی تھی۔

اس نے اپنی ورزشوں میں یوگا کو بھی شامل کیا تھا۔ 1970ء کی دہائی میں کسی اداکارہ نے یوگا کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو فلمی اداکاراؤں میں یوگا کو متعارف کرانے کا کریڈٹ ریکھا کو جاتا ہے۔ شخصیت کے ساتھ ساتھ اس کی اداکاری میں بھی نکھار آرہا تھا۔ ف ایک سال میں یہ عالم ہوگیا کہ حقیقی زندگی میں بھی لوگ اسے دیکھ کر حیرت سے آنکھیں جھپکانے لگے اور فلم کے پردے پر بھی اسے دیکھ کر ناظرین کے ہوش وحواس پر بجلیاں گرنے لگیں۔ ریکھا کو اندازہ ہوچکا تھا کہ فلمی دنیا میں شکل صورت کے ساتھ ساتھ میک اپ کی بھی بڑی اہمیت تھی لیکن اس زمانے میں زیادہ تر اداکاراؤں کا میک اپ کسی حد تک بھونڈا اور تھیٹر کے انداز کا ہوتا تھا۔ ریکھا نے اچھے میک اپ کی ضرورت کو اس شدت سے محسوس کیا کہ خود اچھا میک اپ سیکھنے کے لئے لندن چلی گئی اور ایک مشہور میک اپ انسٹی ٹیوٹ میں داخلہ لے لیا۔ وہ اپنے آپ کو یکسر تبدیل کرنے کے معاملے میں اس حد تک سنجیدہ ہوچکی تھی۔

واپس آنے کے بعد اس نے اپنے لئے خاص طور پر میک اپ مین رام دادا کی خدمات حاصل کرلیں جو مینا کماری کے میک اپ مین ہوا کرتے تھے اور مینا کماری کے انتقال تک انہی کے میک اپ مین کی حیثیت سے کام کرتے رہے تھے۔ ریکھا کی شخصیت میں جو انقلاب آیا تھا اسے سبھی نے محسوس کیا تھا اور پوری فلم انڈسٹری میں اس کے بارے میں باتیں ہوتی تھیں۔ ریکھا اس انقلاب کا کریڈٹ صرف اور صرف امیتابھ بچن کو دیتی تھی اور صاف کہتی تھی کہ اگر امیتابھ اس کی زندگی میں نہ آتے تو شاید وہ کبھی ایک "نئی ریکھا" نہ بنتی۔ وقت کی پابندی، اپنے پیشے کے بارے میں سنجیدگی، لگن اور دوسری بہت سی اچھی عادتیں بھی ریکھا میں امیتابھ بچن کی وجہ سے ہی آئیں۔ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی کسی کی شخصیت کا اتنا زیادہ اثر قبول کرلے یا کسی کی وجہ سے اتنا زیادہ بدل جائے۔

جس زمانے میں امیتابھ اور ریکھا کے عشق کی کہانیاں گردش کرنے لگیں، اسی زمانے میں فلمی رسالوں کا مزاج خاصا جارحانہ ہوچکا تھا۔ ہر پندرہویں دن کسی نہ کسی فلم اسٹار کا اسکینڈل چھپ جاتا تھا۔ خاص طور پر "اسٹار ڈسٹ" نے فلم اسٹارز کی نجی زندگی میں کچھ زیادہ ہی جھانکنا شروع کردیا تھا جس پر بہت سے اسٹارز ناراض تھے۔ اس رسالے میں ریکھا اور امیتابھ کے عشق کی کہانیاں خوب مرچ مسالا لگا کر شائع کی جاتی تھیں۔ کسی کے لئے بھی اندازہ کرنا مشکل تھا کہ ان میں کتنا سچ تھا اور کتنا جھوٹ۔ سب کو معلوم تھا کہ امیتابھ بچن کے گاندھی فیملی سے دوستانہ مراسم تھے۔ سننے میں آیا ہے کہ اس زمانے میں جب حکومت نے ملک میں ایمرجنسی نافذ کی تو امیتابھ بچن نے اندرا گاندھی سے مل کر بعض فلمی رسالوں، خصوصاً "اسٹار ڈسٹ" کو بند کرانے یا اس پر سنسر لگوانے کی کوشش کی تھی۔

دو سال بعد جب ایمرجنسی اٹھالی گئی اور اندرا گاندھی انتخابات بھی ہار گئیں تو پانچ بڑے فلمی رسالوں کے ایڈیٹروں نے امیتابھ بچن سے حساب برابر کرنے کا ارادہ کیا۔ پانچوں رسالوں نے اپنے ہاں امیتابھ بچن کو "بین" کردیا۔ یعنی انہوں نے طے کرلیا کہ ان کے رسالوں میں کہیں بھی امیتابھ بچن کا نام یا تصویر نہیں چھپے گی۔ اس زمانے کو یاد کرتے ہوئے امیتابھ بچن نے بہت بعد میں ایک بار اپنے بلاگ میں لکھا "پورا پریس میرے خلاف ہوگیا تھا۔ ان لوگوں کا خیال تھا... بلکہ یوں کہیے کہ انہیں "باوثوق ذرائع" سے پتا چلا تھا کہ اندرا گاندھی سے کہہ کر ملک میں ایمرجنسی میں نے لگوائی تھی اور بہت سے رسالوں کو بند کرانے کی بھی کوشش کی تھی۔ میرے خیال میں اس سے زیادہ مضحکہ خیز بات کوئی اور نہیں ہوسکتی تھی۔ پریس والوں نے آنکھیں بند کرکے اس بات پر یقین کرلیا اور میرا بائیکاٹ کردیا۔ اس زمانے میں کسی فلمی رسالے میں میرا نام، تصویر، خبر، کچھ نہیں چھپا۔"

اس بائیکاٹ کے جواب میں امیتابھ بچن نے خود بھی فلمی رسالوں کا بائیکاٹ کردیا۔ وہ کسی فلمی رسالے والے سے نہ تو بات کرتے تھے اور نہ ہی تصویر کھنچواتے تھے۔ انہوں نے ان رسالوں سے تعلق رکھنے والوں کو اپنی کسی بھی فلم کے سیٹ پر آنے سے بھی منع کردیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب امیتابھ کو تیزی سے عروج حاصل ہورہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ریکھا سے ان کی قربتیں بھی بڑھ رہی تھیں۔ کہانیاں مشہور تھیں کہ ان کے درمیان خفیہ ملاقاتیں ہورہی تھیں۔ دو سپر اسٹارز کا اتنے مزے کا، چٹخارے دار اسکینڈل چل رہا تھا اور فلمی پریس نے امیتابھ بچن کا بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔ تاہم وہ اتنے چٹپٹے اسکینڈل سے بے نیاز بھی نہیں رہ سکتے تھے چنانچہ خبریں کسی نہ کسی انداز میں چھاپی تو جاتی تھیں لیکن امیتابھ بچن کے نام کی جگہ "وہ سپر اسٹار"، "لمبو جی" یا صرف "وہ" لکھا جاتا تھا۔ (جاری ہے)

امیتابھ کے عشق نے اسے
ایک نئی شخصیت بنا دیا
ریکھا کی داستانِ حیات

ریکھا کے لئے یہ صورتحال زیادہ پسندیدہ تھی۔ اس کی تو کوشش اور خواہش یہی ہوتی تھی کہ امیتابھ کے ساتھ اس کے عشق اور میل ملاپ کے قصے چھپتے رہیں لیکن صاف اور واضح طور پر امیتابھ کا نام نہ آئے۔ اسے معلوم تھا کہ سمجھنے والے تو سمجھ ہی جاتے ہیں۔ اس کی امیتابھ کے ساتھ تین فلمیں شروع ہو چکی تھیں۔ ان میں سے ایک پرکاش مہرہ کی ''خون پسینہ'' تھی۔ دوسری ہریش کیش مکرجی کی ''الاپ'' اور ''ایمان دھرم۔'' ریکھا اور امیتابھ کے عشق اور خفیہ ملاقاتوں کی خبریں خواہ امیتابھ کے نام اور تصویر کے بغیر چھپتی تھیں لیکن ان سے بہر حال ان دونوں کی فلموں کو بھی پبلسٹی ملتی تھی۔

ریکھا اپنے ماضی کی روایات کے عین مطابق اپنے عشق کا اعلان دھڑلے سے کرتی رہتی تھی۔ وہ کہتی ''میں جب عشق کرتی ہوں تو اس میں ڈوب جاتی ہوں۔ چوبیس گھنٹے میں تو صرف ''ان'' کے بارے میں یہ سوچتی ہوں۔ اگر ''انہوں'' نے فون کرنے کا وعدہ کیا ہو اور پھر فون نہ کیا ہو تو میں آسمان سر پر اٹھا لیتی ہوں۔ بھئی اگر فون نہیں کرنا تھا تو وعدہ ہی کیوں کیا تھا؟''

ریکھا کی اس قسم کی باتیں خبروں اور اسکینڈلز کی صورت میں فلمی رسالوں میں چھپتی رہتیں۔

پرکاش مہرہ نے امیتابھ بچن کی کئی بلاک بسٹر فلمیں ڈائریکٹ کی تھیں اور ان کے امیتابھ سے قریبی مراسم تھے۔

امیتابھ اور ریکھا نے پرکاش مہرہ کی سب سے کامیاب فلم ''مقدر کا سکندر'' میں بھی کام کیا۔ پرکاش مہرہ نے امیتابھ اور ریکھا کے عشق کو پروان چڑھتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان کا کہنا تھا ''ریکھا کی شخصیت اور عادات واطوار میں انقلاب امیتابھ کی وجہ سے ہی آیا۔ ریکھا نے اپنے آپ کو امیتابھ کے معیار کے مطابق ڈھالا۔ اس نے لباس، میک اپ، گفتگو کا سلیقہ سیکھا۔ انگریزی سیکھی، اونچے طبقے میں اٹھنا بیٹھنا سیکھا۔ اس نے ہر اعتبار سے اپنے آپ کو امیتابھ کے قابل اور اس کی پسند کے مطابق بنا لیا۔ صرف یہی نہیں، وہ بہترین اداکارہ بھی بن گئی۔''

ریکھا بلاشبہ عشق میں ڈوب گئی تھی اور دھڑلے سے اس کا اعلان کر رہی تھی لیکن ایک اہم بات شاید وہ بھولے ہوئے تھی یا پھر عشق کی بے خودی میں اس طرف اس کا دھیان ہی نہیں جا رہا تھا۔ وہ بات یہ تھی کہ ریکھا اپنی ماں کے نقش قدم پر چل رہی تھی۔ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی تھی۔ ریکھا ایک مرد کی زندگی میں ''دوسری عورت'' تھی۔ اس نے شاید اس حقیقت کی طرف سے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں کہ امیتابھ شادی شدہ تھے اور ان کی بیوی کو ریکھا کسی زمانے میں ''دیدی بائی'' کہا کرتی تھی۔

امیتابھ اور ریکھا فلمی دنیا کے دو بڑے نام تھے۔ ان کے عشق کی کہانیاں فلمی اخباروں، رسالوں میں زیادہ عرصے تک ڈھکے چھپے سے انداز میں تو نہیں چل سکتی تھیں۔ اس دوران امیتابھ نے خود پریس کو ایک ایسا موقع فراہم کر دیا کہ وہ دبے دبے انداز میں ان کے عشق کی کہانیاں بیان کرنے کے بجائے خوب کھل کر باتیں کرنے لگے۔ 1977ء میں فلم ''گنگا کی سوگندھ'' کی شوٹنگ جے پور میں ہو رہی تھی۔ ایک بار آؤٹ ڈور شوٹنگ کے دوران فلم اسٹارز کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے کافی بڑا مجمع لگ گیا۔ ہجوم میں سے ایک آدمی ریکھا پر کچھ نازیبا سے آوازے کسنے لگا۔ اسے کئی بار منع کیا گیا لیکن وہ باز نہ آیا۔

امیتابھ بچن کو بڑے ٹھنڈے مزاج کا آدمی سمجھا جاتا تھا اور انہیں کبھی کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھا گیا تھا لیکن اس موقع پر آخر کار ان کا ضبط جواب دے گیا۔ انہوں نے بے خوف وخطر، خالص فلمی ہیرو والے انداز میں ہجوم میں جا کر اس آدمی کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹا اور ایک طرف الگ لے جا کر اس کی ٹھیک ٹھاک 'ٹھکائی' کر ڈالی۔ لوگوں کے بیچ بچاؤ کرانے سے پہلے وہ چند سیکنڈ میں اس آدمی کو سبق سکھا چکے تھے۔

ظاہر ہے، فلمی اخباروں، رسالوں کو تو بہترین موضوع ہاتھ آگیا۔ اس واقعے پر حاشیہ آرائیاں شروع ہو گئیں۔ آخر اتنے خاموش، متین، سنجیدہ اور پروقار نظر آنے والے امن پسند امیتابھ بچن کو یکایک کیا ہوا کہ وہ ایک عام سے آدمی کے ساتھ دست بہ گریباں ہو گئے؟ فلم یونٹ کے اتنے بہت سے آدمی وہاں موجود تھے، کیا ان میں امیتابھ بچن ہی ریکھا کے سب سے بڑے ہمدرد تھے جو اس پر کسے جانے والے آوازے برداشت نہ کر سکے؟ آخر انہیں ہی ریکھا کے بارے میں بولے جانے والے نازیبا الفاظ پر سب سے زیادہ غصہ کیوں آیا؟ کیا انہوں نے اسے اپنی عزت اور غیرت کا مسئلہ محسوس کیا تھا؟ آخر ان کے اور ریکھا کے درمیان کیا چل رہا تھا؟ اس قسم کے ان گنت سوالات اٹھائے جانے لگے اور ان سوالات کا سہارا لے کر، معاملے کے خوب بخیے ادھیڑے جانے لگے۔

1977ء میں ریکھا کی امیتابھ کے ساتھ تین فلموں ''ایمان دھرم''، ''خون پسینہ'' اور ''الاپ'' کے علاوہ دیگر اداکاروں کے ساتھ آٹھ اور فلمیں بھی ریلیز ہوئیں جن کے نام، سال سولہواں چڑھیا، رام بھروسے، کچا چور، فرشتہ یا قاتل، ایک ہی راستہ، دلدار، چکر پہ چکر اور آپ کی خاطر تھے۔ یعنی مجموعی طور پر اس کی گیارہ فلمیں ریلیز ہوئیں۔ تاہم ان میں سے زیادہ تر بے کار تھیں۔ حتیٰ کہ ہریش کیش مکرجی جیسے ڈائریکٹر اور امیتابھ بچن جیسے سپر اسٹار کی ''الاپ'' بھی فلاپ ہو گئی تھی۔ اس وقت تک ان کے کیریئر کی سب سے ناکام فلم یہی تھی۔ ''ایمان دھرم'' میں امیتابھ بچن کی جوڑی ریکھا کے ساتھ نہیں، بلکہ ہیلن کے ساتھ بنائی گئی تھی۔ ریکھا کا کردار ایک تامل مزدور عورت کا تھا۔ اس کے ساتھی اداکار ششی کپور تھے۔ کامیاب ترین رائٹرز کی جوڑی سلیم جاوید نے اس فلم کی کہانی لکھی تھی لیکن یہ بھی ڈوب گئی۔

امیتابھ بچن کے عشق میں گرفتار ہو جانے کے بعد گو کہ ریکھا نے اپنی شخصیت اور عادات واطوار کو سنوارنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن اس کا، آنکھیں بند کر کے فلمیں سائن کرنے کا سلسلہ بدستور جاری تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک شاندار اداکارہ کے طور پر اس کا مقام ابھی تک مستحکم نہیں ہو سکا تھا۔ اوسطاً وہ ایک سال میں دس فلمیں کرتی تھی لیکن ان میں سے شاذونادر ہی کوئی یاد رہ جانے والی ثابت ہوتی تھی۔ ان میں سے دو چار کاروباری طور پر کامیاب بھی ہو جاتی تھیں لیکن کسی فلم کے بارے میں مشکل سے ہی کہا جا سکتا تھا کہ اس میں ریکھا کی اداکاری ناقابل فراموش تھی یا اس کا کردار غیر معمولی تھا۔

1977ء میں اس کی گیارہ اور 1978ء میں چودہ فلمیں ریلیز ہوئیں لیکن تقریباً ان سب کو فلمی شائقین جلد ہی بھول گئے۔ البتہ ایک فلم شاید اب تک ناظرین کے ذہنوں پر نقش ہو۔ وہ فلم تھی ''گھر''۔ ایک تو اس فلم کی کہانی اور موضوع اس زمانے کے لحاظ سے بڑا مختلف تھا۔ دوسرے، ریکھا کے کردار میں بہترین اداکاری کی گنجائش بہت زیادہ تھی۔ یہ ایسی نوبیاہتا لڑکی کی کہانی تھی جسے ایک رات فلم کا آخری شو دیکھ کر اپنے شوہر کے ساتھ واپس آتے ہوئے ایک ہولناک واقعہ پیش آتا ہے۔ کچھ لوگ اس کے شوہر پر حملہ کر کے اسے بے ہوش کر دیتے ہیں اور ریکھا، جس کا فلم میں نام آرتی ہے، اس کے ساتھ گینگ ریپ کیا جاتا ہے۔

یہ واقعہ شوہر اور بیوی، دونوں کے ذہنوں پر الگ الگ انداز میں جو زخم چھوڑتا ہے، ان کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان ایک خلیج آجاتی ہے جو رفتہ رفتہ انہیں ایک دوسرے سے بہت دور لے جاتی ہے۔ ظاہر ہے، اس کردار میں ریکھا کو اپنی اداکارانہ صلاحیتوں کو اچھی طرح استعمال کرنے کا موقع ملا۔ وہ شاید اس لئے بھی فلم میں بہترین پرفارمنس دینے میں کامیاب رہی کہ فلم کے ہیرو کے ساتھ اس کی کیمسٹری زبردست نظر آئی... اور کیوں نہ نظر آتی... آخر وہ اس کا پرانا محبوب ونود مہرہ تھا جس کا فلم میں نام وکاس تھا!

اس فلم میں ریکھا کی اداکاری نے ان نقادوں کو اپنی رائے بدلنے پر مجبور کر دیا جو اسے محض ایک سطحی سی اداکارہ سمجھتے تھے اور جو ان کے خیال میں صرف اپنے سیکس سمبل کے امیج پر چل رہی تھی۔ اس فلم کے ڈائریکٹر یوں تو مانیک چٹرجی تھے لیکن فلم کی شوٹنگ کے ابتدائی دنوں میں ہی انہیں ایک حادثہ پیش آگیا تھا جس کی وجہ سے فلمساز این این سپی نے ہدایت کاری کے فرائض فلم کے نغمہ نگار گلزار کو سونپ دیئے۔ گلزار نے اسکرپٹ میں بھی کچھ تبدیلیاں کیں۔ ریکھا سے بہت اچھا کام لینے کا کریڈٹ گلزار کو بھی جاتا ہے۔

ونود مہرہ کے ساتھ اپنی بہترین ''کیمسٹری'' کے بارے میں بات کرتے ہوئے ریکھا اصل بات کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں ہچکچائی۔ لوگ سمجھ رہے تھے کہ شاید اس نے ونود مہرہ کے ساتھ اس لئے ڈوب کر اداکاری کی ہے کہ وہ اس کا سابق محبوب ہے مگر ریکھا نے یہ کہہ کر ان کی غلط فہمی دور کر دی ''ونود کے ساتھ کام کرتے ہوئے اصل میں میرے ذہن میں ''وہ'' ہوتے تھے۔''

شاید آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ ''وہ'' سے اس کی مراد امیتابھ بچن تھے۔

ریکھا صحافیوں اور فلمی دنیا کے لوگوں کے سامنے بظاہر بڑی معصومیت سے، گویا بے خیالی میں، باتوں باتوں میں امیتابھ بچن کی طرف کوئی اشارہ ضرور دے جاتی تھی۔ امیتابھ بچن نے کبھی اس کے اشاروں کنایوں کے بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا اور اگر انہیں اس معاملے میں کریدنے کی زیادہ ہی کوشش کی جاتی تو وہ صاف انکار کر دیتے۔ ان کا کہنا یہی تھا کہ ریکھا سے ان کا، کسی قسم کا کوئی جذباتی تعلق نہیں ہے، وہ ان کے لئے بس ''ایک ساتھی اداکارہ'' ہے، اور کچھ نہیں۔ کوئی اگر ریکھا کو امیتابھ کے اس جواب کے بارے میں بتاتا تو ریکھا ذرا بھی برا نہ مناتی اور نہ ہی اپنی بات پر زور دیتی۔ وہ بس مبہم سے انداز میں مسکرا کر رہ جاتی۔

فلم ''گھر'' میں جہاں ریکھا نے اپنے آپ کو ایک سنجیدہ اور بہترین اداکارہ ثابت کیا، وہیں ''مقدر کا سکندر'' (1978) میں اپنے گلیمر، شاندار رقص اور اداؤں سے فلمی ناظرین کو سحر زدہ کر دیا۔ حالانکہ وہ اس فلم میں ہیروئن نہیں تھی، اس کے باوجود امیتابھ کے ساتھ اس کی کیمسٹری حیران کن تھی۔ فلم کی ہیروئن راکھی تھی۔ ریکھا نے ایک طوائف کا رول کیا تھا جس کا نام زہرہ بائی تھا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ اسی سال ریکھا نے ایک اور فلم ''قسمیں وعدے'' میں بھی ایک طوائف کا مختصر کردار کیا، اس کی ہیروئن بھی راکھی تھی اور اس میں بھی امیتابھ بچن تھے۔

دونوں فلمیں سپر ہٹ تھیں۔ خاص طور پر ''قسمیں وعدے'' تو بہت ہی کامیاب تھی۔ خود ریکھا کو ''مقدر کا سکندر'' میں اپنا کردار بے حد پسند آیا تھا۔ شاید اس لئے کہ وہ اس کی حقیقی زندگی سے قریب تر تھا۔ ایک انٹرویو میں اس نے اس فلم کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا ''یہ وہ دور تھا جب میں نے خود اپنے آپ کو دریافت کیا۔''

امیتابھ اور ریکھا کے عشق کے بارے میں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ محض افسانہ طرازی تھی۔ ان دونوں کے درمیان کوئی عشق نہیں چلا جبکہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ عشق کی یہ کہانی حقیقت پر مبنی تھی۔ امیتابھ ہمیشہ اس عشق کے سوال پر خاموش رہے۔ کبھی کسی نے زیادہ کریدنے کی جرأت کی تو امیتابھ نے تردید کر دی لیکن ریکھا اکثر بے خوفی سے اپنے اور امیتابھ کے عشق کا اعلان اور اعتراف کرتی رہی۔ اس نے ایک انٹرویو میں یہ بھی تسلیم کیا کہ اس کے عشق کی وجہ سے امیتابھ کی گھریلو زندگی میں بڑے مسائل پیدا ہوئے۔ (جاری ہے)

ریکھا کی داستانِ حیات

قسط:15

فلمی رسالے ’’اسٹارڈسٹ‘‘ میں چھپنے والے ایک انٹرویو میں اس نے ایک واقعہ بیان کیا’’ایتابھ اپنی پوری فیملی کے ساتھ ایک اسٹوڈیو کے پروجیکشن روم میں فلم ’’مقدر کا سکندر‘‘ دیکھنے آئے تھے۔ جیا اگلی صف میں اکیلی بیٹھی تھیں جبکہ ایتابھ اس سے پچھلی صف میں اپنے والدین کے ساتھ بیٹھے تھے۔ وہ جیا کا چہرہ نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن میں ایک ایسی جگہ سے پروجیکشن روم کا منظر دیکھ رہی تھی جہاں سے مجھے جیا کا چہرہ نظر آرہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ جب اسکرین پر میرے اور ایتابھ کے محبت بھرے مناظر چل رہے تھے تو جیا کی آنکھوں سے آنسو امنڈ کر اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔‘‘

سننے میں آیا ہے کہ اس فلم کے بعد جیا نے ایتابھ بچن کو الٹی میٹم دے دیا تھا کہ وہ فلموں میں ریکھا کے ساتھ کام کرنا چھوڑ دیں یا پھر انہیں، یعنی جیا کو چھوڑ دیں۔ چنانچہ اس کے بعد خبریں بھی چھپ گئیں اور پوری فلم انڈسٹری میں باتیں بھی ہونے لگیں کہ آئندہ ایتابھ بچن، ریکھا کے ساتھ کسی فلم میں کام نہیں کریں گے۔ ریکھا نے اپنے انٹرویو میں اس موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا’’میں نے ان (ایتابھ) سے اس بارے میں پوچھا تھا کہ کیا آپ نے ایسا کوئی بیان دیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی... لیکن انڈسٹری میں چونکہ سب یہ بات کر رہے تھے اور مجھے یہ بھی پتا چل رہا تھا کہ اپنی گھریلو زندگی میں انہیں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اس لئے میں نے سوچا کہ میں خود ہی ان کی زندگی سے نکل جاؤں۔ آپ جب کسی سے محبت کرتے ہیں تو اسے پریشان دیکھنا نہیں چاہتے۔‘‘

انٹرویو میں ریکھا نے مزید کہا’’انہوں نے مجھے دو انگوٹھیاں دی ہوئی تھیں جو میں ہر وقت اپنی انگلیوں میں پہنے رکھتی تھی۔ حتیٰ کہ سوتے وقت بھی نہیں اتارتی تھی لیکن جب میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے ان کی زندگی سے نکل جانا چاہئے تو میں نے ان کی انگوٹھیاں، ان کی محبت کی نشانیاں انہیں واپس بھجوادیں۔ ان دنوں میں فلم ’’خوبصورت‘‘ میں کام کر رہی تھی۔ اس فلم میں آپ کو وہ انگوٹھیاں میری انگلیوں میں نظر نہیں آئیں گی۔‘‘

ریکھا اپنے اس عشق کے خاتمے کا ذمہ دار ایتابھ کو نہیں، جیا کو سمجھتی تھی، اس لئے آئندہ جیا اس کے بہت سے زہریلے اور طنزیہ جملوں کا ہدف رہی۔ ایک اور انٹرویو میں ریکھا نے کہا’’ایک ایوارڈ فنکشن میں، میں نے چند شعر پڑھے۔ سب یہ سمجھے کہ یہ اشعار ان (ایتابھ) کے لئے ہیں۔ وہ بھی اس تقریب میں موجود تھے۔ انہوں نے تو کوئی رد عمل نہیں دیا لیکن جیا، کھا جانے والی نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھیں۔ حقیقت یہ تھی کہ اشعار ان (ایتابھ) کے لئے نہیں، بلکہ جیا کے لئے ہی تھے۔ ٹھیک ہے، اسے اس بات سے تکلیف پہنچی ہوگی کہ میں اس کے شوہر سے عشق کرتی تھی لیکن میری تکلیف اس سے زیادہ تھی۔ میں نے اس کا شوہر اس سے چھینا تو نہیں تھا لیکن اس نے میرا محبوب مجھ سے چھین لیا۔ میرا دکھ اس کے دکھ سے زیادہ بڑا تھا، زیادہ گہرا تھا۔ میرا زخم اس کے زخم سے زیادہ اذیت ناک تھا۔ لوگ کہتے ہیں، مرد کی زندگی میں فوقیت اور اوّلیت ہمیشہ بیوی کو حاصل رہتی ہے لیکن میرا خیال ہے فوقیت اور اوّلیت یا اہمیت محبوبہ کی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ بیوی تو مرد کے پاس موجود ہی ہے لیکن اس کے ہوتے ہوئے وہ محبوبہ سے پیار کرتا ہے، اس دوسری عورت کو حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے نا کہ وہ دوسری عورت زیادہ اہم ہے۔ مرد کے لئے اس ’’دوسری عورت‘‘ میں زیادہ کشش ہے۔ اس کے پاس وہ چیز ہے جو بیوی کے پاس نہیں ہے... اور وہ ہے مرد کی محبت!‘‘

ریکھا کی بات سے اتفاق بھی کیا جا سکتا ہے اور اختلاف بھی، اور دونوں ہی کے سلسلے میں بہت سے دلائل دیئے جا سکتے ہیں۔ ریکھا کی نجی زندگی میں خواہ کیسے ہی طوفان برپا تھے لیکن انہی دنوں، یعنی 1970ء کی دہائی کے اواخر میں اس کا کیریئر نئی بلندیوں کو چھو رہا تھا۔ گو کہ اس وقت متوازی سینما یا عرف عام میں آرٹ فلمیں بھی بڑی تعداد میں سامنے آرہی تھیں۔ فنی پہلوؤں سے یہ فلمیں بلاشبہ قابل تعریف ہوتی تھیں، نقاد بھی انہیں سراہتے تھے، ان کی وجہ سے کئی اچھی اداکارائیں بھی سامنے آئی تھیں۔ مثلاً شبانہ اعظمی، سمیتا پاٹیل وغیرہ... لیکن ان اداکاراؤں کی شہرت بہرحال عام فلموں کی ہیروئنوں ہیما مالنی، زینت امان یا ریکھا جیسی نہیں تھی۔

ریکھا حسب معمول آنکھیں بند کر کے فلمیں سائن کر رہی تھی جن کی تعداد زیادہ ہوتی تھی۔ ان میں سے چند ایک اچھے ڈائریکٹرز کی بھی ہوتی تھیں اور بے حد کامیاب ثابت ہوتی تھیں۔ درحقیقت انہی کی وجہ سے ریکھا کا کیریئر بلندیوں کی طرف جا رہا تھا۔ ایتابھ بھی اس وقت اپنے کیریئر کے عروج پر تھے۔ 1979ء میں وہ ریکھا کے ساتھ دو فلموں میں نمودار ہوئے ’’مسٹر نٹور لال‘‘ اور ’’سہاگ‘‘۔ ڈائریکٹرز اور پروڈیوسرز کو ایتابھ کے ساتھ ریکھا کو کاسٹ کر کے کم از کم اس بات کی خوشی ضرور ہوتی تھی کہ ان فلموں کی شوٹنگ کے دوران ریکھا زبردست ڈسپلن کا مظاہرہ کرتی تھی۔

کسی بھی زمانے میں جس ہیرو سے ریکھا کا معاشقہ چل رہا ہوتا تھا، فلم میکرز اسی کے ساتھ ریکھا کو کاسٹ کر کے، اپنے حساب سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے تھے۔ ایتابھ بچن سے پہلے ریکھا کے معاشقے جیتندر، دھرمیندر اور سنیل دت سے بھی چل چکے تھے لیکن سب سے زیادہ شہرت اور اہمیت ایتابھ سے اس کے معاشقے کو حاصل ہوئی۔ ریکھا کی شہرت ایک ایسی اداکارہ کی بن گئی تھی جس کی وجہ سے شادی شدہ ہیروز کے گھر اجڑنے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تھا۔ پیٹھ پیچھے اسے جنسی بلی، مرد خور اور نہ جانے کیا کیا خطابات دیئے جاتے۔

اپنی اس شہرت اور اپنے معاشقوں کی وجہ سے وہ کئی شادی شدہ اداکاراؤں کی نظر میں بری طرح کھٹکتی تھی۔ نرگس دت نے ایک بار 1976ء میں ایک انٹرویو دیتے ہوئے ریکھا کے بارے میں یوں رائے ظاہر کی’’وہ مردوں کو یہ تاثر دیتی ہے کہ وہ آسانی سے ’’دستیاب‘‘ ہے۔ ظاہر ہے، اس تاثر کی وجہ سے زیادہ تر مرد تو فوراً پھسل پڑتے ہیں۔ بعض عورتوں کی نظر میں تو ریکھا کسی چڑیل سے کم نہیں۔ میں نے اپنے دور میں ایسے کئی کردار دیکھے ہیں جن کا بچپن کچھ اس طرح گزرا کہ زندگی بھر وہ بعض نفسیاتی مسائل کا شکار رہے۔ ریکھا بھی انہی میں سے ایک ہے۔ میرا خیال ہے، میں اسے سمجھتی ہوں۔ اسے درحقیقت صرف ایک مضبوط مرد کے مستقل سہارے کی ضرورت ہے... اور وہ مضبوط مرد اسے کہیں نہیں مل رہا۔ سب اسے وقت گزاری کا ذریعہ سمجھ کر کچھ عرصے کیلئے اس کی زلفوں کے اسیر ہو جاتے ہیں۔‘‘

ڈمپل کپاڈیا نے تو ایک مرتبہ نہایت دوٹوک انداز میں ریکھا کو راجیش کھنہ سے دور رہنے کی ہدایت کر دی تھی۔ ڈمپل نے کہا تھا’’میرے شوہر پر ڈورے ڈالنے کی کوشش ہرگز نہ کرنا۔‘‘

زینت امان نے ایک انٹرویو میں ریکھا کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا’’ہم دونوں کی شاید اچھی دوستی ہو جاتی کیونکہ ہم دونوں میں بہت سی باتیں مشترک تھیں جن میں ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ ہم دونوں، باپ کے سائے کے بغیر پروان چڑھی ہیں۔ ہم دونوں کو ہی ہمارے باپوں نے کبھی نہیں اپنایا لیکن ریکھا کے لاشعور میں شاید کچھ زیادہ ہی عدم تحفظ کا احساس بیٹھ گیا ہے۔ اس نے بظاہر اپنے آپ کو بہت سنوار لیا ہے اور اپنی شخصیت میں بڑی خود اعتمادی پیدا کر لی ہے لیکن اندر سے شاید وہ اب بھی کھوکھلی ہے۔ اس کے لاشعور میں اب بھی کہیں احساس کمتری موجود ہے۔ وہ بڑے بڑے ہینڈسم مردوں پر ڈورے ڈال کر دراصل دوسروں پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ اس کی ذات میں ایک مقناطیسی کشش، ایک سحر موجود ہے۔‘‘

مشہور رائٹر اور صحافی خشونت سنگھ نے ایک بار ریکھا کے بارے میں لکھا’’جو عورتیں ذرا اسٹائلش، آزاد خیال اور باغی قسم کی ہوتی ہیں، ان کے بارے میں بہت سے مردوں کو بڑا شوق ہوتا ہے کہ انہیں جنسی بلی یا اس طرح کی کوئی اور مخلوق مشہور کر دیں۔ میں ریکھا جیسی عورتوں کو بہت سراہتا ہوں۔ بس، یہ دعا کرتا ہوں کہ انہوں نے سستی شہرت کے لئے اس قسم کا طرز عمل اختیار نہ کر رکھا ہو، وہ منافق نہ ہوں، اندر اور باہر سے ایک جیسی ہوں۔ ریکھا کے جتنے زیادہ اسکینڈل مشہور ہوتے ہیں، وہ اتنی ہی زیادہ مجھے اچھی لگنے لگتی ہے۔‘‘

اسکینڈل تخلیق کرنے میں ریکھا ماہر تھی۔ رشی کپور اور نیتو سنگھ کی شادی کے موقع پر بھی اس کی وجہ سے ایک اچھا خاصا اسکینڈل بن گیا۔ یہ شادی 22 جنوری 1980ء کو راج کپور اسٹوڈیو، جسے مختصراً آر۔ کے اسٹوڈیو کہا جاتا ہے، میں ہوئی۔ تقریب کے لئے اسٹوڈیو کو شاندار طریقے سے سجایا گیا تھا۔ فلم انڈسٹری کی ہر قابل ذکر شخصیت وہاں موجود تھی جن میں ایتابھ بچن، ان کے والدین اور اہلیہ جیا بچن بھی شامل تھیں۔ پارٹی عروج پر تھی۔ ایتابھ بچن ایک طرف کھڑے، فلم ڈائریکٹر من موہن ڈیسائی سے باتیں کر رہے تھے جبکہ ریکھا کچھ دور اپنی ساس تیجی بچن کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ (جاری ہے)

itsurdu.blogspot.com
سب کی نظریں اُس کی
مانگ کے سیندور پر تھیں
ریکھا کی داستانِ حیات
itsurdu.blogspot.com

اچانک ریکھا اس بڑے سبزہ زار میں داخل ہوئی جہاں پارٹی چل رہی تھی۔ سب مہمانوں کی گردنیں دھیرے دھیرے اس کی طرف گھوم گئیں۔ مہمانوں کی گفتگو کا شور یکدم تھم گیا۔ سفید سلک کی ساڑھی میں ریکھا بے حد پرکشش اور جاذب نظر لگ رہی تھی لیکن جن چیزوں نے درحقیقت مہمانوں کو ایک ٹک اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کردیا، وہ اس کے ماتھے پر لگی ہوئی بندیا اور اس کی مانگ میں نظر آنے والا سیندور تھا۔ اس کے سراپا میں آج ایک نیا پن تھا۔ تمام کیمروں کا رخ رشی کپور اور نیتو سنگھ سے ہٹ کر ریکھا کی طرف ہوگیا۔ پھر سب لوگ سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ سب ایک دوسرے کا سوال سمجھ رہے تھے۔ اصل میں ہر ایک جاننا چاہتا تھا کہ کیا ریکھا نے شادی کرلی تھی؟

ایک مشہور فلمی رسالے نے بعد میں اس تقریب کی رپورٹ میں لکھا "ہر مہمان کی نظر ریکھا کے ماتھے کی بندیا اور مانگ کے سیندور پر تھی۔ مانگ میں سیندور صرف شادی شدہ عورتیں لگاتی ہیں۔ فلم انڈسٹری کی عورتیں بھی فیشن کے طور پر مانگ میں سیندور نہیں بھرتیں۔ چنانچہ تقریب میں موجود تمام مہمان ریکھا کی مانگ میں سیندور دیکھ کر حیران رہ گئے۔ سب سوچ رہے تھے کہ آخر وہ کیا ثابت کرنا چاہتی ہے؟ کیا وہ یہ بتانا چاہتی ہے کہ اسے بھی کسی نے جیون ساتھی منتخب کرلیا ہے؟"

رپورٹ میں آگے چل کر بتایا گیا کہ ریکھا، دولہا دلہن کو مبارکباد دینے کے بعد لان کے وسط میں جاکر کھڑی ہوگئی جہاں مہمان نہیں تھے۔ وہ گویا دوسروں سے الگ تھلگ رہنا چاہتی تھی، حالانکہ یہ اس کی عادت نہیں تھی۔ وہ نہ تو لوگوں سے ملنے جلنے سے گھبراتی تھی اور نہ ہی اسے اس بات کی پروا ہوتی تھی کہ فلاں سے ملنے پر اس کے بارے میں کوئی اسکینڈل بن سکتا ہے۔ ریکھا کا الگ تھلگ کھڑے ہونا سب کے لئے قدرے حیرت کا باعث بن رہا تھا لیکن وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ ریکھا کی نظریں بار بار امیتابھ بچن کی طرف اٹھ رہی تھیں۔

اس شام کسی شوٹنگ میں امیتابھ کا ہاتھ زخمی ہوگیا تھا اور اس پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ریکھا آخر کار گویا حوصلہ مجتمع کر کے، اپنی دوست ڈاکٹر لتا پانڈے کا ہاتھ پکڑ کے امیتابھ کی طرف بڑھی۔ لتا پانڈے وہ ڈاکٹر تھی جس نے ریکھا کو خوراک اور ورزشوں کے سلسلے میں مشورے دیئے تھے جن کی وجہ سے ریکھا اپنی شخصیت کو بہتر اور جاذب نظر بنانے میں کامیاب ہوئی تھی۔ ریکھا کو امیتابھ کی طرف بڑھتے دیکھ کر سب کی نظریں اسی پر مرتکز ہوگئیں اور یہ صورتحال کسی فلم کا ڈرامائی منظر محسوس ہونے لگی۔ ہر مہمان گویا سانس روکے سوچ رہا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے؟ امیتابھ کے پاس جاکر ریکھا چند منٹ ان سے باتیں کرتی رہی۔ جیا اس دوران اپنی جگہ بیٹھی رہیں اور انہوں نے اپنا چہرہ سپاٹ رکھنے کی پوری کوشش کی لیکن آخر کار وہ منہ ایک طرف پھیر کر چند لمحوں کے لئے ذرا جھکی رہیں۔ فلمی رسالے کی رپورٹ میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ اس دوران وہ اپنے آنسو پونچھ رہی تھیں۔ چند منٹ بعد ریکھا پارٹی سے رخصت ہوگئی لیکن مہمانوں کو نہ جانے کتنی دیر کے لئے سوچوں میں گرفتار چھوڑ گئی اور ان کے ذہنوں میں نہ جانے کتنے سوالات گردش کرتے رہ گئے۔ اس صورتحال کی تصویریں تمام فلمی اخباروں اور رسالوں میں بڑے اہتمام سے بڑی تعداد میں چھاپی گئیں۔

اس کے چند دن بعد ایک انٹرویو میں ریکھا نے گویا لوگوں کے سارے تجسس پر پانی پھیر دیا۔ اس نے بتایا کہ اس تقریب کے موقع پر اس کی مانگ میں سیندور اس لئے موجود تھا کہ وہ ایک فلم کی شوٹنگ سے سیدھی، شادی کی تقریب میں آگئی تھی۔ اسے سیندور اور میک اپ وغیرہ اتارنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ سیندور اور بندیا، اس سین کی ضرورت تھی جو وہ پکچرائز کرواکے آرہی تھی۔ اس سیندور کا اس کی حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ مگر پھر جون 1982ء میں ایک اور فلمی رسالے میں ایک رپورٹ چھپی۔ یہ نیشنل فلم ایوارڈز کی تقریب تھی۔ ریکھا کو فلم "امراؤ جان" پر بہترین اداکارہ کا ایوارڈ دیا جارہا تھا۔

ریکھا جب ایوارڈ لینے کے لئے اسٹیج پر آئی تو اس وقت بھی اس کی مانگ میں سیندور تھا۔ اس وقت کے بھارتی صدر نیلم سنجیوا ریڈی نے اسے ایوارڈ دیتے ہوئے پوچھا۔ "آپ مانگ میں سیندور کیوں لگاتی ہیں؟"

حاضرین گویا سانس روکے ریکھا کا جواب سننے کے منتظر تھے۔ ریکھا نے مائیک ہاتھ میں لے کر نہایت پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "جس شہر سے میں آئی ہوں، وہاں عورتیں فیشن کے طور پر مانگ میں سیندور لگاتی ہیں۔"

جن دنوں کی یہ باتیں ہیں، تقریباً اسی دور میں دھرمیندر نے ہیما مالنی سے کافی عرصے کی دوستی کے بعد خفیہ طور پر شادی کرلی۔ دھرمیندر پہلے سے شادی شدہ تھے اور اپنی پہلی بیوی پرکاش کور سے ان کے چار بچے تھے۔ انہوں نے پہلی بیوی کو طلاق نہیں دی بلکہ دوسری شادی کرنے کے لئے وہ اور ہیما مالنی مسلمان ہوگئے۔ کم از کم کاغذات کی حد تک وہ اب بھی مسلمان ہیں۔ یہ شادی زیادہ دن خفیہ نہیں رہ سکی اور اخباروں، رسالوں میں اس کی خبریں چھپ گئیں۔ سننے میں آیا ہے کہ ریکھا کو اس بات کا پتا چلا تو اس نے امید بھرے لہجے میں اپنی دوست ڈاکٹر لتا پانڈے سے کہا۔ "اب میرے لئے بھی راستہ نکل آئے گا۔"

تاہم اس کے کافی دنوں بعد جیا بچن نے ایک انٹرویو میں اس امکان کو بالکل رد کردیا کہ ان کے شوہر کا کسی سے معاشقہ چل رہا ہے۔ انہوں نے کہا "دنیا چاہے جو بھی کہتی رہے لیکن میں یہی سمجھتی ہوں کہ میرے شوہر کا کسی کے ساتھ کوئی معاشقہ نہیں ہے۔ اگر ان کا کسی سے کوئی تعلق ہے تو ان میں اتنی اخلاقی جرأت ہونی چاہیے کہ وہ مجھے اس کے بارے میں بتادیں۔ اگر وہ مجھے بتائے بغیر، میری پیٹھ پیچھے کچھ کررہے ہیں تو میں اس سے کوئی مطلب نہیں رکھنا چاہتی۔ یہ ان کا اپنا دردسر ہے۔ شادی شدہ آدمی کا خفیہ عشق اس کے اپنے ضمیر پر ایک بوجھ ہوتا ہے۔ اسے ساری زندگی اس بوجھ کے ساتھ گزارنی پڑتی ہے۔"

دوسری طرف امیتابھ بچن نے ریکھا کا نام لئے بغیر اور معاشقے کا اعتراف کئے بغیر ایک انٹرویو میں کہا "میری زندگی میں طلاق کی نوبت کبھی نہیں آئے گی کیونکہ میں ہندووانہ معاشرتی اقدار کا قائل ہوں اور ہندوؤں میں طلاق کا تصور موجود نہیں ہے۔ جیا ایک آئیڈیل قسم کی بیوی ہے اور مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

امیتابھ نہایت محتاط انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ اس انٹرویو میں بھی انہوں نے اپنی زندگی کے نازک ترین پہلو پر انتہائی محتاط انداز میں بات کی لیکن ان کے الفاظ سے بہرحال کسی نہ کسی حد تک تاثر ملتا ہے کہ ان کی ازدواجی زندگی میں، ان کے گھر میں کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور تھی۔ امیتابھ کے مقابلے میں ریکھا بات چیت کرنے کے معاملے میں ذرا بھی محتاط نہیں تھی۔ وہ کھل کر صحافیوں سے بات کرتی اور آئے دن میڈیا میں بھونچال لاتی رہتی۔ انہی دنوں ایک انٹرویو میں اس نے کہا۔

"جیا جب تک یہ سمجھ رہی تھی کہ ان (امیتابھ بچن) کے سر پر عشق کا یہ بھوت صرف دو چار دن کے لئے سوار ہے، تب تک اسے کوئی فکر نہیں تھی لیکن جب اس نے محسوس کیا کہ اس کے شوہر کا مجھ سے گہرا جذباتی تعلق ہے تو وہ تکلیف میں مبتلا ہوگئی۔ ایک شام اس نے مجھے کھانے پر مدعو کیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ میرے اور ان (امیتابھ) کے تعلق کے بارے میں بات کرے گی۔ ہم نے تقریباً دو گھنٹے بات چیت کی۔ دنیا کے ہر موضوع پر بات ہوئی، صرف ان (امیتابھ) کے بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ البتہ جب میں رخصت ہونے لگی تو جیا نے یہ ضرور کہا "چاہے کچھ بھی ہوجائے لیکن میں کبھی امیتابھ سے علیحدگی اختیار نہیں کروں گی۔" میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور اس کے گھر سے چلی آئی۔"

اس قسم کے دھماکے کرتے رہنا ریکھا کی عادت تھی۔ یہ انٹرویو چھپنے کے بعد جیا نے بہرحال کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ہی یہ بتایا کہ ریکھا سے اس کی ملاقات ہوئی تھی یا نہیں۔ اس نے ریکھا کو اپنے گھر، کھانے پر مدعو کیا تھا یا نہیں؟ اس وقت تک کسی کو معلوم نہیں تھا کہ محبت، معاشقے اور بے وفائی کی اس مثلث کو سینما کی اسکرین پر لانے کے لئے بھی قدرت راہ ہموار کررہی تھی۔ گو کہ جیا نے امیتابھ سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ وہ کبھی ریکھا کے ساتھ کام نہیں کریں گے لیکن جیا کو شاید گمان بھی نہیں تھا کہ آنے والے دنوں میں ایک ایسی فلم شروع ہونے والی تھی جس میں نہ صرف امیتابھ اور ریکھا اکٹھے ہوں گے بلکہ خود جیا بھی اس فلم میں موجود ہوں گی۔ فلم کا نام "سلسلہ" ہوگا اور اس میں جیا، امیتابھ اور ریکھا کی حقیقی زندگی کی کشمکش کو نہایت خوبصورتی سے پیش کیا جائے گا۔

1980ء اور 1981ء ایک اچھی اداکارہ کے طور پر ریکھا کے لئے عروج کے سال تھے۔ ان دو سالوں کے دوران اس کی کئی کامیاب فلمیں نمائش پذیر ہوئیں اور اس نے متوازی سینما یا آرٹ فلموں میں کام کرنے کا تجربہ بھی کیا۔ اس سے پہلے اس نے کسی آرٹ فلم میں کام نہیں کیا تھا۔ ہیما مالنی جسے اس زمانے میں "نمبر ون" ہیروئن سمجھا جاتا تھا، اس نے شادی کے بعد بتدریج فلموں میں کام کرنا کم کردیا تھا اور گویا ریکھا کے لئے میدان کھلا چھوڑ دیا تھا۔ ویسے تو ریکھا سے مقابلے کے لئے زینت امان، پروین بابی اور دوسری کئی ہیروئنیں بھی موجود تھیں لیکن پرفارمنس کے اعتبار سے ریکھا نے انہیں پیچھے چھوڑ دیا تھا۔

اس دور میں اس کی پہلی کامیاب فلم "خوبصورت" تھی جس کی باقی کاسٹ اگرچہ بھاری بھرکم نہیں تھی لیکن ایک آزاد منش اور شوخ لڑکی کے کردار میں ریکھا کی عمدہ اداکاری کی وجہ سے یہ کامیاب رہی جس کے بعد ریکھا نے مزید تین کامیاب فلموں کی ہیٹ ٹرک مکمل کی۔ یہ فلمیں تھیں "جدائی"، "مانگ بھرو سجنا" اور "ایک ہی بھول۔" ان کے علاوہ ریکھا نے "ساجن کی سہیلی" اور "بسیرا" میں بھی عمدہ پرفارمنس دی۔ یوں مسلسل کئی کامیاب اور اچھی فلموں کی بدولت ریکھا کو گویا بولی وڈ کی ملکہ کا درجہ حاصل ہوگیا۔ دس سال فلمی دنیا میں گزارنے کے بعد آخر کار اسے عروج حاصل ہو ہی گیا تھا۔ اب وہ پہلے جیسی بے پروا اور غیر سنجیدہ بھی نہیں رہی تھی۔ زندگی نے اسے بہت کچھ سکھا دیا تھا اور وہ کافی بدل گئی تھی۔

انہی دو سالوں کے دوران جب ریکھا کامیابیاں سمیٹ رہی تھی، امیتابھ کا کیریئر زوال کی طرف جاتا دکھائی دینے لگا۔ ان کی دو فلمیں "رام بلرام" اور "دو اور دو پانچ" بری طرح ناکام ہوگئیں۔ اس کے بعد انہوں نے "دوستانہ" سے کافی امیدیں وابستہ کیں لیکن وہ بھی ان کے کیریئر کو کوئی سہارا نہ دے سکی۔ میڈیا نے تاثر دینا شروع کردیا کہ امیتابھ کی شخصیت کا سحر ٹوٹ رہا ہے۔ اسی زمانے میں نہایت کامیاب اور جانے مانے ڈائریکٹر، پروڈیوسر یش چوپڑا بھی کچھ ناکامیوں کا سامنا کررہے تھے۔ ان کی فلم "کالا پتھر" جس کی کاسٹ میں امیتابھ کے علاوہ بھی کئی اسٹارز شامل تھے، بری طرح ناکام ہوگئی تھی۔ یہ ناکامی یش چوپڑا کیلئے ایک بڑا صدمہ تھی کیونکہ یہ فلم انہوں نے بڑے دل سے بنائی تھی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ ان کی اگلی فلم بے حد کامیاب ہو تو اس ناکامی کا داغ بھی دھل سکتا ہے اور جو مالی نقصان انہیں پہنچا ہے، اس کی تلافی بھی ہوسکتی ہے۔ اس مسئلے پر سوچ بچار کرنے کے دوران دھیرے دھیرے ان کے ذہن میں فلم "سلسلہ" کے خیال نے جنم لیا۔

اس فلم کی بنیاد محبت کی مثلث پر تھی۔ یعنی میاں، بیوی اور محبوبہ۔ یش چوپڑا جب یہ آئیڈیا لے کر امیتابھ بچن کے پاس پہنچے تو وہ اس فلم میں کام کرنے کے لئے فوراً تیار ہوگئے۔ تب یش چوپڑا نے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے انہیں بتایا کہ وہ چاہتے ہیں کہ اس فلم میں محبوبہ یا "دوسری عورت" کا کردار ریکھا کرے۔ امیتابھ حالانکہ جیا سے وعدہ کرچکے تھے کہ وہ آئندہ ریکھا کے ساتھ کام نہیں کریں گے، اس کے باوجود وہ اس پر بھی تیار ہوگئے۔ جلد ہی اخبارات اور رسائل میں اس فلم کا اعلان ہوگیا اور یہ فوراً ہی ملک بھر کے فلمی شائقین میں موضوع گفتگو بن گئی۔ لوگوں کو حیرت کا جھٹکا بھی لگا تھا اور وہ تجسس سے سوچ رہے تھے کہ کیا امیتابھ، جیا اور ریکھا کی حقیقی زندگی کو فلم کا موضوع بنالیا گیا ہے اور اس فلم میں حقیقی کردار ہی اداکار ہوں گے؟ لوگ بے چینی سے اس فلم کا انتظار کرنے لگے۔

جیا بچن نے شادی کے بعد فلموں میں کام کرنا تقریباً چھوڑ دیا تھا اور گھرداری میں لگ گئی تھیں۔ ان کے ہاں دو بچے بھی ہوچکے تھے اور ان کی فلمی دنیا میں واپسی کی کوئی امید نظر نہیں آتی تھی لیکن انہوں نے جب امیتابھ سے وعدہ لیا تھا کہ وہ آئندہ ریکھا کے ساتھ کسی فلم میں کام نہیں کریں گے، تو یہ بھی کہا تھا کہ اگر امیتابھ نے آئندہ ریکھا کے ساتھ کسی فلم میں کام کیا تو پھر وہ، یعنی جیا بچن خود بھی فلموں میں واپس آجائیں گی۔ اب یش چوپڑا نے ان سے "سلسلہ" میں کام کرنے کی بات کی تو انہوں نے اپنی کہی ہوئی بات پر عمل کرنے کے لئے یہ موقع بہترین سمجھا اور کچھ ایسے اشارے دینے شروع کردیئے جیسے وہ فلموں میں دوبارہ کام شروع کرنے کے لئے تیار ہیں۔

ایک طرف یہ سلسلہ چل رہا تھا اور حالات یش چوپڑا کے حق میں سازگار ہوتے دکھائی دے رہے تھے لیکن بیچ میں ایک اور مسئلہ کھڑا ہوگیا۔ یہ مسئلہ نیلی کا تھا۔ نیلی ایک ایرانی اداکارہ تھی۔ 1981ء میں جب امیتابھ بچن "لاوارث" کی شوٹنگ کررہے تھے تو فلمی رسالوں میں یہ خبریں شائع ہونا شروع ہوچکی تھیں کہ ان کی دوستی آج کل ایران سے آئی ہوئی ایک اداکارہ نیلی کے ساتھ چل رہی تھی۔ ان خبروں پر جیا سے زیادہ ریکھا نے برہمی کا اظہار کیا۔

"لاوارث" کی شوٹنگ نٹ راج اسٹوڈیو میں چل رہی تھی۔ اس فلم کے ڈائریکٹر پرکاش مہرہ نے بھی تصدیق کی کہ ایک بار ان کے سامنے ریکھا اور امیتابھ بچن کے درمیان خوب گرما گرمی ہوئی جس کے بعد ریکھا نے آنسو بھی بہائے۔ موضوع بحث نیلی تھی۔ فلمی رسالے "اسٹارڈسٹ" نے تو یہاں تک بھی لکھا کہ اس موقع پر تھپڑ بھی چلے اور ایک فریق کی پٹائی بھی ہوئی۔

یہ ڈراما، فلم "سلسلہ" کے لئے سخت نقصان دہ ثابت ہوا۔ ریکھا نے اچانک فیصلہ سنادیا کہ وہ اس فلم میں کام نہیں کرے گی۔ اس نے کنٹریکٹ سائن کرتے وقت جو رقم ایڈوانس لی تھی، وہ بھی یش چوپڑا کو واپس بھجوادی۔ یش چوپڑا سر تھام کر بیٹھ گئے۔ اب ان کے پاس ایک ایسی فلم کی کہانی تھی جس کی کامیابی کی انہیں بہت امیدیں تھیں۔ اس کے لئے ہیرو بھی دستیاب تھا لیکن بس... اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

کچھ دن سوگ کی سی حالت میں گزارنے کے بعد یش چوپڑا نے بادل ناخواستہ ریکھا کی متبادل اداکارہ کی تلاش شروع کی۔ ابھی تک چونکہ جیا نے بھی فلم میں کام کرنے کی ہامی نہیں بھری تھی، اس لئے امیتابھ کی بیوی کے کردار کیلئے بھی یش چوپڑا کو اداکارہ کی تلاش تھی۔ پہلے اس کردار کیلئے پونم ڈھلوں کے نام پر غور کیا گیا لیکن یش چوپڑا اس انتخاب سے مطمئن نہ ہوئے۔ کچھ عرصے بعد انہوں نے سمیتا پاٹل کو امیتابھ کی بیوی اور پروین بابی کو محبوبہ یا "دوسری عورت" کے کردار میں کاسٹ کرلیا۔ ابتدائی شوٹنگ کشمیر میں کرنے کا شیڈول بھی طے ہوگیا۔

(جاری ہے)

وہ فلم نہیں ایک آزمائش تھی
ریکھا کی داستانِ حیات

قسط:17

شوٹنگ کی تیاریاں تو شروع ہو گئیں لیکن یش چوپڑا کا دل ابھی تک کاسٹ سے مطمئن نہیں تھا۔ انہوں نے اپنے ذہن میں فلم کا جو نقشہ بنایا تھا اور کاسٹ کے بارے میں جو کچھ سوچا تھا، اس پر عمل نہیں ہو پا رہا تھا۔ وہ فلم کے ذریعے جو دھماکا کرنا چاہ رہے تھے، وہ اس کاسٹ کے ساتھ نہیں ہو سکتا تھا۔ فلم کی تکمیل کے دوران اس کے بارے میں اس طرح کی سرخیاں نہیں لگ سکتی تھیں جن کی یش چوپڑا توقع کر رہے تھے اور نہ ہی فلم کے بارے میں شائقین کا تجسس اس طرح ابھارا جا سکتا تھا جس طرح یش چوپڑا چاہ رہے تھے۔ یہ تو ایک عام سی فلم ہو کر رہ جاتی۔

یش چوپڑا نے انتقال سے پہلے ٹی وی پر اپنے آخری انٹرویو میں شاہ رخ خان سے گفتگو کے دوران اس فلم کے بارے میں اپنی یادیں تازہ کرتے ہوئے کہا تھا "آخر کار جس کاسٹ کے ساتھ یہ فلم مکمل ہوئی، اسے اس قسم کی کسی فلم میں جمع کرنا اور فلم کو تکمیل کے مراحل تک لے جانا صرف میری زندگی کا ہی نہیں، انڈین فلم انڈسٹری کی تاریخ کا سب سے دلچسپ لیکن سب سے بڑا اور صبر آزما چیلنج تھا۔ بولی وڈ میں اب تک ایسی کوئی مثال موجود نہیں۔ یہ فلم نہیں، ایک آزمائش تھی۔"

یش چوپڑا اپنی مطلوبہ کاسٹ کو اس فلم میں یکجا کرنے کا تقریباً ناممکن کارنامہ سرانجام دینے میں کس طرح کامیاب ہوئے، اس کے بارے میں بات کرتے ہوئے انہوں نے اسی انٹرویو میں شاہ رخ کو مزید بتایا "1980ء میں امیتابھ بچن سری نگر، کشمیر میں فلم "کالیا" کی شوٹنگ کر رہے تھے۔ میں 21 اکتوبر کو شام کی فلائٹ سے ان کے پاس پہنچا اور ہم نے ڈنر ساتھ کیا۔ جب باقی سب لوگ رخصت ہو گئے تو امیتابھ نے مجھ سے پوچھا "کیا آپ "سلسلہ" کی کاسٹ سے خوش اور مطمئن ہیں؟" میں نے بلا تامل جواب دیا "ہرگز نہیں۔" امیتابھ بولے۔ "آپ ایمانداری سے بتائیں... آپ کیسی کاسٹ چاہتے ہیں؟" میں نے کہا "میں تمہارے علاوہ تمہاری حقیقی زندگی میں موجود دو اہم ترین عورتوں کو اس فلم کے اہم ترین کرداروں میں کاسٹ کرنا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ فلم میں جیا تمہاری گھر والی کا اور ریکھا "باہر والی" کا رول کرے۔ تبھی یہ ایک یادگار فلم بنے گی۔"

یش چوپڑا کا کہنا تھا کہ ان کی بات سن کر امیتابھ گہری سوچ میں ڈوب گئے اور تقریباً پانچ منٹ تک کچھ نہ بولے۔ بھارت کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں ایک شادی شدہ مرد کے کسی دوسری عورت سے تعلقات کے موضوع پر فلم بنانے جا رہا تھا۔ اس کے لئے ایسی کاسٹ کی ضرورت تھی جو فلم کی ریلیز سے پہلے ہی شائقین کے ذہنوں میں ہلچل برپا کر سکے۔ آخر کار امیتابھ بولے۔ "ہم دونوں ممبئی واپس چلتے ہیں۔ جیا سے آپ خود بات کریں۔"

دوسرے ہی روز یش چوپڑا اور امیتابھ ممبئی واپس روانہ ہو گئے۔ پوری فلائٹ کے دوران دونوں خاموش رہے۔ دونوں ایک بے عنوان قسم کے تناؤ کا شکار نظر آ رہے تھے۔ امیتابھ کے گھر پہنچ کر یش چوپڑا نے فلم کے بارے میں جیا سے بات چیت شروع کی تو اسی وقت ماحول میں ایک سرد مہری سی آ گئی۔ آخر کار یش چوپڑا نے فلم کی کہانی سنانا شروع کر دی۔ جیا پتھرائے ہوئے سے چہرے کے ساتھ کہانی سنتی رہیں۔ ایسا لگتا تھا کہ انہیں کہانی سے کوئی دلچسپی نہیں، وہ صرف یش چوپڑا کی مروّت میں سن رہی ہیں۔ وہ صرف اس وقت یش چوپڑا کی طرف متوجہ ہوئیں جب وہ فلم کے آخری سین پر پہنچے۔ اس سین میں دکھایا گیا تھا کہ وفا شعار بیوی، یعنی جیا بچن اسپتال کے بیڈ پر لیٹی ہوئی ہیں، موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔

اچانک امیتابھ وارڈ میں داخل ہوتے ہیں۔ ان کے چہرے پر دکھ اور پچھتاوا ہے۔ وہ محبت بھرے انداز میں ان کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہیں، ان کا ہاتھ تھامتے ہیں اور جذبات سے بوجھل لہجے میں کہتے ہیں "شوبھا! میں تمہارے پاس واپس آ گیا ہوں۔"

تب جیا بچن، جن کا فلم میں نام شوبھا ہے، دھیرے دھیرے آنکھیں کھول دیتی ہیں۔ یہ گویا بیوی کی محبت اور اس کے بھروسے کی جیت تھی۔ فلم کے اس انجام میں جیا بچن کے لئے کئی پہلوؤں سے کشش تھی۔ ایک تو اس میں یہ دکھایا گیا تھا کہ جیت آخر بیوی کی ہوتی ہے، باہر والی عورت کی نہیں۔ دوسرے اس قسم کے کردار کے ذریعے نہ صرف جیا، امیتابھ بچن کے متزلزل کیریئر کو سہارا دے سکتی تھیں بلکہ فلم انڈسٹری میں خود ان کی اپنی باعزت واپسی کی راہ بھی بڑے عمدہ انداز میں ہموار ہو سکتی تھی۔ ایک اداکار کے حالات خواہ کچھ بھی ہوں، خواہ وہ فلم انڈسٹری چھوڑ بھی چکا ہو لیکن اس کے ذہن کے کسی نہ کسی گوشے میں اپنے کیریئر کا خیال ضرور موجود رہتا ہے۔

جب جیا نے فلم میں کام کرنے کی ہامی بھر لی تو ریکھا بھی تیار ہو گئی۔ ریکھا کے آمادہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں اتفاق سے نیلی نے خود ہی امیتابھ کا پیچھا چھوڑ دیا تھا۔ "سلسلہ" میں کام کرنا ریکھا اور جیا، دونوں ہی کی صلاحیتوں کا امتحان بھی تھا۔ ریکھا نے اب "سلسلہ" میں کام کرنے کے لئے اپنی دوسری دو فلموں "داسی" اور عامر خان کے والد طاہر خان کی فلم "لاکٹ" کی ڈیٹس یش چوپڑا کو دے دیں جس کی وجہ سے "داسی" کافی تاخیر سے بنی اور "لاکٹ" تو پھر یکے بعد دیگرے ایسے مسائل کا شکار ہوئی کہ اس کی تکمیل میں پانچ سال لگ گئے اور طاہر خان کو بھاری مالی نقصان اٹھانا پڑا جس کے لئے انہوں نے ریکھا کو کبھی معاف نہیں کیا۔

بہر حال یش چوپڑا کی مرضی کے مطابق کاسٹ مکمل ہو گئی جس پر انہوں نے سکھ کا سانس لیا۔ ان کی توقع کے عین مطابق اداکاروں کے اس انتخاب نے فلمی دنیا اور فلمی رسالوں میں خوب ہلچل مچائی۔ لوگوں نے کہا کہ یش چوپڑا نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا ہے۔ ایک تبصرہ یہ بھی ہوا کہ امیتابھ کتنے خوش قسمت ہیں کہ ان کے کیریئر کو بچانے کے لئے ان کی بیوی اور محبوبہ نے اتحاد کر لیا۔ امیتابھ کے سب سے بڑے حریف اور سابق سپر اسٹار راجیش کھنہ نے اس پر تبصرہ کیا "اس سے پتہ چلتا ہے کہ امیتابھ بچن اپنے ڈوبتے ہوئے کیریئر کی وجہ سے واقعی کتنے دلبرداشتہ ہیں۔"

پھر وہ بڑے فخر سے اس دور کا ایک واقعہ سنانے لگے جب ان کا اپنا کیریئر زوال کے گڑھے میں جا گرا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک پارٹی میں پروڈیوسر گلشن رائے، میری بیوی ڈمپل کپاڈیا کو ایک طرف لے گئے اور بولے "اپنے شوہر کے کیریئر کو اب صرف تم ہی بچا سکتی ہو۔"

اس پر ڈمپل کپاڈیا نے کہا "اگر انہوں نے یہ بات سن لی تو وہ خودکشی کر لیں گے۔"

یہ سب باتیں تو ہوتی رہیں لیکن بہر حال "سلسلہ" کی کاسٹ مکمل ہونے کے بعد اس کی ٹیم شوٹنگ کے لئے کشمیر روانہ ہو گئی۔ یش چوپڑا نے شوٹنگ کے مقامات کو بے حد خفیہ رکھا تھا۔ یونٹ کے لوگوں کے دوستوں، حتیٰ کہ میڈیا کے لوگوں کو بھی شوٹنگ پر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ جیا اور ریکھا کو بھی یش چوپڑا ایک دوسرے سے حتی الامکان دور رکھنے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ فلم کے دوران دونوں میں کسی قسم کا ٹکراؤ نہ ہو جائے۔ اپنی تمام تر احتیاطی تدابیر کے باوجود یش چوپڑا کو دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔

ریکھا نے بہر حال کچھ ایسا طریقۂ کار اپنایا تھا کہ "سلسلہ" کی شوٹنگ کے دوران اس کا جیا بچن سے سامنا ہی نہ ہونے پائے۔ تاہم کسی نہ کسی سین میں ان دونوں، اور کبھی تینوں، یعنی ریکھا، جیا اور امیتابھ کا ایک ساتھ سیٹ پر موجود ہونا بھی ضروری ہو جاتا تھا۔ جب ایسا اتفاق ہوتا تو کیمرے کے سامنے جانے سے پہلے وہ تینوں، اجنبیوں کی طرح ایک دوسرے سے الگ تھلگ خاموش بیٹھے رہتے۔ ان کے چہرے کسی بھی قسم کے تاثرات سے عاری ہوتے۔ چہروں پر تاثرات صرف اس وقت آتے جب وہ کیمرے کے سامنے جاتے۔ اس پس منظر میں کام کرنے کے باوجود فلم میں تینوں کی پرفارمنس دیکھ کر فلم بین اور ناقدین حیران رہ گئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تینوں واقعی کتنے اعلیٰ درجے کے فنکار ہیں۔

پریس کی جانب سے امیتابھ کا بائیکاٹ جاری تھا۔ لیکن اس فلم کے سلسلے میں اخبار رسالے، خبریں اور سنی سنائی باتیں شائع کئے بغیر تو نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ یہ سلسلہ بھی جاری تھا۔ ایک رسالے نے یہ رپورٹ دی کہ ایک سین میں جیا بچن کو رونا تھا۔ انہوں نے یونٹ کے ایک آدمی سے گلیسرین طلب کی۔ وہ کارکن حیرت سے بولا "جیا جی! کیا آپ جیسی فنکارہ کو بھی رونے کے لئے گلیسرین کی ضرورت ہے؟"

اس پر جیا بچن نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔ "پچھلے کچھ عرصے میں اتنا رو چکی ہوں کہ اب آنسو خشک ہو گئے ہیں۔"

فلم کے ایک سین کا عوام میں بہت چرچا ہوا۔ حقیقی زندگی میں ریکھا اور جیا کے درمیان کشیدگی اور تناؤ موجود تھا۔ اسے فلم کے پردے پر کیش کرانے کے لئے یہ سین شاید خاص طور پر لکھوایا گیا تھا۔ اس سین میں ریکھا اور جیا کا آمنا سامنا ہوتا ہے۔ جیا، بیویوں والا روایتی سرخ لباس پہنے ہوئے ہے، جبکہ ریکھا سفید لباس میں ہے۔ جیا، ریکھا سے کہتی ہیں کہ وہ اس کے شوہر کا پیچھا چھوڑ دے، کیونکہ جیت بالآخر بیوی کے رشتے کی ہوتی ہے جس کی بنیاد اعتبار اور بھروسے پر ہے۔

اس پر ریکھا تیکھے لہجے میں کہتی ہے "آپ اپنے وشواش (اعتبار) کے ساتھ رہئے، مجھے میرے پیار کے ساتھ رہنے دیجئے۔"

اس سین کی فلمبندی، مکالمے اور تاثرات، سب ہی کچھ لاجواب تھا۔

"سلسلہ" کی ریلیز کے کئی سال بعد ایک بار ریکھا کی موجودگی میں کسی نے ذکر کیا کہ فلاں جگہ خوبصورتی اور اداکاری کے معاملے میں ریکھا اور جیا کا موازنہ کیا جا رہا تھا۔ اس پر ریکھا نے خاصی نخوت سے کہا "گلیمر کے معاملے میں میرا اور جیا کا کیا مقابلہ؟ یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے اداکار محمود کو دلیپ کمار بنانے کی کوشش کی جائے۔"

(جاری ہے)

اسے اسپتال میں
امیتابھ سے ملنے کی اجازت نہیں تھی
ریکھا کی داستانِ حیات

قسط:18

"سلسلہ" 29جولائی 1981ء کو ریلیز ہوئی۔ ابتدائی چند دنوں میں اس فلم نے کافی رش لیا لیکن آگے چل کر، خلاف توقع یہ کوئی خاص کامیاب ثابت نہیں ہوئی۔ شادی شدہ مرد کی بے وفائی کے موضوع پر سلیقے سے بنائی جانے والی یہ پہلی فلم تھی۔ بعض لوگوں کے خیال میں یہ اپنے وقت سے کافی آگے کی فلم تھی، اس لئے ناکام ہوگئی۔ تاہم فلم دیکھنے والوں کے ذہنوں پر اس کی یادوں کے نقوش برسوں تک ثبت رہے۔ شاید امیتابھ، جیا اور ریکھا، تینوں کے لئے بھی یہ ایک ناقابل فراموش فلم رہی ہے۔

"سلسلہ" کی ناکامی بھی امیتابھ کے لئے خوش بختی کا باعث بن گئی۔ کیونکہ اس کے بعد 1981ء اور 1982ء کے دوران ان کی کئی فلمیں نہایت کامیاب ثابت ہوئیں۔ مثلاً لاوارث، کالیا، ستے پہ ستہ، دیش پریمی، نمک حلال، خودداد، انہی دو برسوں کے دوران امیتابھ کی دو فلمیں، ناستک اور مہان، بری طرح ناکام بھی ہوئیں لیکن مجموعی طور پر بہر حال وہ اپنا سپر اسٹار والا مقام دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

26جولائی 1982ء کو امیتابھ بچن بنگلور یونیورسٹی کے کیمپس میں من موہن ڈیسائی کی فلم "قلی" کے لئے ایک فائٹ سین پکچرائز کرارہے تھے، ولن، جسے فلم میں امیتابھ کے ہاتھوں مار کھانی تھی، ایک نیا اداکار پنیت اِسار تھا۔ وہ مارشل آرٹس میں چوتھے درجے کا بلیک بیلٹ تھا اور اس کی یہ پہلی فلم تھی۔ ان دونوں کو ایک سادہ ایکشن سین پیکچرائز کرانا تھا جس کے لئے انہوں نے سات مرتبہ ریہرسل کی تھی۔ پھر سین شوٹ کرنے کا مرحلہ آیا۔

پنیت کے ذہن میں آج بھی شوٹنگ کے اس واقعے کی یادیں تازہ ہیں۔ وہ بتاتے ہیں "امیتابھ اس روز کچھ زیادہ ہی متحرک اور فعال نظر آرہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ان کے جسم میں بجلی بھری ہو۔ میں نے فائٹ انسٹرکٹر کی ہدایت کے مطابق انہیں جھوٹ موٹ گھونسا رسید کیا اور ایک میز کے اوپر پھینک دیا۔ امیتابھ کو میز کے اوپر ہی گرنا تھا۔ وہاں سے دوسرا شاٹ لیا جانا تھا، لیکن امیتابھ نے میز پر پڑے رہنے کے بجائے قلابازی کھائی اور دوسری طرف کچھ دور جا گرے اور فوراً ہی بولے "مجھے چوٹ لگ گئی ہے۔" کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ انہیں چوٹ کیسے لگی ہے۔ وہ خود ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے الٹا مجھے تسلی دینے کے انداز میں کہا "گھبراؤ مت... شوٹنگ میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔" میں مطمئن ہوگیا اور امیتابھ اس ہوٹل چلے گئے، جہاں وہ مقیم تھے۔

اس روز واقعی کسی کو احساس نہیں ہوا کہ امیتابھ کو کوئی شدید چوٹ لگی ہے۔ ہوٹل جانے پر ان کی تکلیف بڑھ گئی اور وہ ہسپتال گئے تو پتہ چلا کہ ان کی آنت کئی جگہ سے بری طرح پھٹ گئی ہے۔ بنگلور کے ہسپتال میں ہی ہنگامی طور پر ان کا آپریشن کیا گیا لیکن ان کی حالت بگڑتی چلی گئی۔ اس دوران اخباروں میں شہ سرخیاں لگ گئیں کہ ملک کے عوام جس فلم اسٹار سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے، وہ حادثے میں شدید زخمی ہوگیا ہے۔ اس کے بعد پورے بھارت میں جو حالت دیکھنے میں آئی، وہ اس سے پہلے کبھی کسی شخصیت کے حادثہ پیش آنے پر، دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ لوگ دہاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ ہر مذہب کی عبادت گاہوں میں ان کی صحت یابی کے لئے دعائیں کی جارہی تھیں، ہیہیں مانی جارہی تھیں۔

بنگلور کے ہسپتال سے امیتابھ کو ممبئی کے نہایت اعلیٰ درجے کے ہسپتال "بریچ کینڈی" منتقل کیا گیا۔ ان دنوں کے بارے میں امیتابھ کا خود اپنے بارے میں کہنا ہے۔ "میں نہ جانے، کتنے دنوں تک بے ہوشی اور کبھی نیم بے ہوشی کی حالت میں رہا، اس دوران ایک مرتبہ تو طبّی طور پر مجھے مردہ قرار دے دیا گیا۔ اس لئے اب میں سال میں دو مرتبہ اپنی سالگرہ مناتا ہوں۔ ایک تو اس دن، جب میں اس دنیا میں آیا تھا اور ایک اس دن جب بریچ کینڈی ہسپتال کے ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ اب میری حالت خطرے سے باہر ہے۔ اس روز واقعی مجھے ایک نئی زندگی ملی تھی۔"

جیا اس دوران واقعی دیوانی سی ہوگئی تھیں، ایک طرف وہ ہسپتال میں امیتابھ کی دیکھ بھال کرتی تھیں، دوسری طرف ان کی صحت یابی کے لئے دعائیں کرنے مندروں، گرجاؤں اور مزاروں پر بھی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ انڈر ورلڈ کے ایک ڈون نے بھی ان کے لیے ایک بہت بڑے مندر میں خصوصی پوجا پاٹ کا اہتمام کرایا جس میں سیکڑوں غریب افراد کو کھانا بھی کھلایا گیا۔ اخبارات میں لوگوں کی طرف سے اشتہارات چھپ رہے تھے، جن میں امیتابھ کی صحت یابی کی دعا کی جاتی تھی۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی انہیں دیکھنے کے لئے ہسپتال آئیں۔ ان کے صاحب زادے راجیو گاندھی، جو امیتابھ کے دوست بھی تھے، اس وقت امریکا میں تھے لیکن امیتابھ کی اس حالت کی خبر سن کر وہ فوراً واپس آگئے اور کئی بار کافی دیر تک ان کے بیڈ کے پاس افسردہ بیٹھے رہے۔

صرف ایک شخصیت کو امیتابھ سے ملنے کی اجازت نہیں تھی... اور وہ تھی ریکھا...!

اس وقت جبکہ امیتابھ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے، تو جیا نہیں چاہتی تھیں کہ ریکھا ان کے قریب جائے۔ بعد میں ایک بار ہدایت کار پرکاش مہرہ نے اس موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا "اگر ریکھا اس سلسلے میں مجھ سے بات کرتی تو میں ضرور جیا کو سمجھاتا اور اس سے کہتا کہ باقی سب باتیں بھول جاؤ، آخر ریکھا، امیتابھ جی کی ساتھی اداکارہ بھی تو ہے، اس رشتے سے اسے امیتابھ کی عیادت کا حق حاصل ہے۔"

بہر حال ریکھا ہسپتال جانے سے باز نہیں رہی، ایک روز وہ علی الصباح ہی ہسپتال پہنچ گئی۔ وہ بغیر میک اپ کے، سادہ سی ایک سفید ساڑھی میں تھی اور بالکل ایک عام سی عورت دکھائی دے رہی تھی۔ کسی نہ کسی طرح اس نے امیتابھ کو دیکھنے کی اجازت حاصل کرلی۔ وہ اس وقت انتہائی نگہداشت کے کمرے میں تھے۔ ریکھا نے کمرے کی، شیشے کی دیوار کے پاس کھڑے ہو کر، باہر سے ہی انہیں دیکھا، ہاتھ جوڑ کر خاموشی سے دعا کی اور چند منٹ بعد اس طرح خاموشی سے پلٹ گئی۔

بعد میں ایک انٹرویو میں ریکھا نے ان دنوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا "میں اپنی زندگی کے 27 برسوں میں جو کچھ نہیں سیکھ سکی، وہ ان چھ مہینوں نے مجھے سکھا دیا جن کے دوران امیتابھ جی بستر پر رہے۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنی بے بسی محسوس نہیں کی جتنی ان دنوں میں محسوس کی۔ یہ بے بسی موت سے بھی بدتر تھی۔ میں اپنے محسوسات اس ہستی تک نہیں پہنچا سکتی تھی۔ جو مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھی۔ بہر حال، میں بے بسی کے اس دور میں، پہلے سے زیادہ مضبوط بن کر نکلی۔ زندگی کے بہت سے معاملات کو میں نے پہلے سے زیادہ بہتر انداز میں سمجھ لیا۔"

بے بسی کے اس دور میں ریکھا نے پوجا پاٹ کا سہارا بھی لیا۔ اس نے اجین میں واقع مہا کلیشور مندر میں خصوصی پوجا کا اہتمام کرایا۔ وہ خود بذریعہ ہوائی جہاز تیروپاٹی پہنچی پھر رسم کے مطابق ننگے پیروں پہاڑ پر چڑھ کر اس مندر تک پہنچی۔ یہ ایک قسم کی منت ہوتی تھی۔ شاید ریکھا نے منت مانی ہوئی تھی، کچھ دنوں بعد امیتابھ صحت یاب ہوگئے۔

"قلی" 14، نومبر 1983ء کو ریلیز ہوئی اور بلاک بسٹر ثابت ہوئی۔ یہ 1983ء کی سب سے زیادہ پیسہ کمانے والی فلم تھی اور اس دہائی کی کامیاب ترین فلموں میں شمار ہوئی۔ فلم سے وابستہ سبھی لوگوں کو اس کی زبردست کامیابی سے بے پناہ فائدہ پہنچا، صرف بے چارہ ولن پنیت اِسار ہر قسم کے فائدے سے محروم رہا۔ وہ گویا سچ مچ پوری قوم کا ولن بن گیا۔ لوگوں نے شاید اسے ہی امیتابھ کو موت کے منہ میں پہنچانے کا ذمہ دار سمجھ لیا۔ اسے آئندہ کبھی امیتابھ کے ساتھ کام کرنے کا موقع نہیں ملا۔

32 سال بعد بھی اس واقعے کی نحوست کے اثرات پنیت کی شخصیت سے دور نہیں ہوئے، جس کا اندازہ ایک واقعے سے ہوتا ہے۔ 2014ء میں ریکھا اپنی فلم "سپر نانی" کی پروموشن کے لئے ٹی وی شو "بگ باس" میں بطور مہمان شریک ہوئی۔ پنیت اِسار بھی اس پروگرام کے مہمانوں میں شامل تھا۔ ریکھا نے باقی سب مہمانوں سے بڑی گرمجوشی سے ملاقات کی اور خوش مزاجی سے بات چیت کی لیکن پنیت کو اس نے بالکل نظر انداز کردیا، جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو، اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ریکھا نے بھی اس وقت تک پنیت کو معاف نہیں کیا تھا، جبکہ پنیت بے چارے کا درحقیقت کوئی قصور نہیں تھا، امیتابھ تو ایک حادثے کا شکار ہوئے تھے۔

"قلی" والے حادثے کے بعد جتنا عرصہ امیتابھ بچن بستر پر رہے اور پھر جتنا عرصہ انہوں نے گھر پر رہ کر مکمل صحت یابی کا انتظار کیا، اس عرصے کے دوران وہ اور جیا دوبارہ ایک دوسرے کے قریب آگئے، جبکہ ریکھا گویا دھیرے دھیرے امیتابھ کی زندگی سے نکلتی چلی گئی۔ اس دوران ریکھا کی فلم "امراؤ جان" کے پریمیئر کے موقع پر ایک باقاعدہ تقریب منعقد ہوئی۔ ریکھا نے مغلیہ طرز کی خوبصورت قمیض اور چوڑی دار پاجامہ زیب تن کر کے اس تقریب میں شرکت کی۔ گو کہ ساری تقریب کے دوران ریکھا کا چہرہ سپاٹ ہی رہا اور ویسے بھی تقریب کچھ روکھی پھیکی سی تھی، زیادہ اسٹارز اس میں شریک نہیں تھے۔ اس کے باوجود ریکھا کو اس بات پر پریس میں خاصی لعن طعن کا نشانہ بنایا گیا کہ جن دنوں امیتابھ بستر پر تھے، اس نے ایسی رنگا رنگ تقریب میں شرکت کی۔

ریکھا نے بعد میں ایک انٹرویو کے دوران گلوگیر آواز میں گویا اپنی صفائی پیش کی "ایک تو وہ تقریب رنگارنگ ہرگز نہیں تھی۔ دوسرے اپنی فلموں کے پروموشن کی سرگرمیوں میں حصہ لینا ہم اداکاروں کی مجبوری ہوتا ہے۔ میں اس تقریب میں شریک ضرور تھی لیکن میرے دل کی کیا حالت تھی، یہ میں ہی بہتر جانتی ہوں۔ لوگوں کو محض ظاہری چیزیں دیکھ کر کسی کے دلی جذبات اور اندرونی کیفیات کے بارے میں فیصلے نہیں دینے چاہئیں۔ کوئی کسی کے دل میں نہیں جھانک سکتا اور کوئی کسی دوسرے کے دکھ کو نہیں سمجھ سکتا۔"

ریکھا کی مشہور فلم "امراؤ جان" کے ڈائریکٹر مظفر علی تھے۔ اس فلم کی تکمیل کے دوران انہوں نے ریکھا کو کافی حد تک سمجھا، اس کی زندگی کو قریب سے دیکھا اور اس کے بارے میں کسی مصلحت کوشی یا جانبداری کے بغیر اپنی رائے کا اظہار کرتے رہے۔ ان کا کہنا تھا "ریکھا ظاہری طور پر جیسی بے پروا اور لاابالی عورت نظر آتی ہے یا نظر آنے کی کوشش کرتی ہے، درحقیقت وہ ایسی ہے نہیں... وہ بہت حساس ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امیتابھ سے اس کا عشق یک طرفہ تھا۔ یعنی صرف وہی امیتابھ پر مری جارہی تھی اور امیتابھ جی محض وقت گزاری کررہے تھے۔ میرے خیال میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی۔ "امراؤ جان" کی جو شوٹنگز دہلی میں ہوئیں، ان کے دوران امیتابھ ہمارے سیٹ پر آکر بیٹھ جایا کرتے تھے اور ہم ان کے چہرے اور آنکھوں سے بہت کچھ پڑھ سکتے تھے لیکن بات بس یہ ہے کہ انسان جب شادی شدہ ہوتا ہے، اس کے بچے بھی کچھ بڑے ہوتے ہیں تو گھر بار اور عشق کی کشمکش میں وہ اکثر عشق کی قربانی دے دیتا ہے، گھر کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ ہمیں اس پر حیران نہیں ہونا چاہئے اور عشق کی صداقت پر شک نہیں کرنا چاہئے۔"

مظفر علی تو یہاں تک بھی کہتے تھے کہ امیتابھ نے اپنے عشق کی قربانی دے کر اچھا نہیں کیا، انہیں ریکھا سے شادی کرلینی چاہئے تھی۔ مظفر علی بنیادی طور پر ایک ڈیزائنر، مصور اور شاعر تھے۔ انہوں نے ریکھا کی مشہور فلم "امراؤ جان" ڈائریکٹ کی تھی اور امراؤ جان کے کردار کے لئے ریکھا کو انہوں نے ہی منتخب کیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ بعض لوگوں کا چہرہ بتا دیتا ہے کہ وہ زندگی میں بار ہا ٹوٹے ہیں، بکھرے ہیں، لیکن پھر انہوں نے اپنی ذات کا ذرہ ذرہ سمیٹ کر خود کو پہلے سے زیادہ مضبوط بنا لیا ہے۔ ریکھا کے تیکھے نین نقش اور اس کا چہرہ ایسی ہی کوئی کہانی سناتا محسوس ہوتا ہے اور امراؤ جان کے کردار کے لئے ایسے ہی چہرے کی ضرورت تھی۔

زیادہ تر لوگوں کو معلوم ہی ہوگا کہ فلم "امراؤ جان" مرزا ہادی رسوا کے مشہور ناول "امراؤ جان ادا" پر بنائی گئی تھی جو انہوں نے 1905ء میں لکھا تھا اور اردو ادب کے اہم ناولوں میں شمار ہوتا ہے۔ پاکستان اور بھارت میں اس ناول کی کہانی پر یا اس سے کافی ملتی جلتی کہانیوں پر ایک سے زیادہ مرتبہ فلمیں بنائی جاچکی ہیں اور تقریباً سبھی کامیاب رہی ہیں۔ اس ناول میں 1840ء کے زمانے کی لکھنوی تہذیب کی عکاسی کی گئی ہے جب طوائفیں یا رقاصائیں اور گانے والیاں معاشرے کا ناگزیر حصہ تھیں۔ ان کی اپنی ایک تہذیب اور مخصوص اقدار تھیں۔ اپنا ایک کلچر تھا۔ وہ تہذیب اور شائستگی کی علامت تھیں۔ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ شرفاء اور معززین، حتیٰ کہ نواب بھی اپنے بچوں اور نئی نسل کو تہذیب و آداب سکھانے کے لئے ان کے بالاخانوں پر بھیجتے تھے۔ امراؤ جان بھی ناول میں اسی دور کی نمائندگی کرنے والی ایک معروف طوائف بتائی گئی ہے جو ایک بہترین مغنیہ ہونے کے ساتھ ساتھ شاعرہ بھی تھی اور ادا تخلص کرتی تھی۔

مظفر علی نے ریکھا کو ناول یا اسکرپٹ کی تفصیل نہیں بتائی تھی، صرف امراؤ جان کے کردار کے بارے میں تھوڑا بہت بتا دیا تھا اور یہ بھی واضح کردیا تھا کہ فلم کا تمام تر دارومدار ریکھا پر ہی ہوگا، فلم کو سہارا دینے کے لئے کوئی اور بڑا نام اس کی کاسٹ میں شامل نہیں ہوگا۔ یہ سب کچھ سن کر بھی ریکھا نے فوراً ہی اس فلم کے لئے ہامی بھر لی تھی اور اپنی پرفارمنس سے اس فلم کو یادگار بنا دیا تھا۔ اس نے مظفر علی کی توقعات سے کہیں زیادہ خوبصورتی سے یہ کردار ادا کیا۔ فلم کی بہت سی شوٹنگ لکھنؤ میں ہوئی، جس میں بہت سی دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ ریکھا کی شہرت اس وقت بھی ایک موڈی اور غیر ذمے دار اداکارہ کی تھی لیکن اس فلم کے لئے اس نے نہایت ذمے داری اور ڈسپلن سے کام کیا۔

(جاری ہے)

itsurdu.blogspot.com
کچھ اور مشکلات
اس کی منتظر تھیں
ریکھا کی داستانِ حیات
itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

قسط:19

وہ اپنے ساتھ ڈریس ڈیزائنر اور میک اپ والوں کی ایک بڑی ٹیم لے کر آگئی تھی جو اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق ملبوسات اور میک اپ کے معاملات میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کرتے، جس کی وجہ سے اختلافات بھی ہوتے لیکن رفتہ رفتہ مظفر علی، ریکھا کو کردار، ماحول اور پس منظر کی باریکیاں سکھانے میں کامیاب ہوگئے اور فلمبندی ان کی سوچ کے مطابق چلتی رہی۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی کہ ساؤتھ انڈیا سے آئی ہوئی ایک اداکارہ، جسے درست تلفظ کے ساتھ عام اردو بولنا بھی نہیں آتی تھی، انیسویں صدی کی ایک شاعرہ، لکھنوی طوائف کا رول کر رہی تھی... اور بے حد خوبصورتی سے کر رہی تھی۔ ریکھا کو اس فلم پر بہترین اداکارہ، آشا بھونسلے کو بہترین گلوکارہ، منظور کو بہترین آرٹ ڈائریکٹر اور خیام کو بہترین میوزک ڈائریکٹر کا نیشنل ایوارڈ ملا۔ کم بجٹ سے بنائی گئی اس فلم نے بہت اچھا بزنس کیا۔

1980ء کی دہائی میں بھارتی فلم انڈسٹری کچھ اچھے دور سے نہیں گزر رہی تھی۔ زیادہ تر عام، کمرشل فلمیں کامیاب نہیں ہو رہی تھیں۔ البتہ متوازی سینما کی جڑیں مضبوط ہو رہی تھیں۔ کم بجٹ کی آرٹ فلمیں مالی طور پر تو زیادہ فائدہ مند نہیں تھیں لیکن ان کی وجہ سے فلم انڈسٹری کی ساکھ برقرار تھی۔ ریکھا نے آرٹ فلموں میں بھی کام کیا اور اپنی اداکارانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ ریکھا کی زندگی میں گلزار کا کردار بھی بہت اہم ہے۔ ریکھا کی زندگی کی پانچ یادگار فلموں میں سے تین کے پیچھے گلزار کا ہاتھ تھا۔ یہ تین فلمیں تھیں، گھر، خوبصورت اور اجازت۔ گلزار سے ریکھا کے گھریلو مراسم تھے۔ اس کے لاابالی پن کو دیکھ کر گلزار کی اہلیہ راکھی کہا کرتی تھیں "ریکھا! اب تو بوسکی بھی بڑی ہوگئی ہے، تم کب بڑی ہوگی؟" راکھی اور گلزار کی بیٹی میگھنا کا، پیار کا نام بوسکی ہے۔

1980ء کی دہائی کے دوران ہی جہاں ایک طرف کمرشل اور آرٹ فلموں میں ریکھا کی مصروفیت اور مقبولیت، دونوں ہی عروج پر تھیں، وہیں دوسری طرف اس کے نت نئے معاشقوں کے بارے میں بھی خبریں آتی رہتی تھیں۔ شیلندر سنگھ، کمل ہاسن، پروڈیوسر راجیو کمار، حتیٰ کہ سنجے دت سے بھی اس کے معاشقے مشہور ہوئے۔ 1984ء کے دوران ایک روز تو اچانک یہ خبر بھی آگئی کہ ریکھا نے سنجے دت سے شادی کرلی ہے۔

حقیقت یہ تھی کہ ان دنوں سنجے دت کا برا دور چل رہا تھا۔ اس اسکینڈل کے ذریعے شاید ریکھا نے سنجے دت کے کیریئر کو ذرا سہارا دینے کی کوشش کی تھی۔ وہ ان دنوں فلم "زمین آسمان" میں ایک دوسرے کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ یہ فلم جون 1984ء میں ریلیز ہوئی۔ فلم شاید بالکل ہی فلاپ رہتی لیکن ریکھا اور سنجے دت کی شادی کی خبروں کی وجہ سے اسے سہارا مل گیا اور اس نے کچھ بزنس کرلیا۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد خبر آئی کہ راج ببر اور ریکھا کے درمیان معاشقہ چل رہا ہے۔ معاشقے کی انہی خبروں کے درمیان یہ خبر بھی آئی کہ ایک روز جوہو کے ساحل پر ان کے درمیان زبردست جھگڑا ہوا۔

اتفاق سے اس وقت یہ دونوں بھی ایک فلم "سنسار" میں اکٹھے کام کر رہے تھے جو 1987ء میں ریلیز ہوئی۔ اپنے ساتھی اداکاروں کے ساتھ ریکھا کے معاشقوں کی یہ خبریں شاید ان کی فلموں کو کامیاب بنانے کے لئے پھیلائی جاتی تھیں۔ ہوسکتا ہے ان لوگوں کے ساتھ ریکھا کے ہلکے پھلکے رومانس چلے بھی ہوں لیکن سنجیدگی اور سچے دل سے اس نے یقیناً صرف ایک ہی شخص کو چاہا تھا... اور وہ تھے امیتابھ بچن!

گلزار کا ریکھا کے بارے میں کہنا ہے کہ اسے ایک کامیاب مگر عام سی اداکارہ کہہ کر ہرگز نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ایک بار ایک صحافی نے گلزار سے پوچھا۔ "آپ نے بہت سے کردار تراشے ہیں، تخلیق کیے ہیں۔ آپ کے سب سے زیادہ پسندیدہ کردار کون سے ہیں؟"

گلزار نے جواب دیا۔ "فلم 'اجازت' میں ریکھا اور نصیرالدین شاہ کے کردار۔"

ریکھا نے ان دنوں ایک بہترین اداکارہ کا مقام تو حاصل کرلیا تھا لیکن "اجازت" یا اس کی دُوسری فلمیں کاروباری طور پر کچھ زیادہ کامیاب نہیں گئی تھیں، انہوں نے صرف فن کے قدردانوں کی جانب سے زیادہ داد سمیٹی تھی۔ اس کا ستارہ دھیرے دھیرے ڈوبتا دکھائی دے رہا تھا۔ نئے اداکاروں اور نوجوان اداکاراؤں کی کھیپ بھی سامنے آرہی تھی جو کامیابیاں حاصل کر رہی تھیں۔ جس سال "اجازت" ریلیز ہوئی، اسی سال "مسٹر انڈیا" ریلیز ہوئی، جس نے سری دیوی کو راتوں رات شہرت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ اس سے اگلے سال، 1988ء میں "قیامت سے قیامت تک" ریلیز ہوئی جس نے عامر خان اور جوہی چاولہ کی قسمت کھول دی۔ اسی سال "تیزاب" نے فلموں کو ایک نیا انداز دیا۔ اس کے ساتھ بولی وڈ میں انیل کپور اور مادھوری ڈکشٹ کی کامیاب جوڑی کا اضافہ ہوا۔

تاہم 1988ء میں ریکھا کا ڈوبتا ہوا ستارہ ان دنوں دوبارہ اُبھرتا دکھائی دیا، جب "بیوی ہو تو ایسی" ریلیز ہوئی۔ اس فلم کے ذریعے سلمان خان کو متعارف کرایا گیا تھا، لیکن اس میں ریکھا کے چند جاندار مناظر بھی شامل تھے، جن میں وہ گویا امیتابھ بچن کے "اینگری ینگ مین" والے امیج کے مقابلے میں "اینگری ینگ وومین" دکھائی دی۔ اسی سال ریکھا نے "خون بھری مانگ" میں زندگی کا یادگار رول کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اگر آج یہ فلمیں دیکھی جائیں تو ان کا سب کچھ قدرے مضحکہ خیز سا لگتا ہے لیکن بہر حال ان فلموں نے گویا ریکھا کو ایک نئی زندگی دی۔ عجیب اتفاق ہے کہ اسی سال امیتابھ بچن کا بھی گویا فلمی دُنیا میں دُوسرا جنم ہوا۔

اندرا گاندھی کے قتل کے بعد ان کے صاحبزادے راجیو گاندھی وزیراعظم بن گئے تھے اور انہوں نے اپنے دوست امیتابھ بچن کو بھی سیاست میں گھسیٹ لیا تھا۔ 1984ء میں وہ الٰہ آباد سے لوک سبھا کے رکن منتخب ہوئے لیکن جلد ہی بوفورس اسکینڈل میں اُلجھ کر سیاست سے دلبرداشتہ ہوگئے۔ سیاست سے جان چھڑا کر 1988ء میں ہی امیتابھ کی بھی فلم "شہنشاہ" کے ذریعے گویا فلمی دُنیا میں واپسی عمل میں آئی۔

ریکھا نے یوں تو زندگی میں بہت سے طوفانوں، بحرانوں اور مشکلات کا سامنا کیا تھا لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ ابھی اس کی زندگی میں کچھ اور مشکلات بھی اس کی منتظر تھیں۔ "خون بھری مانگ" میں اس کا ایکشن لیڈی والا کردار کامیاب رہا تھا، چنانچہ اس نے سوچا کہ آئندہ بھی ایسے رول قبول کیے جائیں تو کامیابی حاصل ہوگی۔ "قسم سہاگ کی" میں وہ ایک بار پھر ایسے ہی رول میں دھرمیندر کے ساتھ نمودار ہوئی، مگر یہ فلم ڈوب گئی۔ اس کے بعد منوج کمار کی "کلرک" بھی ریکھا کو سہارا دینے میں ناکام رہی۔ 1989ء میں ریلیز ہونے والی "سوتن کی بیٹی" بھی ریکھا کو مزید زوال کی طرف جانے سے نہ روک سکی۔

ریکھا کی عمر اب 35 سال سے زیادہ ہوچکی تھی اور اس کے لیے سری دیوی، جوہی چاولہ اور میناکشی شِشادری جیسی نوجوان اور تازہ دم اداکاراؤں سے مقابلہ مزید دُشوار ہوتا جا رہا تھا۔ "شعلے" جیسی کامیاب ترین اور سدابہار فلم کے ڈائریکٹر رمیش سپی نے ریکھا کو اس وقت کے انتہائی مقبول ہیرو متھن چکرورتی کے مقابل فلم "بھرشٹ اچار" میں کاسٹ کیا۔ یہ فلم بھی بُری طرح فلاپ ہوگئی۔ نئی اداکارائیں تیزی سے ریکھا کی جگہ لے رہی تھیں اور ریکھا کی تعریفوں کے پُل باندھنے والا میڈیا اب اس کے بارے میں خاموش ہوتا جا رہا تھا۔ یہ وہ زمانہ اور حالات تھے جن میں 4 مارچ 1990ء کو ریکھا نے دہلی کے بزنس مین مکیش اگروال سے شادی کی، جس کی تفصیل ریکھا کی اس داستانِ حیات کے آغاز میں آچکی ہے۔

مکیش اگروال سے شادی نے ریکھا کو میڈیا میں ایک بار پھر زندہ کردیا۔ ہر طرف اس کے چرچے ہونے لگے۔ ہر رسالے، اخبار میں اس کے انٹرویو چھپنے لگے۔ اتنی شہرت کے درمیان بھی 1990ء میں ریلیز ہونے والی، ریکھا کی فلم "بہورانی" فلاپ ہوگئی۔ اس میں شک نہیں کہ متذکرہ بالا فلموں کی ناکامی کی ذمّے دار صرف ریکھا نہیں تھی۔ بہت سے عوامل کسی بھی فلم کو کامیاب یا ناکام بناتے ہیں لیکن بہر حال، ان فلموں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ریکھا کا کیریئر تیزی سے زوال پذیر تھا۔ ریکھا کی شادی بھی، کھینچ تان کر صرف سات ماہ ہی چل سکی۔ ریکھا اس وقت نیویارک میں تھی، جب اکتوبر 1990ء میں وہیں اسے یہ افسوسناک اطلاع ملی کہ مکیش اگروال نے خودکشی کرلی ہے۔ اس کے بعد میڈیا اور عوام نے جس طرح ریکھا کو لعن طعن کا نشانہ بنایا، اس کا احوال بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ ریکھا نے کسی پبلک ریلیشننگ ٹیم کی خدمات حاصل نہیں کیں جو اس کی صفائی پیش کرنے کی کوشش کرتی۔ اس نے مکمل خاموشی اختیار کی۔

بہت بعد میں اس دور کا تذکرہ کرتے ہوئے ریکھا نے کہا "ان دنوں کسی نے میری ہمدردی میں ایک لفظ نہیں کہا۔ صرف ایک ششی کپور تھے جنہوں نے مجھے ہمدردانہ اور تعزیتی خط لکھا۔ جب میری شادی ہوئی تھی تو سب سے پہلے مجھے مبارکباد دینے والے بھی ششی کپور ہی تھے۔ انہوں نے کہا تھا "تمہاری شادی کی خوشی میں ایک پارٹی میں اپنی طرف سے دوں گا۔ تم اپنے مہمانوں کی فہرست بنا کر مجھے دے دینا۔ تم نے ہماری فلموں میں کام کیا ہے، اس لیے تم ہمارے خاندان کے فرد کی طرح ہو۔ اس کے بعد حالات کچھ ایسے رہے کہ نہ تو میں انہیں مہمانوں کی فہرست دے سکی اور نہ ہی وہ پارٹی کا اہتمام کرسکے۔"

دسمبر 1990ء میں "فلم فیئر" کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں ریکھا نے اپنی کچھ صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس انٹرویو میں اس نے کہا "میں اپنے مداحوں، رشتے داروں اور ان تمام لوگوں کو، جن کی میری نظر میں کوئی اہمیت ہے، یہ بتانا چاہتی ہوں کہ مکیش اگروال کی موت کی وجہ میں ہرگز نہیں ہوں۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ میں نے اس سے طلاق کی کوئی بات نہیں کی تھی۔ یہ بات تو خود اسی نے شروع کی تھی۔ ہماری عادات، خیالات اور مزاجوں میں بڑا فرق تھا۔ اس بات کا اندازہ مجھے ہنی مون کے لیے لندن جانے کے دوران ہی ہوگیا تھا لیکن میں نے اس رشتے کو نباہنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ حالانکہ میرے خیال میں اگر یہ رشتہ نباہنا بہت مشکل ہوتا جا رہا ہو تو راستے جدا کرلینا کوئی بُری بات نہیں ہے۔ میں اس بات کی قائل نہیں ہوں کہ آپ اپنی ازدواجی زندگی کی وجہ سے سخت تکلیف میں ہوں لیکن محض دُنیا کو دکھانے کے لیے، ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر اس رشتے کو نباہنے کی کوشش کرتے رہیں۔

میری شادی کے بعد جلد ہی وہ مقام آگیا تھا جب ہم دونوں نے محسوس کرلیا تھا اور اعتراف کرلیا تھا کہ ہمارا زندگی بھر ایک دُوسرے کے ساتھ چلنا ممکن نہیں ہے اور ہمیں دوستانہ انداز میں اپنے راستے الگ کرلینے چاہئیں۔ مکیش کی زندگی میں ہی ہماری طلاق کے کاغذات تیار ہوچکے تھے اور ان کاغذات میں صاف طور پر لکھا ہے کہ ہم باہمی رضامندی سے ایک دُوسرے سے علیحدگی اختیار کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود یہ مشہور کردیا گیا کہ میں اس سے طلاق لے رہی تھی اور یہ صدمہ اس کے لیے ناقابل برداشت ثابت ہوا۔ پھر اس نے جس دوپٹے کا پھندا بنا کر خودکشی کی، اسے خواہ مخواہ ہی میرا دوپٹا مشہور کردیا گیا۔ کیا اس پر میرا نام لکھا ہوا تھا؟ ان سب باتوں سے یہ تاثر تخلیق کیا گیا کہ میں ہی مکیش کی موت کی ذمّے دار ہوں یا دُوسرے لفظوں میں، میں ہی اس کی قاتل ہوں۔"

(جاری ہے)

itsurdu.blogspot.com
اِس نے گویا دنیا سے
مُنہ چھپا لیا تھا
ریکھا کی داستانِ حیات
itsurdu.blogspot.com

مکیش اگروال، اس کی فیملی کے لوگ اور دوست احباب متفقہ طور پر اس المیے کی ذمّے دار، ریکھا کی سیکرٹری فرزانہ کو قرار دیتے تھے۔ بولی وڈ میں سب کو معلوم ہے کہ فرزانہ ہر وقت سائے کی طرح ریکھا کے ساتھ رہتی ہے اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ فرزانہ کی اجازت کے بغیر کوئی ریکھا سے نہیں مل سکتا۔ اس بات پر بھی سب متفق ہیں کہ ریکھا اور فرزانہ کا تعلق غیر معمولی معلوم ہوتا ہے۔ اسے صرف ایک باس اور سیکرٹری کا تعلق قرار دینا بہت مشکل محسوس ہوتا ہے۔

مکیش اگروال کے گھر والوں کا کہنا ہے کہ شادی کے بعد جب تک ریکھا اکیلی ممبئی سے دہلی آتی رہی، تب تک حالات کافی بہتر رہے۔ مکیش اور ریکھا کے تعلقات بڑی حد تک ہموار رہے۔ ان کے تعلقات میں دراڑ اس وقت آنا شروع ہوئی جب فرزانہ نے ریکھا کے ساتھ آنا شروع کر دیا۔ مکیش کے بھائی انیل گپتا کا کہنا ہے "فرزانہ اور ریکھا کے درمیان تعلق کو کسی طرح بھی نارمل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مکیش نے بھی اس بات کو محسوس کر لیا تھا۔ کبھی کبھی تو مکیش کو ریکھا سے بات کرنے کے لیے بھی فرزانہ سے اجازت لینی پڑتی تھی۔ بھلا کون شوہر یہ برداشت کر سکتا ہے؟ فرزانہ، مکیش کو مختلف کاموں کے سلسلے میں ہدایات دیتی تھی۔ مکیش نے جب کبھی فرزانہ کے طرز عمل کے بارے میں ریکھا سے بات کرنا چاہی تو وہ سخت غصّے میں آ گئی... بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ آپے سے باہر ہو گئی۔ وہ غصّے میں، پاؤں پٹختی ہوئی کمرے سے باہر چلی جاتی۔ ان باتوں کو نارمل تو نہیں کہا جا سکتا نا؟"

مکیش کی بھابھی کا کہنا تھا "اب میں آپ کو کھلے لفظوں میں کیا بتاؤں... مکیش اور ریکھا میاں بیوی نہیں لگتے تھے، البتہ فرزانہ اور ریکھا کا طرز عمل میاں بیوی جیسا تھا۔ کاش، مکیش کی ملاقات ریکھا سے نہ ہوتی تو شاید آج وہ زندہ ہوتا۔"

مکیش نے خودکشی سے پہلے جو آخری خط لکھا تھا، اس میں اس نے صاف طور پر لکھا تھا کہ کسی کو بھی اس کی موت کا ذمّے دار نہ سمجھا جائے۔ اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ اس کا بھائی انیل گپتا، اس کی، یعنی مکیش کی پرانی دوست اور نفسیاتی معالج آکاش بجاج اور اس کے بچوں کا خیال رکھے۔ اس نے خط میں مزید لکھا تھا کہ وہ اپنی وصیت میں ریکھا کے لیے کچھ نہیں چھوڑ رہا، کیونکہ وہ خود خاصی دولتمند ہے۔"

مکیش کے بھائی انیل گپتا نے یہ اعتراف بھی کیا "بعض لوگوں نے یہ باتیں کیں کہ ریکھا نے مکیش کی دولت کی وجہ سے اس سے شادی کی اور وہ اس کی دولت ہتھیانے کے چکر میں تھی، جب اسے اس مقصد میں ناکامی ہوئی تو اس نے مکیش سے بے رُخی اختیار کر لی۔ میں اس بات کی گواہی دوں گا کہ میں نے ریکھا کو مکیش کے روپے پیسے یا جائیداد میں کوئی دلچسپی لیتے نہیں دیکھا۔ اس نے مکیش سے، مجھ سے یا ہمارے پورے خاندان میں کبھی کسی سے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ ہم نے کبھی کسی معاملے میں، اس کے مزاج میں کوئی لالچ نہیں دیکھا۔"

مکیش اگروال کی خودکشی کے برسوں بعد ٹی وی پر سیمی گریوال کے شو میں انٹرویو دیتے ہوئے اپنی زندگی کے اس ناخوشگوار باب کا تذکرہ کرتے ہوئے ریکھا نے کہا "ایک بات تو میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ یہ محبت کی شادی ہرگز نہیں تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مکمل طور پر میری کچھ سمجھ میں آنے سے پہلے ہی سب ختم ہو گیا لیکن بہرحال اس شادی کی ناکامی اور اس کے المناک انجام نے میری زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ مجھے اس جھٹکے سے زندگی کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد ملی اور میں صحیح معنوں میں ایک دُنیادار عورت بن گئی۔ اس تلخ تجربے سے گزرنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ دُنیا میں زندگی کیسے گزارنی چاہئے۔"

مکیش کی خودکشی کے بعد دو ماہ کے لیے تو ریکھا جیسے انڈر گراؤنڈ ہو گئی تھی۔ اس نے گویا دُنیا سے منہ چھپا لیا تھا۔ کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا، وہ کہاں ہے، کیا کر رہی ہے؟ وہ فلم انڈسٹری کے اُفق سے یوں غائب ہو گئی تھی، جیسے کبھی وہاں تھی ہی نہیں۔ اس خاصی طویل "گمشدگی" کے بعد پہلی بار وہ پروڈیوسر، ڈائریکٹر سلطان احمد کی طرف سے دی گئی ایک پارٹی میں نمودار ہوئی۔ وہ سیاہ لباس میں تھی۔ وہ ہر ایک سے مسکرا کر ملی لیکن اس کے چہرے اور آنکھوں سے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ اپنی بکھری ہوئی شخصیت کو مجتمع کرنے اور اپنی شکستہ خود اعتمادی کا ریزہ ریزہ جمع کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

ان دنوں اس کے پاس مشکل سے، کوئی ایک آدھ ہی اَدھوری فلم تھی لیکن اس شام پارٹی میں وہ تمام لوگ جنہوں نے آئندہ اسے کسی فلم میں کاسٹ نہ کرنے کے ارادے کا اظہار کیا تھا، اس کے ارد گرد جمع ہو گئے... اور پھر دیر تک اسی کے گرد جمع رہے۔ ایسا لگتا تھا کہ اب کسی کا، پارٹی چھوڑ کر جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ شاید یہی وہ پارٹی تھی جس میں ریکھا نے ایک نئی زندگی شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔

مکیش اگروال کی خودکشی سے پہلے ڈائریکٹر اور پروڈیوسر کے۔ سی بوکاڈیا نے ریکھا کو ایک فلم "بھارت کی ناری" کے لیے سائن کیا تھا۔ اب جب ریکھا نے دوبارہ کام شروع کرنے کا ارادہ کیا تو بوکاڈیا کو خیال آیا کہ جس قسم کے اسکینڈل سے گزر کر ریکھا دوبارہ منظر عام پر آنے والی تھی، اس پس منظر میں فلم کا یہ نام موزوں معلوم نہیں ہوتا تھا۔ تاہم چند دن کے غور و خوض کے بعد بوکاڈیا نے یہی نام برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا۔ ریکھا جب اس فلم کی شوٹنگ کے لیے پہنچی تو اس نے بوکاڈیا کو پیشکش کی کہ وہ چاہیں تو اس کی جگہ کسی اور اداکارہ کو ہیروئن کاسٹ کر لیں، وہ ایڈوانس لی ہوئی رقم واپس کر دے گی، مگر بوکاڈیا نے اس کی یہ فراخدلانہ پیشکش قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ البتہ کچھ عرصے بعد فلم کی کہانی میں کچھ تبدیلیاں کرنے کے بعد اس کا نام "پھول بنے انگارے" رکھ دیا گیا۔

پہلی شوٹنگ پر ریکھا کی آمد کی خبر سن کر ہزاروں افراد اسٹوڈیو پہنچ گئے، جن میں میڈیا کے نمائندے بھی شامل تھے۔ ریکھا کی گاڑی جب اسٹوڈیو پہنچی تو تاریک شیشوں کے عقب سے ہجوم کو دیکھ کر ریکھا قدرے خوفزدہ ہو گئی اور سوچ میں پڑ گئی کہ وہ اگر گاڑی سے اُتری تو نہ جانے لوگوں کا ردّ عمل کیا ہو؟ آخرکار وہ جب ہمت کر کے اُتری تو یہ دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی کہ لوگوں کے چہروں پر اس کے لیے نفرت نہیں تھی۔ وہ اس کے نام کے نعرے لگا رہے تھے اور اس کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلا رہے تھے۔ ان کے چہروں پر اس کے لیے پسندیدگی اور محبت تھی۔ تب ریکھا کا چہرہ بھی طمانیت اور خوشی سے دَمک اُٹھا۔ اس نے بھی جواباً ہجوم کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔

اس منظر کی رپورٹنگ بڑے اچھے اور مثبت انداز میں ہوئی۔ پھر گاہے گاہے "پھول بنے انگارے" کے بارے میں بھی اچھی خبریں چھپتی رہیں۔ یوں اس فلم کو خوب پبلسٹی ملی۔ فلم کی کہانی ریکھا کے گرد گھومتی تھی اور اس کا سارا دارومدار ریکھا پر ہی تھا۔ مکیش کی خودکشی کے واقعے کے آٹھ ماہ بعد یہ فلم ریلیز ہوئی اور سپرہٹ ثابت ہوئی۔ فلم کے ولن پریم چوپڑا نے اس کی کامیابی کا سارا کریڈٹ ریکھا کو دیتے ہوئے کہا "ریکھا نے یہ فلم اس وقت کی جب اسے دیوار سے لگا دیا گیا تھا، لیکن وہ اس حالت میں بھی زندگی کی جنگ لڑتی رہی اور اس نے ہار نہیں مانی۔"

ریکھا عورت ہوتے ہوئے بھی گویا اس فلم کی ہیرو تھی اور یہ اس کا دوسرا جنم تھا! اس فلم کی وجہ سے ریکھا ایک بار پھر خبروں کا موضوع بن گئی لیکن عملی زندگی میں وہ اب پہلے سے بہت مختلف نظر آنے لگی تھی۔ وہ سیٹ پر پہنچ کر سب سے ہیلو ہائے کرتی اور اگر وہاں کوئی صحافی بیٹھا نظر آ جاتا تو اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی بہ آواز بلند اس سے درخواست کرتی "پلیز... مجھ سے میری نجی زندگی کے بارے میں کوئی سوال نہ کیجیے گا۔ صرف فلم کے بارے میں بات کریں۔ اس کے علاوہ کوئی بات نہیں..."

اب ریکھا وہ پہلے والی ریکھا نہیں رہی تھی جو ہمیشہ میڈیا والوں سے کوئی دلچسپ، سنسنی خیز یا تنازع کھڑا کرنے والی بات کرتی تھی، جسے ہنگامہ خیز سرخیوں کے ساتھ شائع کیا جا سکتا تھا۔ اسی بناء پر وہ میڈیا والوں کی پسندیدہ ترین شخصیت تھی۔ بات کرتے وقت اسے گویا کسی کی کوئی پروا نہیں ہوتی تھی، لیکن اب وہ معمولی سی بات کرنے کے لیے بھی، پہلے کچھ دیر سوچتی تھی۔ زیادہ تر وہ سب سے الگ تھلگ، خاموش ہی بیٹھی رہتی تھی۔ ایک بار ایک پرانے صحافی نے اس سے اپنے اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے بہت ہی زیادہ اصرار کیا کہ اپنی نجی زندگی کے بہت بڑے سانحے کے بعد اس نے اپنے آپ کو اور اپنے معاملات کو کیسے سنبھالا تھا؟

ریکھا نے اس صحافی کو بتایا کہ اس کا زندگی میں جس کے ساتھ، جو بھی رشتہ یا تعلق رہا، اس سے اسے کوئی مستقل خوشی نہیں ملی اور نہ ہی اس تعلق کا انجام بخیر ہوا۔ ماں، باپ، بہنیں اور اس کی زندگی میں آنے والے دیگر افراد، سب سے اس کے تعلق میں دُکھ، صدمہ اور اذیّت غالب رہی۔ جب کسی انسان کے ساتھ زندگی میں ہمیشہ یہی ہوتا رہے تو پھر اسے اس دُکھ کا مقابلہ کرنا بھی آ ہی جاتا ہے۔ اس کا دل ہی اس کی ڈھال بن جاتا ہے جو اسے دُکھ کے تیروں سے بچاتا ہے۔

ریکھا کی والدہ پشپاولی خاصی طویل علالت کے بعد 1991ء میں مدراس میں انتقال کر گئیں۔ ریکھا نے زندگی میں بہت نشیب و فراز دیکھے تھے لیکن ہر مشکل گھڑی میں اس نے والدہ کو اپنے شانہ بہ شانہ کھڑے پایا تھا۔ پشپاولی نے اپنی بیٹی کو فلمی دُنیا میں کامیاب بنانے کے لیے محنت بھی بہت کی تھی۔ جب وہ بیمار رہنے لگیں تو مدراس واپس چلی گئی تھیں اور آخرکار وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد ریکھا نے اپنے آپ کو بہت زیادہ تنہا محسوس کرنا شروع کر دیا۔ والدہ سے اس کی وابستگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنے بنگلے کا نام "پشپاولی" رکھا تھا۔

مکیش کی خودکشی اور والدہ کے انتقال کے بعد ریکھا بہت زیادہ تنہائی پسند ہو گئی۔ وہ بلاضرورت کسی سے نہ ملتی۔ پارٹیوں میں جانا اس نے تقریباً چھوڑ دیا۔ وہ اب بات بھی بہت دھیمے لہجے میں کرتی اور کبھی کبھار اس کی بات میں فلسفیانہ رنگ بھی جھلک آتا۔ وہ اب پہلے کی طرح کوئی سنسنی خیز یا متنازع بیان نہیں دیتی تھی۔ انٹرویو کے لیے ہامی نہیں بھرتی تھی۔ غرضیکہ اب وہ ایک بالکل مختلف اور بدلی ہوئی ریکھا تھی!

ریکھا کی ماں کو ریکھا کے باپ جمنائی گنیشان نے اس کے مرتے دم تک اپنی قانونی بیوی نہیں بنایا تھا۔ تاہم 1994ء میں جب "فلم فیئر" والوں نے جمنائی کو لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا تو انہوں نے ریکھا کو دعوت دی کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے والد کو یہ ایوارڈ پیش کرے۔ ریکھا نے یہ دعوت قبول کر لی۔ ایوارڈ کی یہ تقریب مدراس میں منعقد ہوئی۔ حاضرین کے ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے اسٹیج پر آ کر ریکھا نے اپنے والد کے پاؤں چھوئے اور انہیں ایوارڈ پیش کیا۔

جمنائی نے اس موقع پر کہا کہ انہیں اپنی "پیاری بچی" کے ہاتھوں سے ایوارڈ وصول کر کے بہت خوشی ہوئی ہے۔ ریکھا نے اپنی ساری عمر باپ کے سائے اور سرپرستی کے بغیر گزار دی تھی۔ جمنائی نے کبھی پشپاولی کو اپنی بیوی اور ریکھا کو اپنی بیٹی تسلیم نہیں کیا تھا۔ یہ احساس ایک زخم کی طرح ہمیشہ ریکھا کے دل میں موجود رہا تھا۔ اس کے باوجود ایوارڈ کی تقریب کے دن ریکھا خوش نظر آ رہی تھی۔ اس نے جمنائی کو ایوارڈ پیش کرنے سے قبل مائیک پر کہا "یہ میری زندگی کا سب سے زیادہ فخر کا لمحہ ہے کہ میں اسٹیج پر اپنے والد کے ساتھ موجود ہوں اور انہیں ایوارڈ پیش کر رہی ہوں۔"

آخرکار جمنائی نے اسٹیج پر پوری فلم انڈسٹری کے سامنے ریکھا کو پہلی بار اپنی بیٹی تسلیم کر لیا تھا لیکن پشپاولی یہ دن دیکھنے کے لئے اور یہ الفاظ سننے کے لئے دنیا میں موجود نہیں تھی۔ (جاری ہے)

اس کے فوٹو شوٹس لوگوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز کر دیتے تھے

REKHA

قسط:21

ریکھا کی سب سے چھوٹی بہن دھن لکشمی کے شوہر تیج سپرو کا کہنا ہے "ریکھا کوئی عام اور معمولی عورت نہیں ہے۔ وہ بہت ہی خاص اور نہایت بہادر عورت ہے۔ اس نے زندگی کے تمام مسائل کا سامنا تنہا کیا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو اور اپنی فیملی کو معاشرے میں ایک نمایاں مقام دلوانے کے لئے بے پناہ جدوجہد کی ہے اور سب کچھ اپنے اوپر سہا ہے۔"

اپنی لمبی چوڑی فیملی کی ضروریات پوری کرنے اور ان کا معیار زندگی بلند کرنے کے لئے ہی ریکھا نے اپنے کیریئر کے آغاز کے بعد تقریباً بیس برس تک آنکھیں بند کر کے فلمیں سائن کی تھیں۔ ابتداء میں معاوضے بھی کچھ اتنے زیادہ نہیں تھے۔ ریکھا کو اپنے علاوہ دو بھائیوں، تین بہنوں اور والدہ کے ساتھ ساتھ دو چار عزیزوں کی بھی کفالت کرنا ہوتی تھی، اپنا اور اپنی فیملی کا معیار زندگی بہتر بنانے کو بھی اس نے از خود اپنی ذمے داری سمجھا ہوا تھا۔ بھائی بہنوں کو اسی نے پڑھایا لکھایا۔ ان کی شادیاں کیں۔ خود ریکھا کا کہنا ہے "مجھے تو بعض اوقات اپنی ماں کے لئے بھی ماں کا کردار ادا کرنا پڑتا تھا۔ میں سب کی ماں تھی۔"

اس نے اپنی فیملی کو ان مسائل، سختیوں اور محرومیوں کا سامنا نہیں کرنے دیا جن کا اس نے خود اپنے بچپن اور لڑکپن میں سامنا کیا تھا۔ اس کے مزاج میں ایثار پسندی ہے۔ شاید اسی لئے اکثر اوقات وہ ایسی فلمیں بھی پسند کر لیتی تھی اور سائن کر لیتی تھی جو نہایت معمولی ہوتی تھیں لیکن ان میں کسی نہ کسی طرح ایثار کا سبق دیا گیا ہوتا تھا۔

1990ء کی دہائی میں دیکھا کی ہم عصر اداکارائوں راکھی، ہیما مالنی اور دیگر کئی نے کیریکٹر رول کرنا شروع کر دیئے تھے۔ کسی فلم میں وہ ثانوی ہیروئن، ہیرو کی بڑی بہن یا بھابھی وغیرہ بھی بن جاتی تھیں لیکن ریکھا اس وقت تک بھی ہیروئن آرہی تھی۔ یہ دوسری بات تھی کہ اس کی زیادہ تر فلمیں فلاپ ہو رہی تھیں۔ یہ اس کے زوال کا آغاز تھا۔ اس کی عمر 40 سال سے زیادہ ہو چکی تھی۔ 1992ء میں اس کی فلم "انصاف کی تلاش" فلاپ ہوئی۔ 1993ء میں "گیتانجلی" اور 1994ء میں "میڈم ایکس" میں اس نے ڈبل رول کئے لیکن یہ دونوں فلمیں بھی فلاپ ہو گئیں۔ 1995ء میں "اب انصاف ہوگا" اور 1997ء میں "اڑان" بھی اس کی فلاپ فلمیں تھیں۔

ہیروئن کے طور پر اس کا کیریئر دم توڑ رہا تھا لیکن پھر اس نے ایک ایسا کام شروع کر دیا جس کا شاید اس سے پہلے کسی زوال پذیر ہیروئن کو خیال تک نہیں آیا تھا۔ ریکھا سے پہلے تو کیا، شاید اس کے بعد بھی کسی نے اس طرف توجہ نہیں دی تھی۔

جب اس کی فلمیں ناکام ہونے لگیں اور پروڈیوسرز نے اسے کاسٹ کرنا کم کر دیا تو اس نے زیادہ سے زیادہ فوٹو شوٹس کرانے شروع کر دیئے۔ یہ عام سے فوٹو شوٹس نہیں ہوتے تھے۔ ان کے لیے ریکھا بہت زیادہ اہتمام کرتی تھی۔ خوبصورت ملبوسات، بہترین میک اَپ، جدید انداز اور جذبات کو ابھارنے والے پوز... یہ سب چیزیں مل کر ریکھا کے ہر فوٹو شوٹ کو غیر معمولی بنا دیتی تھیں۔ وہ ایک ماہ میں کم از کم ایک بھرپور قسم کا فوٹو شوٹ ضرور کراتی جو کسی نہ کسی بڑے فلمی رسالے یا اخبار کی زینت بنتا۔ سرورق پر بھی اس کی کوئی نہایت جاذب نظر تصویر ہوتی اور اندرونی صفحات پر بھی اس کی دلکش اور اسٹائلش تصویریں ہوتیں۔ یوں وہ ہمیشہ فلمی شائقین کی نظر میں رہی۔ وہ کبھی عوام کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوئی۔

ان فوٹو شوٹس میں اگر ریکھا کا پورا جسم لباس میں پوشید ہوتا تھا تب بھی وہ اپنے اسٹائل اور ناز و انداز سے انہیں ایسا بنا دیتی تھی کہ دیکھنے والوں کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی تھیں۔ چند ایک فوٹو شوٹس اس نے ان حدود سے آگے بڑھ کر بھی کرائے۔ اس قسم کے بولڈ شوٹس میں اس کا ایک شوٹ کاجول کے ساتھ بھی تھا جس میں ان دونوں کے جسم پر صرف ایک تولیہ تھا۔ دو عورتوں کے لیے ایک تولیے سے جتنی جسم پوشی ممکن تھی، وہ انہوں نے کر لی تھی۔ 1990ء کی دہائی میں جتنے رسالوں کے سرورق پر ریکھا کی تصویر شائع ہوئی، اس کی فلموں کی تعداد ان کا عشر عشیر بھی نہیں تھی۔ یوں اس کی شہرت میں بہر حال کوئی کمی نہیں آئی۔

اسی دہائی میں اس کی چند بولڈ قسم کی فلمیں بھی منظر عام پر آئیں۔ 1996ء میں اس کی فلم "کھلاڑیوں کا کھلاڑی" ریلیز ہوئی جس میں وہ ویمپ تھی اور ہیرو کو لبھاتی تھی۔ ہیرو اکشے کمار تھا جس کے ساتھ ایک گانے میں انہیں کیچڑ میں لت پت... یا یوں کہیے کہ انہیں کیچڑ سے "نہاتے" ہوئے دکھایا گیا تھا اور گانا تھا "اِن دا نائٹ نو کنٹرول..." اس فلم کی تکمیل کے دوران اکشے کمار سے ریکھا کے معاشقے کی افواہیں بھی اُڑتی رہیں۔ اس وقت ریکھا کی عمر تقریباً چالیس سال تھی۔ اس گانے کی وجہ سے اس کے "سیکسی ایٹ فورٹی" (Sexy At Forty) والے امیج کو تقویت ملی۔ صرف یہی نہیں، اس فلم پر ریکھا کو بہترین معاون اداکارہ کا فلم فیئر ایوارڈ بھی ملا۔

اسی طرح کی دوسری، دو یادگار فلموں میں سے ایک میرا نائر کی "کاماسترا" اور دوسری 1997ء میں ریلیز ہونے والی "آستا" تھی جس میں ریکھا نے ایک ایسی گھریلو بیوی کا رول کیا تھا جس کی زندگی میں بہت زیادہ بوریت ہے، جس سے اُکتا کر وہ شغل کے طور پر طوائف بن جاتی ہے۔ ان فلموں کے "محبت بھرے" مناظر نے بڑی ہلچل مچائی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ ریکھا پس منظر میں جانے لگی۔ شوبز کے ایک پرانے اور ممتاز صحافی خالد محمد، جو ذاتی طور پر بھی ریکھا کے کافی قریب تھے، ان کا کہنا ہے کہ دھیرے دھیرے پس منظر میں جانے کا فیصلہ بھی ریکھا کا اپنا ہی تھا۔ خالد محمد کا کہنا ہے کہ ہر دور میں ریکھا اپنے بارے میں خود ہی سوچ سمجھ کر طے کرتی تھی کہ اسے اپنا امیج کیسا بنانا ہے، اور وہ ویسا ہی بنا لیتی تھی۔

2001ء میں ریکھا کو "فلم فیئر" کی جانب سے لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ دیا گیا۔ وہ جب اسٹیج پر آئی تو اس کے ہاتھ میں ان لوگوں کے ناموں کی فہرست تھی جن کا وہ شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اس کی زندگی اور اس کے کیریئر میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ یہ فہرست چار اوراق پر مشتمل تھی۔ اس میں دوستوں، ہدایتکاروں، فلمسازوں، ڈانس ڈائریکٹرز اور نہ جانے کس کس کے نام تھے۔ صرف امیتابھ بچن کا نام نہیں تھا۔

اپنی زندگی میں ریکھا نے بے شمار انٹرویو دیئے۔ جن اخبارات و رسائل میں یہ انٹرویوز چھپے، اب تو ان کے اوراق بھی زرد اور بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ بہر حال ان سب میں اس کا، ٹی وی پر سیمی گریوال کے شو میں 2004ء میں دیا گیا انٹرویو شاید ہمیشہ بے حد نمایاں رہے۔ اس شو میں ریکھا کریم کلر کی ساڑھی اور سونے کا بھاری سا نیکلس پہن کر آئی تھی۔ انٹرویو کے دوران سیمی گریوال نے اس سے پوچھا کہ جب وہ امیتابھ بچن کے ساتھ فلموں میں کام کر رہی تھی تو کیا وہ اس دوران ان کی محبت میں گرفتار ہو گئی تھی؟

اس سوال پر ریکھا کا لہجہ یکدم تبدیل ہو گیا۔ اس نے کہا "یقیناً... ویسے میرے خیال میں یہ ایک بے وقوفانہ سوال ہے۔ مجھے آج تک ایسا کوئی مرد، عورت، حتیٰ کہ بچہ بھی نہیں ملا جسے امیتابھ بچن سے چند بار ملنے کا موقع ملا ہو اور وہ ان کی محبت میں گرفتار نہ ہوا ہو۔ آپ دنیا بھر کی محبت جمع کر لیں، پھر اس میں کچھ اور محبت ملائیں۔ میں ان کے لیے اپنے دل میں اس سے بھی زیادہ محبت محسوس کرتی ہوں۔"

مگر پھر دوسرے ہی لمحے ریکھا نے پینترا بدل کر ٹی وی کے تمام ناظرین کو حیران کر دیا "لیکن سچی بات یہ ہے کہ میرا ان سے کوئی ذاتی تعلق نہیں تھا۔ ذاتی تعلق کبھی نہیں رہا۔ اس سلسلے میں جتنی بھی باتیں مشہور ہوئیں، وہ محض افواہیں تھیں، قیاس آرائیاں تھیں۔ میری ان سے محبت ایک خاموش اور مرعوب پرستار جیسی تھی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

یوں گویا ریکھا نے کہانی کا رخ ہی بدل دیا۔ ریکھا کے قریبی جاننے والوں کا کہنا ہے کہ یہ سب کچھ وہ خوب سوچ سمجھ کے کر رہی تھی۔ کوئی بعید نہیں کہ اس نے ان مکالموں کی ریہرسل بھی کی ہو۔ اس کے بعد وہ فلم "سلسلہ" کا وہ گانا گنگنانے لگی "یہ کہاں آ گئے ہم..."

یہ ایک نئی ریکھا تھی!

اس سے پہلے 1998ء میں امیتابھ بچن بھی سیمی گریوال کے شو میں انٹرویو دے چکے تھے۔ اب ایسا تو نہیں ہو سکتا تھا کہ ان سے ریکھا کے بارے میں سوال نہ کیا جاتا۔ ان سے ایک نہیں، متعدد سوالات کئے گئے اور ریکھا سے ان کے مبینہ تعلق کے بارے میں انہیں کریدنے کی پوری کوشش کی گئی۔ ان سوالوں اور امیتابھ بچن کے جوابات سے خود ہی اندازہ لگانے کی کوشش کیجئے کہ امیتابھ نے کس حد تک حقیقت بیان کی اور کس حد تک حقیقت سے دامن بچانے کی کوشش کی۔

سیمی: ریکھا سے آپ کے تعلق کے بارے میں ہر تھوڑے عرصے بعد وائرس کی طرح خبریں پھیلنے لگتی ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

امیتابھ: یہ تو آپ ان لوگوں سے پوچھئے جو یہ خبریں پھیلاتے ہیں۔

سیمی: کون لوگ پھیلاتے ہیں؟

امیتابھ: میڈیا والے۔

سیمی: کیا آپ کے خیال میں صرف میڈیا والے ہی پھیلاتے ہیں؟

امیتابھ: اگر کچھ اور لوگ بھی اس کے ذمے دار ہیں تو ان کے بارے میں مجھے علم نہیں۔

سیمی: کیا آپ کی اور ریکھا کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوتی ہے؟

امیتابھ: وہ میری ساتھی اداکارہ رہی ہیں۔ ظاہر ہے، جب ہم اکٹھے فلموں میں کام کر رہے ہوتے ہیں تو ہماری ایک دوسرے سے ملاقاتیں ہوتی ہیں البتہ جہاں تک سماجی میل جول کا تعلق ہے، تو اس اعتبار سے ہمارے مزاج مختلف ہیں اور شاید ہم میں کوئی قدرِ مشترک نہیں۔ بس اتنی سی بات ہے۔

سیمی: ریکھا سے آپ کب سے نہیں ملے؟

امیتابھ: شاید برسوں سے... میرا مطلب ہے، کبھی کبھار کسی تقریب، کسی پارٹی میں ہمارا آمنا سامنا ہو جاتا ہے۔ کسی ایوارڈ کی تقریب میں ملاقات ہو جاتی ہے... لیکن ظاہر ہے، اسے میل ملاقات تو نہیں کہتے۔

سیمی: اس کا مطلب ہے جب سے آپ اکٹھے فلموں میں کام نہیں کر رہے، تب سے آپ کے درمیان میل ملاقات نہیں؟

امیتابھ: جی ہاں... اور ہمیں فلموں میں ایک ساتھ کام کئے، نہ جانے کتنے سال گزر گئے ہیں۔

سیمی: ریکھا سے آپ کے تعلق کے بارے میں جو افواہیں اُڑائی جاتی ہیں، ان سے آپ پریشان ہوتے ہیں؟

امیتابھ: نہیں۔ میں برسوں سے ان الزامات کا سامنا کرتا آرہا ہوں۔ اب تو عادی ہو گیا ہوں۔ ان الزامات میں سے بعض تو بہت ہی مضحکہ خیز ہوتے ہیں۔ ایک بار کہا گیا کہ میں ریکھا کے گھر میں منتقل ہو گیا ہوں اور اس کے ساتھ رہنے لگا ہوں۔ پھر کہا گیا کہ وہ میرے گھر میں منتقل ہو گئی ہے۔ پھر کہا گیا کہ دراصل میں نے اسے ایک الگ گھر خرید کر دیا ہے اور میں اس میں، اس کے ساتھ رہنے لگا ہوں۔ حتیٰ کہ ایک گھر کی تصویر بھی شائع کر دی گئی اور لکھا گیا کہ یہ وہ گھر ہے جو میں نے ریکھا کو خرید کر دیا ہے۔ پتا نہیں، وہ کس بیچارے کا گھر ہو۔ مجھے تو وہ کسی دوسرے ملک کا مکان اور کسی غیر ملکی کی ملکیت لگ رہا تھا۔ نہ جانے کون، کہاں بیٹھ کر اس قسم کی خبریں گھڑ لیتا ہے اور کون سی تصویروں سے انہیں مزین کر دیا جاتا ہے۔ اب یہ جو خبر میں نے آپ کو سنائی ہے، اس سے بڑا مذاق کیا ہو سکتا ہے۔ سب کو معلوم ہے، میں اپنے گھر میں رہتا ہوں جسے سب پہچانتے ہیں۔ میں اس گھر میں اپنی بیوی، بچوں اور بیمار والدین کے ساتھ رہتا ہوں۔ میں اس گھر میں پایا جاتا ہوں یا پھر اسٹوڈیوز میں۔ ان دو جگہوں کے علاوہ کبھی کبھار میں کسی تقریب میں پایا جاتا ہوں جہاں عموماً سارا میڈیا موجود ہوتا ہے۔ مجھے خود نہیں معلوم، میں کس وقت ریکھا کے ساتھ رہتا ہوں؟ میڈیا کا اس طرح بلا تحقیق مجھ پر... یا کسی پر بھی الزامات عائد کر دینا بڑی سنگدلی ہے۔ میں ان لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے کب مجھے ریکھا کے ساتھ خفیہ ملاقاتیں کرتے دیکھا ہے؟ کب کوئی ایسی حرکت کرتے دیکھا ہے جس سے آپ نے نتیجہ اخذ کر لیا کہ ہمارے درمیان کوئی خاص تعلق ہے؟

اس انٹرویو میں امیتابھ نے جو موقف اختیار کیا، 2004ء میں آخر کار ریکھا نے بھی وہی موقف اپنا لیا!

2004ء میں ریکھا کی عمر پچاس سال ہو چکی تھی۔ اس نے اب اپنی عمر کی مناسبت سے فلموں میں کردار قبول کرنا شروع کر دیئے۔ قابل ڈائریکٹرز کی فلموں میں ریکھا بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتی دکھائی دیتی تھی۔ لجا، بھوت اور کرش میں ریکھا نے اپنی عمر کی مناسبت سے موزوں رول کئے لیکن اس کے ساتھ بی کلاس اور بھونڈی کامیڈی فلموں میں بھی وہ نظر آتی رہی۔ مثلاً نچ کے رہنا رے بابا، کڑیوں کا ہے زمانہ اور سپر نانی وغیرہ۔ حتیٰ کہ 2005ء میں وہ "پرینیتا" میں پرانے دور کے حساب سے ایک "آئٹم نمبر" بھی کرتی نظر آئی لیکن اس میں شک نہیں کہ اس میں اس کی پرفارمنس، انداز، سراپا، شخصیت سبھی کچھ بے حد خوبصورت اور دلکش دکھائی دیا۔ بلاشبہ اس نے اس گانے میں جان ڈال دی "کیسی پہیلی زندگانی..." یہ غالباً ایک رقاصہ کے طور پر اس کی آخری پرفارمنس تھی۔

یہ بات دلچسپ بھی ہے اور کچھ عجیب بھی لگتی ہے کہ 2002ء کے بعد سے ایوارڈز کی تقریباً ہر تقریب میں ریکھا کو مدعو کرنا گویا فلم انڈسٹری کا ایک رواج سا بن گیا ہے۔ ہر سال ریکھا اسٹیج پر آتی ہے، کسی کو بہترین اداکار یا اداکارہ کا ایوارڈ دیتی ہے، مختصر سی تقریر کرتی ہے اور چلی جاتی ہے۔ اس کی عمر خاصی ہو چکی ہے۔ وہ کسی فلم میں بھی نظر نہیں آتی۔ اس کے معاشقے، اس کی زندگی کے مختلف پہلو، سب قصۂ پارینہ بن چکے ہیں۔ بعض لوگ حیران ہوتے ہیں کہ اس کے باوجود اسے اتنی اہمیت کیوں دی جاتی ہے کہ ایوارڈز کی تقریبات کے خاص مہمانوں میں اس کا نام ضرور شامل ہوتا ہے؟

(جاری ہے)

ھیما مالنی نے
امیتابھ اور ریکھا
مِلاپ کرانے کی کوشش کی
itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

آخری قسط

ان تقریبات میں ریکھا جب اسٹیج پر آتی ہے تو کیمرا، حاضرین میں بیٹھے ہوئے امیتابھ کے چہرے پر ضرور جاتا ہے۔ اسی طرح جب امیتابھ اسٹیج پر آتے ہیں تو کیمرا، حاضرین میں بیٹھی ہوئی ریکھا پر ضرور جاتا ہے، یہ بھی گویا ایک رواج بن چکا ہے۔ اس طرح عوام کو ان کا بھولا بسرا اسکینڈل یاد دلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ گو کہ دونوں ہی اس کی تردید کر چکے ہیں لیکن اب بھی اگر ٹی وی، رسالے یا اخبار کے لئے کوئی ان دونوں میں سے کسی ایک کا انٹرویو لے رہا ہو تو اس سے دوسرے کے بارے میں سوال کیا جانا گویا ناگزیر ہوتا ہے۔

2009ء میں ایک بار پھر امیتابھ اور ریکھا کے نام شہ سرخیوں میں آئے۔ اس بار اس کی وجہ، فلم فیئر ایوارڈ کی ایک تقریب تھی، امیتابھ بچن اس تقریب میں اپنے بیٹے ابھیشک اور بہو ایشوریا کے ساتھ آئے تھے۔ اسی وقت ریکھا بھی وہاں پہنچی اور بظاہر ابھیشک اور ایشوریا سے ہیلو ہائے کرتی دکھائی دی لیکن امیتابھ اس دوران کسی اور طرف دیکھتے رہے۔ پھر اچانک ہی وہ تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے وہاں سے غائب ہو گئے۔ اس منظر کو کیمروں نے محفوظ کر لیا اور اسے بار بار ٹی وی شوز اور خبروں میں چلایا گیا۔ ہر طرف یہی سوال دہرایا جا رہا تھا، آخر امیتابھ کو ریکھا سے دور بھاگنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ صحافی جو امیتابھ کے اس بیان پر یقین کرتے تھے کہ ان کا ریکھا سے کبھی کوئی معاشقہ نہیں رہا، امیتابھ کی اس حرکت سے وہ بھی اپنی رائے بدلنے پر مجبور ہو گئے۔ ان کا خیال اب یہ ہو گیا کہ دال میں کچھ کالا ضرور تھا۔

امر سنگھ ایک سیاست دان اور سماج وادی پارٹی کے رہنما ہیں۔ کسی زمانے میں وہ امیتابھ کے قریبی دوست تھے۔ انہوں نے بھی ایک بار اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ سنایا۔ ان کا کہنا تھا ”ایک بار شبانہ اعظمی نے ہمیں اپنی سالگرہ پر مدعو کیا۔ میں امیتابھ اور جیا بچن کے ساتھ ان کے ہاں پہنچا۔ امیتابھ نے گھر کے اندر جانے سے پہلے اپنے ڈرائیور کو باہر کہیں کھانا کھانے کے لئے بھیج دیا۔ اندر پہنچ کر ہم نے دیکھا ریکھا وہاں پہلے سے موجود تھیں۔ ریکھا کو دیکھ کر امیتابھ نے میرا ہاتھ پکڑا اور باہر واپس آ گئے۔ ان کا ڈرائیور گاڑی لے کر کھانا کھانے کہیں جا چکا تھا، امیتابھ نے جلدی سے ہاتھ دے کر ایک ٹیکسی روکی اور ہم دونوں واپس گھر آ گئے۔ امیتابھ بچن نے اپنی اس حرکت کی کوئی وضاحت نہیں کی اور میں نے بھی کوئی سوال نہیں کیا۔“

امر سنگھ نے امیتابھ اور ریکھا سے متعلق ایک اور بات بتائی ”ایک بار ہیما مالنی نے بہت ہمدردانہ لہجے میں مجھے بتایا کہ ریکھا کتنی حساس عورت تھی اور امیتابھ کے بارے میں اس کے محسوسات کیا تھے۔ بہت دیر تک ریکھا کے بارے میں اس طرح کی باتیں کرنے کے بعد ہیما جی نے مجھ سے کہا۔ ”ریکھا میری دوست ہے اور امیتابھ آپ کے دوست ہیں۔ آپ کوئی ایسی کوشش کیوں نہیں کرتے کہ ان دونوں کا ملاپ ہو جائے؟“ میں نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میں لوگوں کے نجی معاملات میں دخل نہیں دیتا۔“

امیتابھ اور ریکھا کے اسکینڈل کے اثرات بھارت کی راجیہ سبھا، یعنی ایوانِ بالا تک بھی پہنچے۔ 2012ء میں کانگریس نے ریکھا کو راجیہ سبھا کی ممبر منتخب کرا لیا، جو خاصی حیرت کی بات تھی، کیونکہ ریکھا نے کبھی سیاست میں ذرا سی بھی دلچسپی ظاہر نہیں کی تھی، شبانہ اعظمی، نرگس یا پرتھوی راج جیسے دوسرے، کئی اداکاروں نے سیاست کے میدان میں قدم رکھا، تو لوگوں کو حیرت نہیں ہوئی تھی، کیونکہ وہ لوگ سیاسی رجحانات رکھتے تھے اور یہ بات عوام بھی جانتے تھے۔ ریکھا کے بارے میں سونیا گاندھی کے سوانح نگار اور معروف صحافی رشید قدوائی نے لکھا تھا ”وہ سیاست کو اس حد تک ناپسند کرتی ہے کہ اس نے اخبار پڑھنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ ایک بار اس نے کہا تھا، میں سیاست دانوں کے بدصورت چہرے دیکھنا نہیں چاہتی۔“

تاہم بھارت میں فلمی ستاروں کی شہرت اور مقبولیت کو دیکھتے ہوئے سیاسی جماعتیں اکثر انہیں سیاست میں کھینچ لیتی ہیں۔ بعض کو باقاعدہ الیکشن کے ذریعے پارلیمنٹ میں لایا جاتا ہے اور بعض کو راجیہ سبھا کے لئے نامزد کر کے سیاسی نظام کا حصہ بنایا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے ریکھا کو راجیہ سبھا کی ممبر بنایا جانا زیادہ حیرت کی بات نہیں تھی۔ خصوصاً جبکہ جیا بچن پہلے ہی سے راجیہ سبھا میں موجود تھیں۔

15 مئی 2012ء کو ریکھا نے راجیہ سبھا کی رکن کی حیثیت سے حلف اٹھایا تو اس وقت جیا بچن بھی ایوان میں موجود تھیں، ریکھا کی حلف برداری کا منظر دکھاتے وقت کیمروں کا رخ بار بار ریکھا سے ہٹ کر جیا کی طرف ہو رہا تھا اور ان کا چہرہ نمایاں کر کے ٹی وی پر دکھایا جا رہا تھا۔ اس پر جیا نے بہ آوازِ بلند ناپسندیدگی اور ناگواری کا اظہار کیا۔ جیا کی ناگواری صرف اسی روز تک محدود نہیں رہی بلکہ انہوں نے درخواست کر کے اپنی نشست بھی ریکھا سے بہت دور کرا لی، حالانکہ پہلے بھی ان کی نشست ریکھا سے کچھ اتنی زیادہ قریب نہیں تھی۔ ان کا سیٹ نمبر 91 تھا، جبکہ ریکھا کا سیٹ نمبر 99 تھا۔ یعنی ریکھا ان سے 8 نشست دور تھی لیکن جیا نے اپنا نمبر 143 کرا لیا۔

ریکھا نے جیا کے اس اقدام پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ ویسے بھی ریکھا نے ایوان بالا کی کارروائیوں میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی اور وہ وہاں کم ہی آئی۔ اس کی راجیہ سبھا میں حاضری مشکل سے 6 فیصد رہی۔

☆...☆...☆

معروف پاکستانی گلوکارہ عابدہ پروین صوفیانہ کلام اور غزلیں گانے ہیں خاص طور پر مشہور ہیں۔ انہیں ایک بار بھارت کی ممتاز صحافی اور کالم نگار ملاویکا سنگھوی نے ممبئی میں اپنی قیام گاہ پر گانے کے لئے مدعو کیا تو عابدہ پروین نے ان سے فرمائش کی کہ وہ اپنی اس محفل میں ریکھا کو ضرور مدعو کریں۔ عابدہ پروین کا کہنا تھا کہ اگر کوئی ان کی گائیکی کو حقیقت میں سمجھتا ہے اور دل سے پسند کرتا ہے تو وہ صرف ریکھا ہے۔

چنانچہ ریکھا کو بھی اس محفل میں مدعو کیا گیا۔ رات گئے تک محفل چلی اور اس دوران یہی محسوس ہوتا رہا کہ عابدہ پروین صرف اور صرف ریکھا کے لئے گا رہی ہیں۔ ریکھا کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ صوفیانہ کلام کی باریکیوں اور گہرائیوں کو پوری طرح سمجھتی ہے۔ یہ اس کا ایک نیا روپ تھا۔ وہ جس وقت فلم انڈسٹری میں آئی، اس وقت سے اب تک اس نے اپنے آپ کو جتنا تبدیل کیا تھا، اس سے بھی وہ دنیا کو حیران کرتی آئی تھی لیکن اس کا دنیا کو حیران کرنے کا سلسلہ کہیں رکتا دکھائی نہیں دیتا۔

اداکاری اور شخصیت کے حوالے سے ریکھا، مینا کماری سے بہت متاثر تھی۔ خاص طور پر طوائف کا کردار ادا کرنے کے سلسلے میں شاید اس نے ہمیشہ مینا کماری کو ہی سامنے رکھا۔ مینا کماری کے انتقال کے بعد ان کے مشہور میک اپ مین کو بھی ریکھا نے ہی ملازم رکھ لیا تھا۔ مینا کماری کی زندگی میں ریکھا اور اس کی دوست یوگیتا بالی اکثر مینا کماری کے گھر جاتی تھیں۔ مینا کماری دونوں ہی کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتی تھیں۔ ایک بار جب ریکھا اکیلی مینا کماری کے پاس تھی تو بچوں کی طرح اس سے پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔ ”میناجی! آپ کسے زیادہ پسند کرتی ہیں، مجھے یا یوگیتا بالی کو؟“ مینا کماری نے جواب دیا۔ ”یوگیتا بالی میٹھی ہے اور تم نمکین ہو۔ نمکین کا ذائقہ دیر تک منہ میں رہتا ہے۔“ ریکھا کی دوسری آئیڈیل فلمی شخصیت صوفیہ لورین تھی۔ دونوں میں بہت سی باتیں مشترک بھی تھیں۔ صوفیہ لورین بھی اپنے والد کی ناجائز اولاد تھی۔ اسے بھی زندگی بھر اپنے والد کی شفقت کا سایہ نصیب نہیں ہو سکا تھا۔ اس نے بھی زندگی میں بے پناہ محنت کی اور اپنے آپ کو یکسر تبدیل کر لیا۔ اس نے بھی اپنے اصل وطن اٹلی کو فراموش نہیں کیا اور ہولی وڈ کے ساتھ ساتھ آخری عمر تک نیپلز جا کر اطالوی فلموں میں بھی کام کرتی رہی۔ ریکھا نے بھی بولی وڈ میں بے پناہ کامیاب ہو جانے کے بعد مدراس یا چنائے کی فلم انڈسٹری کو فراموش نہیں کیا اور وہاں جا کر بھی فلموں میں کام کرتی رہی۔

ریکھا کی زندگی میں اہم ترین کردار امیتابھ بچن نے ادا کیا۔ امیتابھ تو ریکھا کو نہ مل سکے لیکن شاید ان کی کمی کو پورا کرنے کے لئے اس کی سیکرٹری اور سائے کی طرح ہر وقت اس کے ساتھ رہنے والی فرزانہ نے امیتابھ جیسا روپ دھار لیا۔ وہ اکثر امیتابھ جیسا کوٹ اور ٹراؤزر پہنتی ہے۔ اس کا ہیئر اسٹائل بھی امیتابھ سے ملتا ہے۔ فرزانہ کا ذکر کئے بغیر ریکھا کا ذکر ختم نہیں کیا جا سکتا۔ صحافی ملاویکا سنگھوی کے الفاظ میں ”فرزانہ شاید بیک وقت عورت بھی ہے اور مرد بھی۔“

ریکھا سے فرزانہ کی دوستی برسوں پرانی ہے اور کہا جاتا ہے کہ فرزانہ کی اجازت کے بغیر تو کوئی ریکھا سے مل بھی نہیں سکتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ریکھا کی کامیابیوں میں بھی فرزانہ کا کردار بہت اہم ہے۔ فرزانہ اس کی سیکرٹری یا اے ڈی ہی نہیں، اس کی آنکھیں، اس کے کان، اس کی مشیر، اس کی مددگار، اس کی ڈھال، اس کی سب سے بڑی اور خاص معتمد، اس کے مفادات کی نگہبان، غرض یہ کہ سب کچھ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود اس کا ریکھا سے حقیقی اور پراسرار تعلق کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ کسی پارٹی میں ریکھا اس وقت تک کھانا شروع نہیں کرتی، جب تک فرزانہ شروع نہ کر لے۔ فرزانہ ہی روزانہ ریکھا کو اخبار اور دنیا کی مشہور کتابیں یا ناول وغیرہ پڑھ کر سناتی ہے۔

ریکھا کے شوہر مکیش کی خودکشی کے بعد یہ افواہیں سننے میں آئی تھیں کہ ریکھا کا اصل ”شوہر“ تو فرزانہ ہی ہے۔ کہا گیا کہ ریکھا دہرے رجحانات کی حامل ہے۔ مردوں کے ساتھ ساتھ فرزانہ بھی اس کی زندگی میں شامل چلی آ رہی ہے۔ اس پر ریکھا نے بڑا شدید ردعمل ظاہر کیا تھا۔ اس نے کہا تھا ”فرزانہ میری زندگی کی بہترین ساتھی اور دوست ہے۔ جو لوگ اس تعلق کو کوئی اور معنی پہناتے ہیں، وہ دراصل بیمار ذہنوں کے مالک ہیں۔“

ایک پرانے صحافی جیری پنٹو نے ریکھا اور فرزانہ کے معاملے کا تجزیہ کچھ یوں کیا ہے ”بہت سی عورتوں کے ساتھ زندگی میں مردوں نے کچھ اچھا سلوک نہیں کیا ہوتا، ان میں سے بعض عموماً کسی عورت کے دامن میں پناہ تلاش کرتی ہیں جن سے انہیں شاید اپنے لئے ہمدردی، وفا، اپنے زخموں کے لئے مرہم اور بے لوث محبت ملتی ہے۔ یہ سب چیزیں کچھ زیادہ ہی گہری جذباتی وابستگی کو جنم دیتی ہیں، جس کی وجہ سے ان کا تعلق کچھ زیادہ غیر معمولی اور قدرے مشکوک دکھائی دینے لگتا ہے۔ وہ اسی عورت میں اپنی محبوب ترین ہستی کا عکس بھی تلاش کرتی ہیں۔“

یہ تو خود ریکھا نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس کی زندگی پر سب سے زیادہ اثرات امیتابھ بچن کی شخصیت نے مرتب کئے تھے۔ اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں ”میں نے اپنی زندگی کو جتنا بھی سنوارا، میری شخصیت میں جتنی بھی اچھی تبدیلیاں آئیں، اپنے آپ کو اسمارٹ، خوش لباس بنانا، انگریزی سیکھنا، اونچے طبقے اور اچھی محفلوں کے طور طریقے اور آداب سیکھنا، یہ سب کچھ انہی کی وجہ سے ممکن ہوا لیکن ظاہر ہے، ان سے میری شادی نہیں ہو سکتی تھی، یہ ایک ناممکن کام تھا، اس لئے میں نے کبھی اس کے بارے میں سوچا ہی نہیں، یہ امید ہی نہیں رکھی، اگر میں یہ خواہش اپنے دل میں پال لیتی تو میری ساری زندگی ناخوش رہ کر گزرتی۔ ساری زندگی ناخوش رہ کر گزارنے سے بہتر ہے کہ انسان کسی کی خوبصورت یادوں کے ساتھ خوش رہ کر زندگی گزار لے۔“

ایک انٹرویو میں ریکھا نے یہ بھی کہا کہ اگر امیتابھ اس سے شادی پر تیار ہو جاتے تب بھی وہ خود انکار کر دیتی، اس کا کہنا تھا ”جس دن وہ اپنی بیوی کو چھوڑ دیتے، اس دن میرے دل میں ان کی عزت ختم ہو جاتی اور شاید یہ احساس مجھ پر حاوی ہو جاتا کہ آج اگر وہ اپنی اس بیوی کو چھوڑ سکتے ہیں جس نے اپنا سب کچھ ان کے لئے چھوڑ دیا تھا، تو کل مجھے بھی چھوڑ سکتے ہیں۔ میں نے ان سے شادی کی تمنا کبھی دل میں پالی ہی نہیں۔“

یہ سب باتیں اپنی جگہ سہی، لیکن بہرحال ریکھا اور امیتابھ کا عشق اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس کے تذکرے اور قصوں نے بے شمار لوگوں کو کم و بیش چالیس سال تک اپنے سحر اور اپنی پراسراریت کی کشش میں جکڑے رکھا۔

امیتابھ وقت کے ساتھ ساتھ ایک لے جنڈ بن گئے اور ریکھا ایک جوگن... بے شک وہ آج بھی قیمتی ساڑھیاں، بیش قیمت زیورات پہنتی ہے، اس کا طرز زندگی شاہانہ ہے لیکن پھر بھی وہ ایک جوگن ہے، جس نے ایک بے عنوان، مبہم اور غیر مصدقہ عشق کے پیچھے اپنی زندگی تیاگ دی۔ اس سے شادی کے خواہشمندوں کی کمی نہیں تھی لیکن وہ کل بھی بھری دنیا کے ہجوم میں تنہا تھی اور آج بھی ہے۔! (ختم شد)